

فاتح شام

سوانح حضرت ابو عبیدہ رضی

لابیبری جامی پنجاب

مصنف

کتابخانه ملی افغانستان  
کابل

تاریخ ثبت کتاب	۱۳۸۰
شماره ثبت کتاب	۱۰۰۰
محل ثبت کتاب	کابل



یقین حکم عمل بہیم محبت فاتح عالم  
جہاد زندگانی میں ہیں یہ دوس کی کشمیریں

204

# فاتح نامہ

سیرت امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

مؤلف

مولانا ابو محمد امام الدین رام نگر می

ناشر

انعام الہی عثمانی ناظم مکتبہ ہادی دیوبند

قیمت تین روپے

۱۳۵۶ھ  
۱۹۶۵ء

طبع اول ۱۰۰۰

مکتبہ انعام الہی عثمانی دیوبند  
۱۳۵۶ھ ۱۹۶۵ء

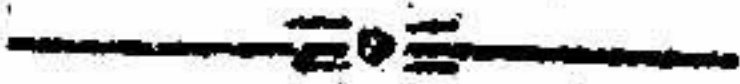


DATA --- RED

۲۹۶۹۹۱۳  
157  
۳۳۹۳

# شہادت

اُن فداکارانِ دینِ حنیف شہیدوں  
کے نام جنہوں نے رجمۃ للعالمین کی  
مقدس نظروں کے سامنے جامِ شہادت  
نوش فرمایا اور جو آج بھی ہمارے لئے  
حیاتِ افزویں کا سامان مہیا کرنے  
کے لئے زندہ ہیں۔





# فہرست مضامین فاتح شام

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	انتساب	۲	۱۶	سریہ سیف البحر کی امارت	۲۷
۲	فہرست مضامین	۳	۱۷	حکومت نجران	۲۹
۳	عرض ناشر	۶	۱۸	قیام خلافت میں تدبیر اخلاص	۵۲
۴	تقریبات	۱۹	۱۹	جہاد شام	۵۳
۵	شام کے جغرافیائی حالات و نقشہ	۲۰	۲۰	جہاد شام کی قیادت عظمیٰ پر تقرر	۶۰
۶	مقدمہ مولانا امام الدین صنا	۱۷	۲۱	مجاہدین کی پہلی روانگی	۶۲
۷	ترتیب و اشاعت	۳۲	۲۲	حضرت ابو عبیدہ کی	۶۳
۸	حضرت ابو عبیدہ بن الجراح	۳۵		شام کو روانگی	
۹	قبول اسلام	۳۶	۲۳	حضرت ابو بکرؓ اور حضرت	۶۵
۱۰	ہجرت	۳۶		ابو عبیدہ کی وداعی تقریریں	
۱۱	مواخات	۳۷	۲۴	امین الامت کی عظمت	۶۷
۱۲	غزوہ بدر میں جوش ایمان کا مظاہرہ	۳۹	۲۵	پراثر منظر	۶۹
۱۳	غزوہ احد میں مظاہرہ خب سول	۴۱	۲۶	حضرت ابو عبیدہ کی پہلی فتح	۷۲
۱۴	بنو ثعلبہ کی سرکوبی	۴۴	۲۷	دربار خلافت سے خط و کتابت	۷۲
۱۵	سریہ ذات السلاسل	۴۵	۲۸	حضرت ابو عبیدہ کو دربار خلافت ملک سے	۷۴



صفحہ	عنوان	نمبر شمارہ	صفحہ	عنوان	نمبر شمارہ
۱۲۲	رومی سعید حضرت	۲۲	۷۷	دربار خلافت میں حضرت	۲۹
	ابو عبیدہ کی خدمت میں			ابو عبیدہ کا خط اور اس کا اثر	
۱۲۵	حضرت ابو عبیدہ کا	۲۳	۸۰	حضرت ابو عبیدہ کا رتبہ	۳۰
	خطا دربار خلافت کو		۸۳	حضرت ابو عبیدہ کا حسن اخلاق	۳۱
۱۲۹	جنگِ مغل	۲۴	۸۳	معرکہ عربہ و داثنہ	۳۲
۱۳۲	حضرت ابو عبیدہ کی جنگی تقریر	۲۵		حضرت خالد بن ولید کا	۳۳
	حضرت ابو عبیدہ کا دوبارہ	۲۶	۸۴	عراق سے شام میں تقریر	
۱۳۶	خلافت کو نامہ فتح		۸۹	معرکہ اجنادین	۳۴
۱۳۹	جنگ مرج الروم	۲۷	۹۲	محاصرہ دمشق	۳۵
۱۴۱	تمص کی فتح	۲۸	۹۶	حضرت ابو بکرؓ کی وفات	۳۶
۱۴۲	لاذقیہ کی فتح	۲۹		حضرت ابو عبیدہ رضی	۳۷
	دربار خلافت سے	۵۰	۱۰۰	دو بارہ قیادت عظمیٰ پر	
۱۴۵	خطا و کتابت		۱۰۲	دمشق کی فتح	۳۸
۱۴۷	رومیوں کی عظیم الشان تیاریاں	۵۱	۱۰۷	حملہ بجلبک	۳۹
۱۵۰	افسران اسلام کی مجلس شوریٰ	۵۲	۱۱۱	اردن میں مجاہدین کا اجتماع	۴۰
۱۵۳	تمص سے مسلمانوں کا کوچ	۵۳		رومی سرداروں سے حضرت	۴۱
	دربار خلافت	۵۴	۱۱۲	معاذ رضی اللہ عنہ کی دلیرانہ	
۱۵۵	سے نامہ پیام			گفتگو	



صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۲۰۸	حضرت ابو عبیدہؓ کی تقریر	۶۷		حضرت عمرو بن العاصؓ	۵۵
۲۰۹	زعما و اسلام کی تقریریں	۶۸	۱۶۵	کی مدبرانہ کارروائیاں	
۲۱۲	روحی میسرے کا اسلامی	۶۹	۱۶۹	عیسائیوں پر دمیوں کے مظالم	۵۶
	مہینے پر حملہ		۱۷۱	یرموک میں اسلامی اجتماع	۵۷
۲۱۸	حضرت خالد کا بروقت حملہ	۷۰	۱۷۶	مدینہ طیبہ میں اضطراب	۵۸
۲۱۷	اسلامی میسرے پر حملہ	۷۱	۱۸۳	یرموک کی پہلی جنگ	۵۹
۲۲۳	دربار خلافت میں نامہ کفر	۷۲		روحی قاصد امین الامت	۶۰
	قیصر کی شام سے	۷۳	۱۸۹	کی خدمت میں	
۲۲۵	حیرت انگیز وداع			حضرت خالد اور	۶۱
۲۲۷	فتوحات کا سیلاب	۷۴	۱۹۳	باہان کی ملاقات	
۲۳۳	اجنادین کی دوسری جنگ	۷۵		ہامان کا اپنے افسروں سے	۶۲
۲۳۶	بیت المقدس کی فتح	۷۶	۲۰۰	مشورہ اور قیصر کو خط	
۲۴۱	فاروق اعظمؓ کا ورود شام	۷۷		مجاہدین کے متعلق روحی	۶۳
	اہل بیت المقدس	۷۸	۲۰۳	جاسوس کی رپورٹ	
۲۴۳	کیلئے عہد نامہ امن		۲۰۴	یرموک کا فیصلہ کن معرکہ عظیم	۶۴
۲۴۶	امین الامت کے یہاں	۷۹		حضرت ابو عبیدہؓ کی قرأت	۶۵
	امیر المؤمنین کی دعوت		۲۰۵	سے ایک مبارک شگون	
۲۴۷	فاروق اعظمؓ کا خطبہ	۸۰	۲۰۷	حضرت ابو عبیدہؓ کے خواب کی تائید	۶۶



صفحہ	عنوان	نمبر شمارہ	صفحہ	عنوان	نمبر شمارہ
۲۸۱	اخلاص و ایشاء	۸۸	۲۴۹	رومیوں کی آخری قسمت آزمائی	۸۱
۲۸۲	مسلمانوں کی قدر و محبت	۸۹	۲۵۸	فضائل و محاسن	۸۲
۲۸۳	غیر مسلموں سے حسن سلوک	۹۰	۲۶۱	سیرت و اخلاق	۸۳
۲۸۵	{	۹۱	۲۶۲	عبرت پذیری	۸۴
			۲۶۶	محبت رسول	۸۵
۲۸۷	{	۹۲	۲۶۸	تلقین و موعظت	۸۶
			۲۶۹	زہد و استغناء	۸۷



## عرضِ نامہ

تاریخ ہماری قومی زندگی میں ایک شاہراہ ایک مشعل ایک مینار ایک پیش بہا  
 سہ پایہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاریخ کے اوراق اس کی امین قوم کے لئے قابل فخر بھی ہیں  
 اور سالانہ عبرت بھی ان میں چشم بصیرت کے لئے آئینہ ہیں، مسرت ہے، سلیقہ ہے،  
 تازہ اور زندگی ہے، مشیت کی منشا اور فطرت کے آئین کی تفسیر ہے۔ ایک مشہور و تاریخ  
 کے الفاظ میں "تاریخ خدا کی مرضی کا دوسرا نام ہے" اس لفظ میں جتنی قوت جتنی صداقت  
 اور جتنی بلند بانگ سچائی ہے اس کی شہادت تاریخ کے اوراق ہی نہیں اس کہنہ  
 آسمان کے نیچے رہنے، بسنے اور سانس لینے والی ہر مخلوق دے سکتی ہے۔ وہ پہاڑ اور  
 وہ میدان اس کی شہادت دیں گے جو کل کی فتح مند اور آج کی محکوم قوموں کے گھوڑوں  
 کے سموں کی عرصہ گاہ بنے رہے وہ مستحکم قلعے، وہ مضبوط فصیلیں وہ حکمراں قوموں  
 کی عبرت انگیز باقیات اس کی گواہی دیں گی جو اجنٹا اور ایلورا کے غاروں، انکرا  
 اور قرطبہ کے محلوں، عروس البلاد بغداد کی بیہوش کن داستانوں، بابل اور نینوا کے  
 کھنڈروں، چین کے عجائبات، مصر کے اہراموں اور آگرہ کے تاج محل کی صورت  
 میں زمین کی وسعتوں پر آج بھی اپنی عظمت رفتہ کی پر جلال کہا نیوں کو زبان حال سے  
 سنانے میں مشغول ہیں۔ ان کی ظاہری شان و جاہت ان کی نمایاں عظمت ان کے



گہرے تاثر اور ان کے جلال میں شدت ہے تو انائی ہے، مرعوب کن کیفیات ہیں وہ سب کچھ پیچھے جو عروج مند قومیں زوال پذیر باقیات کے لئے دراشت میں چھوڑ جاتی ہیں لیکن ان کے پیچھے ہمیں فطرت کے وہ اصول بھی اپنی اپنی روایتی اور خالی از جذبات مسکراہٹ کے ساتھ کارفرما نظر آتے ہیں جن میں ایک ابدی یکسانیت ہے جو اپنے تاثر، اپنے دائرے اور اپنی دائمی قوت کے انمٹ نقوش تاریخ کے دھندلے اُفق سے لیکر اس روشن اور واضح دور تک کسی نہ کسی شکل میں ثبت کرتے رہے ہیں۔

سب سے بڑی سب سے عظیم اور سب سے اہم میراث جو ایک قوم اپنے بعد آنے والے اختلاف کے لئے چھوڑتی ہے وہ تاریخ ہے۔ تاریخ اپنی قوت، بزرگی، مقصد نصب العین اور زندہ و تابندہ روایات کے پیش نظر قوموں کا واجب العظیم ترکہ ہے وہ ہمیں کمزوریوں کے اسباب، ان کی ریشہ دوانیوں اور زوال و افتراق کے اٹل نتائج سے آگاہ کرتی ہے۔ اس میں فطری ارتقاء کا وہ معرکتہ الآراء اصول اپنے ہر اثر انگیز پہلو کے ساتھ عریاں اور بے پردہ نظر آتا ہے جو نسل انسانی کی اجتماعی بقا ان کے زندہ رہنے، بڑھنے، پھلنے اور پھولنے کے لئے جنت بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلامی تاریخ سے زیادہ صاف، روشن، صحیح اور پر جلال تاریخ شاید کسی قوم کی نہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ کہ وہ دوسری قوموں کے مقابلے میں سب سے کم ہے۔ نئی ہے۔ اسلامی تہذیب اور اس کے شہری دور کی پروردہ ہے۔ ہزار بارہ سو سال کی مدت قوموں اور ملکوں کے معاملوں میں کوئی طویل مدت نہیں ہوتی۔ اسلام ایک برق باد کے بیکراں طوفان کی طرح اٹھا اور فضا کے بسیر پر آنا فانا چھا گیا۔ اس کے لافانی شامیانے کے نیچے آ کر جہاں جلال، عظمت، برگزیدگی اور برتر روحانی قوت



کے علاوہ کچھ نہیں۔ تاریخ نے ایک سلیقہ سیکھا، زمانے نے ایک نئی گروٹی، دنیا نے ایک نیا دستور دیکھا۔ اس نے انسانوں کو ایک لامحدود کوشش، ایک دائمی اصول اور ایک برگزیدہ مقصد عنایت کیا اور انسانیت کو ایک لافانی سہارا اور ایک غیر مبہم منزل اور ایک ابدی مسرت بخشی۔ اس نے آسمان اور زمین کے درمیان بسنے والی عظیم ترسل انسانی کو وہ سب کچھ تحفہ میں دیا جو زندہ ہونے اور ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے۔

ہمیشگی خدا سے بزرگ و برتر کے علاوہ معرض وجود میں آنے والی کسی بھی حرکت کو نہیں ہے جہاں دنیا نے اس نوزائیدہ مذہب کی یلغار کرتی اور اُبلتی قوت کے سامنے بڑی سے بڑی سر بلند طاقتوں پر عجب سلاطین زمین کی چھاتی پر ابھری ہوئی سرنگوں چٹانوں اور منتہائے نظر سمندروں کی مہیب وسعتوں کو سرنگوں ہو پتے دکھا دیے یہ عبرت انگیز و لرزہ خیز نظارہ بھی آج دنیا کے سامنے ہے کہ زمانے کے ایک ہی پلے میں، ایک ہی تغیر اور ایک ہی گروت میں وہ تمام چیزیں، وہ تمام داستانیں، وہ تمام زندہ قومیں تاریخ کے صفحات پر "سنذات" بن کر رہ گئیں جن میں پہاڑوں کا جلال اور آسمانوں کی لامحدود رفعتیں تھیں، جن میں آسودگی اور مسرت تھی، جن میں زندگی اور زندگی کی عظمتیں نہاں تھیں جن کے اصول فطرت کے سب سے زیادہ ہم آہنگ تھے۔

اجتماعی کمزوریاں آپس کی نا اتفاقی، اصولی اختلاف، باہمی آویزش منزل سے بے رخی اور نصب العین سے بے توجہی وہ اہلک امراض ہیں جو بے خیالی میں اقبال مند قوموں کی شہ رگ سے عین ان کے غروج کے واسطے میں چھٹ جاتے ہیں۔

(مطبوعہ مکتبہ مولانا محمد امجد علی)



اور پھر گھن کی طرح آہستہ آہستہ اٹھیں مگر وہ کر کے پستی اور ہلاکت کے گڑبڑوں میں ڈھکیں دیتے ہیں اس طرح کہ ذوال آرمادہ قوموں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا۔ وہ ان کے خواب آور لیکن مہلک ترین اثرات کے سامنے بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔

آج ہندوستان کے برصغیر میں مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ وہ بے چارگی، بے بسی اور احساس کمتری کے جان لیوا احساسات کے درمیان

محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔ انھیں اپنی موجودہ پستیوں میں رہتے رہتے یہ خیال

تاک نہیں آتا کہ انہوں نے پورے ایک ہزار سال تک دنیا کی ہر ممکن رفعتوں

پر اپنی مسندیں بچھائی ہیں۔ ان کے اقبال مند اسلاف نے دنیا کے گوشہ گوشہ

میں اپنی شان و شوکت، ذہانت، عظمت اور علم و فضل کی قندیلیں ایک عرصہ تک

روشن رکھی ہیں۔ ان کے فتح مند پہچوں نے پوری دس صدیوں تک دنیا کی

مشوارترین گزرگاہوں اور ناقابل عبور بلندیوں پر اڑائیں کی ہیں۔ انھیں اسکا

احساس ہی نہیں کہ اسلام کے زیر اصول وقتی اور لافانی نہیں ہیں۔ وہ اتنے

ہی مضبوط، اتنے ہی قوی، اتنے ہی لا محدود اور اتنے لافانی ہیں جتنے کہ روز اول

تھے۔ ان کے جذبات میں زندگی پیدا کرنے اور ان کے تھکے ہوئے اعصاب

میں نئے سرے سے روح پھونکنے کے لئے یہ واحد چارہ کار ہے کہ تاریخ کا

آئینہ ان کے سامنے رکھ دیا جائے۔ ان کی گزشتہ عظمت و سطوت کے خاکے

یلا کسی رنگ آمیزی کے ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں تاکہ وہ اپنی مسخ شدہ

صورتوں کے مقابلے میں روشن اور تابناک چہرے بھی دیکھ سکیں۔ اپنے

اسلاف کی برتری کے مقابلے میں وہ اپنی کمزوریوں کا احساس کریں، احتساب



کریں۔ انہیں فنا کر دیں، ان کا گلا گھونٹ دیں اور تپ وہ دیکھیں گے کہ ایک بار پھر دنیا کی دیر ان فضا میں ان کے نعروں سے وہی ہیبت، وہی تھر تھراہٹ اور وہی مرعوب کن تاثر اسی اپنی گزشتہ عظمت کی یاد کس طرح تازہ کر رہا ہے۔

۱۔ اسراہادی اپنی تہی مانگی، حوصلہ فرساست شکات اور ماحول سے گراں بار ہونے کے باوجود یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ وقت کی اس سب سے

بڑی اور اہم ضرورت کا زیادہ سے زیادہ احساس کرے گا اور ایسا لٹریچر کثرت

کے ساتھ شائع کرے گا جس سے نثر مردہ میں از سر نو جان آ جانے کا ذرا سا بھی امکان ہو سکتا ہے "فاتحہ شاہر" اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے

اس کے بعد اس سلسلے کی اور بھی کتابیں شائع ہوں گی۔ ہمارے سامنے ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ بڑا ہی سخت اور بہت آزا مرحلہ۔ ہمیں اعتراف

ہے کہ ہم اکیلے بغیر کسی دوسری مدد کے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اس کے لئے ہمیں ان لوگوں کی امداد و تعاون کی بھی ضرورت ہے جن کے لئے ہم

یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ مسلمان اب بھی سب کچھ کر سکتے ہیں بشرطیکہ ان کو اس کا احساس دلا دیا جائے۔ ہم آپ سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں

چاہتے کہ اگر آپ اس سلسلے کو مفید اور کارآمد سمجھتے ہیں۔ اگر آپ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ان کی اہمیت کی بد حالی کا ذرا بھی

احساس ہے تو آپ اپنی بساط کے مطابق ہر ممکن کوشش اور بہت افزائی سے ہمیں شہمت اور بہرہ اندوز ہونے کا موقع عنایت فرمائیں۔ اس تبلیغی پروگرام

کی زیادہ سے زیادہ اشاعت اور اس میں حصہ لینے کی سعی تبلیغ کو اپنے ساتھ



دوسروں تک بھی زیادہ سے زیادہ وسیع فرما کر یہ ثابت کر دیں کہ مسلمان من حیث القوم اب بھی مردہ نہیں زندہ ہے اور اس زندگی کے لئے وقت پڑنے پر وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اگر ہم وقت کی آواز پر لبیک کہہ کر اس کی ضرورت کا صحیح احساس کر کے ایک ساتھ اس سے عہدہ برآ ہونے اور اس سے نبٹ لینے پر آمادہ ہو جائیں تو آج بھی ہم "خیرالاحم" ہونے کے اسی فخر اور اسی اعتماد کے ساتھ حق تعالیٰ ہوں گے جو خیر القرون کے مسلمانوں کا خصوصی اور نمایاں امتیاز رہا۔

زیر نظر کتاب کی تصحیح اور کتابت میں بڑی کاوش اور جاں نثاری سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس کے بعد بھی اگر کوئی غلطی یا فرقہ گزاشت اس میں نظر آئے تو اس سے مطلع فرما دیجئے۔ انٹرنیشنل سروسز اینڈ پبلیشنگ میں اس کی تلافی کر دی جائے گی۔ وما توفیقی الا باللہ۔

العام الہی عثمانی  
ناظم مکتبہ ہادی۔ دیوبند



# تقاریر

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب نامہ جامعہ العلماء دہلی

دنیا میں فاتح بہت سے گزرے ہیں۔ تاریخ ہمارے سامنے سکندر اعظم، اشوک، ہاکو خاں، چنگیز خاں، نادر شاہ اور نپولین بوناپارٹ جیسے نام پیش کرتی ہے جن کی شجاعت، شوکت و سلطوت۔ دلیری اور مردانگی نے ان کو اپنے زمانہ کا فاتح اعظم اور کشور کشا بنایا۔ لیکن ان کی فتوحات کا مقصد کیا تھا؟ ملک گیری، نام آوری زیادہ سے زیادہ اپنے ملک یا اپنی قوم کی سر بلندی اور برتری۔

لیکن کیا آپ کو دنیا میں ایسے فاتح بھی ملتے ہیں جنہوں نے فتوحات اس لئے کی ہوں کہ صداقت اور سچائی کا بول بالا ہو۔ عیش پرستانہ ملوکیت کا قلع قمع ہو تاکہ بھائی بھائیوں کی نفسانی اغراض کی تحقیر مشق انسانیت۔ اپنی کمر کا بوجھ ہلکا کر سکے۔ اور وہ تباہی اور بربادی اور وہ خسارہ جو ارباب حکومت یا اہل ثروت کی حرص و طمع کے باعث پھیلا ہوا ہے جس سے فلاکت زدہ کمزور انسانوں کی بے شمار جماعتیں انسانی زندگی کی شرافت و عظمت سے محروم کر دی گئی ہیں اس کا خاتمہ ہو۔

کیا آپ کو ایسے کشور کشا ملتے ہیں جو تاج و تخت اور خزانوں و دفائن کے



مالک بھی ہوں اور دنیا سے متنفر اور کنارہ کش بھی ہوں۔ ان کے یہاں مال غنیمت کے  
 بھرنے والے فرس خاک کے مقابلہ میں حقیر ہوں۔ ایوان کسریٰ کے گلشن نہا قالمین  
 کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا جائے مگر یہ گوارا نہ کیا جائے کہ خانہ خدا یا  
 دربار خلافت کے سنگریزوں کا گرد پوش بن سکے۔

جن کو ظلم سے یہاں تک نفرت ہو کہ موسم سرما کی بارش میں رات کو بیٹھے  
 نہ ہیں مگر یہ گوارا نہ ہو کہ مضموحہ خمیوں میں سر چھپائیں۔ کیونکہ جس حکومت نے  
 ان کو نبوایا تھا وہ ظالم تھی۔ جو روپیہ ان میں صرف ہوا وہ ظلم کا روپیہ تھا۔

جن کی فتوحات کا منشا ہرگز یہ نہ ہو کہ مخلوق خدا میں سے کسی کو برتر و  
 بالا اور کسی کو پست و ذلیل کریں بلکہ منشا صرف یہ ہو کہ رب العالمین کی خوشنودی  
 حاصل ہوں اور دار آخرت اپنی تمام خصوصیتوں کے ساتھ ان کے حصہ میں آئے۔ جسکے  
 متعلق مالک یوم الدین کا اعلان یہ ہے۔

تِلْكَ النَّاسُ الْأَخْرَجْنَا مِنْهَا لِلَّذِينَ  
 لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ  
 وَلَا فَسَادًا

یہ دار آخرت ہے اس کو ہم انھیں کے لئے  
 مخصوص کریں گے جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے  
 ہیں اور نہ فساد چاہتے ہیں۔

یعنی وہ حق و صداقت، عدل و انصاف کی مساویانہ زندگی کے حامل ہیں  
 اور اسی کو قائم اور پائیدار بنانا ان کی تمام جدوجہد کا محور اور ان کی تمام  
 زندگیوں کا مقصود ہے، جو مخلوق کی گردنوں کو ان آقاؤں کی چہرہ دستیوں  
 سے نجات دلاتے ہیں جو کمزوروں اور زیر دستوں کے معاذ اللہ۔ اور  
 خدا بن بیٹھے ہیں۔



نوع انسان کے تمام طبقات کے لئے ان کی دعوت یہ ہوتی ہے:-

تعالوا الی کلمۃ سوائے  
 بینا و بینکم ان لا نعبد  
 الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً  
 ولا یتخین بعضنا بعضاً ارباباً  
 من دون اللہ -  
 اور ایک ایسے اصول کی طرف جو ہمارے  
 اور تمہارے درمیان مساوی طور پر مسلم  
 ہوگا کہ ہم ایک اللہ کے سوا کسی کی پرستش  
 نہ کریں، کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں  
 اور اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب  
 (آقا و مالک) نہ مانیں۔

اسلام کے دور اول کے فاتحین انہیں اصول کے گردیدہ تھے۔ یہ اصول  
 ان کی فطرت و طبیعت بن گئے تھے۔ ان کے تمام جذبات تمام احساسات  
 انہیں اصول کے لئے وقف ہو گئے تھے۔ وہ ان کے دوست تھے جن کو ان  
 اصولوں سے محبت تھی۔ جو ان اصولوں کے مخالف تھے۔ وہ ان کے ذاتی مخالف  
 تھے۔ انہوں نے ہر چیز کو ان اصول پر قربان کر دیا۔ اپنی دولت و ثروت و عزت  
 و جاہلیت، اپنی راحت و عافیت غرض ہر محبوب چیز کو ان اصول پر قربان کر دیا  
 حتیٰ کہ اگر ضرورت پیش آئی تو اپنی رشتہ داری اور پدری یا مادری شفقت کو بھی  
 ان اصول پر قربان کر دیا۔

انہوں نے انوث اور بھائی بھارہ ان سے قائم کیا جو ان اصولوں کے حامی  
 ہوئے۔ مدینہ کے کاشتکار جو تہذیب و تمدن کے لیجانے سے مکہ والوں سے اپست  
 مانے جاتے تھے وہ ان کے عزیز دوست۔ عزیز بھائی اور عزیز رشتہ دار ہو گئے  
 کیونکہ انہوں نے ان اصول کو تسلیم کر لیا تھا۔ اور مکہ کے خود دار و عبور اور مغرور شرفاء



جوان کے عزیز تھے جو نسل اور خاندان کے لحاظ سے ان کے باپ، بھائی یا چچا تھے ان کے حزب مخالف اور فریق محارب بن گئے کیونکہ انہوں نے ان اصولوں سے اعلان جنگ کیا تھا۔ لہذا ان حضرات نے بھی اس کو قبول کیا اور پھر نہ باپ کے ساتھ رعایت برتی نہ بہن اور بھائی کے ساتھ۔

امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ انھیں فاتحین میں سے ہیں جن کی سیرۃ مقدسہ کے چند اوراق آپ کے سامنے ہیں۔

مولانا ابو محمد امام الدین صاحب نے اس کو مرتب کر کے مسلمانان ہند پر احسان کیا ہے اور امید ہے کہ مسلمان جناب قادی انعام الہی صاحب عثمانی کی اس خدمت کی بھی قدر کریں گے کہ آپ نے اس کی طباعت کا بارگراں برداشت کیا۔

محمد میاں

۹ زدی الحجہ ۱۳۶۹ھ

۲۲ ستمبر ۱۹۵۰ء



حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی نام ندوۃ اہل ہند  
مصنفین دہلی

کامل ابن اثیر اور تاریخ کی دوسری کتابوں میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی  
میرزولی اور ان کی جگہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے تقرر کے سلسلے میں جب  
پہلی دفعہ میں نے امین الامۃ کے نام فاروق اعظم کا یہ حکم نامہ پڑھا۔

”خالد کی مشکایں ان کے عمامے سے باندھو۔ ٹوپی سر سے اتار کر اٹھین

جمع عام میں کھڑا کرو اور جن الزامات کی ان کے متعلق شہرت ہو گئی ہے

ان سے ان الزاموں کا جواب طلب کرو“

اور پھر اس حکم کی تعمیل کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کرا لی گئی، سیف اللہ

اور امین الامۃ دونوں بزرگوں کی جانب سے جذبات اطاعت و احترام اور بے نفسی

اور ایثار کا جو بے مثال نمونہ پیش کیا گیا کہ خالد اسی حالت میں بہ بلا اعلان کرتے ہیں

وَلِيَّ عَلَيْكُمْ اٰمِنٌ هٰذَا الْاٰمَةِ اور ابو عبیدہ بے جھجک یہ حدیث بتاتے

ہیں سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان خالداً

لسیف من سیوف اللہ اور خالد کے جوابات سن کر اپنے ہاتھ سے ٹوپی

ان کے سر پر رکھتے ہیں، عمامہ باندھتے ہیں اور فرماتے ہیں :-

”ہم اپنے امیر اور والی کے احکام سننے اور ان کی پیروی کرتے

ہیں اور اپنے بھائیوں کی تعظیم و تکریم اور خدمت کرتے ہیں“

اسی وقت سے ہی چاہتا تھا کہ اس عظیم المرتبہ صحابی رسول اللہ کے سواں جیسا

اور کارناموں پر اردو میں کوئی مستقل کتاب لکھی جائے جس کی معیشت کی



بے سرد سامانی اور طرز بودماندگی سادگی کو دیکھ کر فاروق عظیم حبیباً خلیفہ برحق  
بھی کہہ اٹھا تھا۔

”ابو عبیدہ! دنیا کی راحت سامانیوں نے ہم سب کو اپنی جگہ سے ہلا دیا  
ایک تم ہو کہ ٹس سے مس نہیں ہونے اور اسی پہلی حالت پر قائم ہو“  
یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ فاروقی انعام الہی صاحب عثمانی نے مولانا ابو محمد امام البرین  
صاحب کو اس اہم خدمت کے لئے آمادہ کر لیا اور موصوف نے اس موضوع  
پر ایک مبسوط اور معتبر سیرت مرتب کر دی۔

انہما فی عدم الفرصتی کے باوجود میں نے نہایت شوق سے کتاب کے  
جستہ جستہ حصوں پر نظر ڈالی، یقین ہے ”فاتحہ مشاعر“ کے مطالعہ سے

۱۵ اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۴۹

اسی کتاب کی تیسری جلد کے یہ جملے بار بار پڑھنے کے لائق ہیں :-  
”لما قدم عمر بن الخطاب الشام فلقاه امرأه الاجناد وعظماؤاہل الارض  
فقال عمر این اخی؟ قالہ من ہذا؟ قال ابو عبیدہ ہذا الویاتیک  
الآن؟ قال ہجاء علی ناقۃ مخطوۃ بہ بحبل تسلیم علیہ وسأله  
ثم قال للناس الفرقوا عنا فبارمہ حتی اتی منزلاً فسرل علیہ  
فسلم فی بیتہ الاسیفہ وترسمہ فقال عمر لواتخذت متاعاً قال  
ابو عبیدہ یا امیر المؤمنین ان ہذا سیبنا المقل وقال لودوت  
انی کنت زماماً تسفیئ الیرح فی یوم عاصف حثیث“



مسلمانوں میں جو اس وقت بے یقینی اور تذبذب کے دلدل میں پھنسے ہوئے  
ہیں ایک جدید دلولہ حیات پیدا ہو گا اور وہ "امین الامت" کی سیرت سے  
ملکوں کو فتح کرنے کے بجائے دلوں کو فتح کرنے کا دار معلوم کر سکیں گے۔

میں ملت سے اس ایمان افروز تالیف کے مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں  
فاضل مولف کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ دوسرے ایڈیشن کے لئے  
نظر ثانی کے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں جن کا ذکر اس ایڈیشن میں  
رہ گیا ہے یا کم سے کم فہرست میں ان کا عنوان نہیں ملتا۔

عقین الرحمن عثمانی

۹ رزی الحجہ ۱۳۶۹ھ







## ملک شام کا جغرافیہ

اس کتاب کے اکثر و بیشتر احوال و واقعات ملک شام سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کا نقشہ اور مختصر جغرافیہ دے دیا جائے۔

جس زمانے کے حالات و واقعات سے اس کتاب کا تعلق ہے شام میں وہ تمام ملک شامل سمجھا جاتا تھا جو دریائے فرات اور بحیرہ روم کے درمیان واقع ہے، اس کے علاوہ فنیقیہ (فینیشیا) اور فلسطین کے علاقے بھی اس میں داخل تھے۔

رومیوں کے قبضہ و تصرف سے پہلے ملک شام میں متعدد آزاد حکومتیں قائم تھیں مگر اب پورا ملک قسطنطنیہ کی رومی شہنشاہیت کے زیر نگیں تھا جس کا تاجدار قیصر ہرقل تھا۔

یہ ملک نہایت سرسبز و شاداب، زرخیز اور خوش منظر تھا۔ عور (طایر) اور صیدا (سیدون) دو بڑے بحری مرکز تجارت تھے۔

شام کا پورا ملک چار حصوں میں منقسم تھا، جن کے نام یہ ہیں: فلسطین، اردن، حمص اور دمشق۔

فلسطین کا علاقہ اس خطہ کے جنوب میں واقع ہے جو کوہ قریں سے لیکر ظہریہ جھیل کے انتہائی شمالی گوشہ تک اور دریائے اردن سے لیکر بحیرہ روم تک



پھیلا ہوا ہے۔ اس علاقے میں قیساریہ - اریما - بیت المقدس - زغارہ وغیرہ متعدد  
 مستحکم قلعے تھے جو علاقہ بحیرہ لوط کے جنوبی گوشہ سے لے کر خلیج عقبہ تک  
 پھیلا ہوا ہے وہ بھی فلسطین ہی میں داخل تھا۔ اس خطہ کے شمال میں اردن  
 (جورڈن) کا صوبہ تھا، جس میں عکہ (اکبر) اور صور محفوظ مقامات تھے۔  
 وادی اردن کے مشرق اور جھیل طبریہ کے جنوب میں حوران کی سطح  
 مرتفع واقع تھی۔

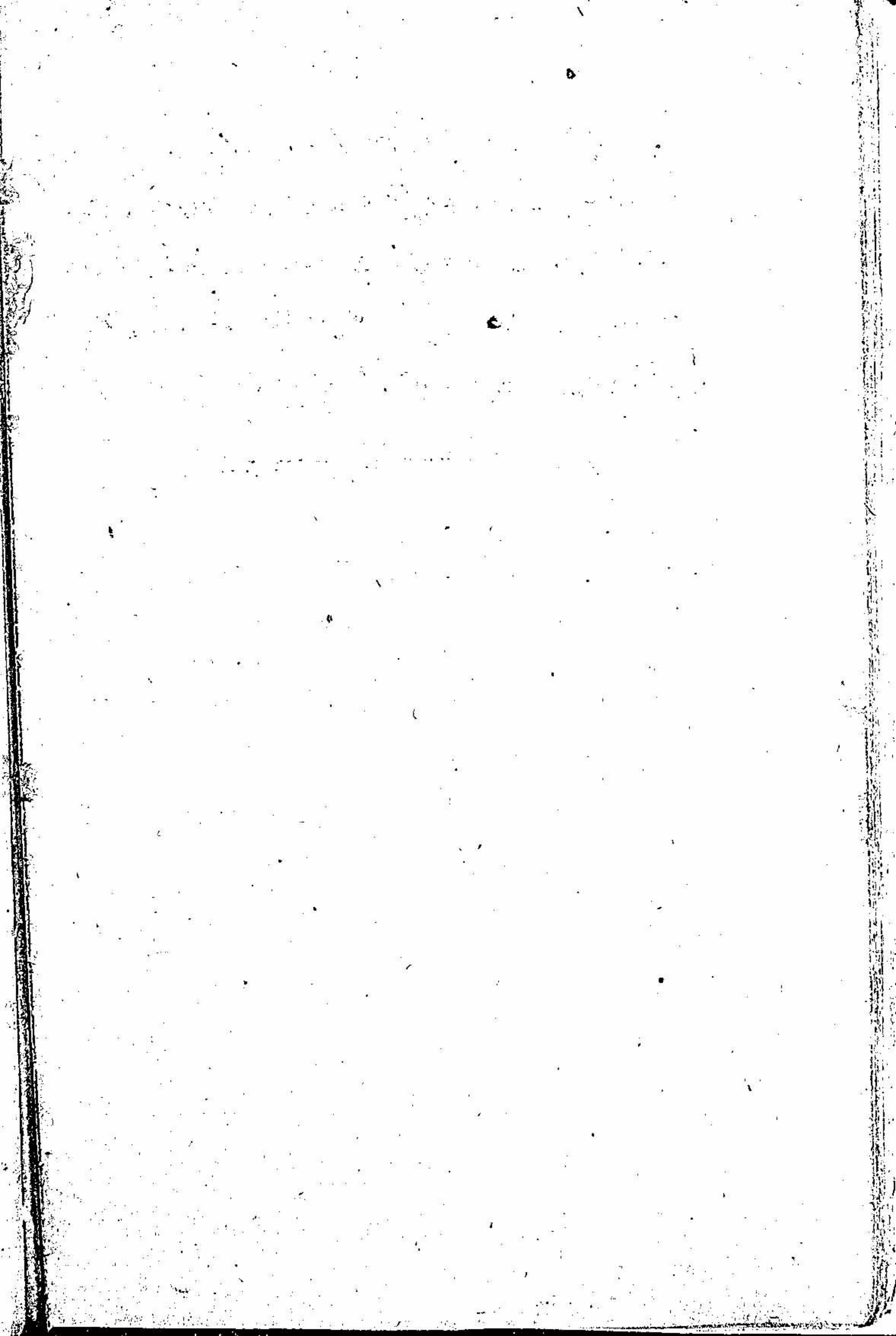
شام کے معرکوں میں سب سے بڑا معرکہ یرموک کے مقام پر واقع ہوا  
 یرموک ایک چھوٹا سا دریا ہے جو حوران کی اسی سطح مرتفع سے نکل کر جھیل  
 طبریہ سے چند میل جنوب میں دریائے اردن سے مل جاتا ہے۔ اس مقام  
 اتصال سے کوئی تیس میل اوپر کی جانب شمال دریا کا موڑ نصف دریا کا موڑ  
 نصف دائرہ کی شکل میں واقع ہوا ہے جس سے ایک ایسا وسیع میدان پیدا  
 ہو گیا ہے جو ایک بڑی فوج کے اترنے کے لئے کافی ہے۔ دریائے یرموک  
 کے ساحل ڈھلوان نہیں ہیں۔ ناہوار اور گھڑے ہیں۔ اس نصف دائرے  
 کی گردن پر ایک غار ہے جس سے میدان کے اندر جانے کا راستہ ہے  
 جسے واقعہ کہتے ہیں۔ رومی فوج نے اسی میدان کو اپنا مستقر بنایا تھا۔  
 فلسطین کے شمال میں وہ ذرخیر علاقہ تھا جسے رومی سیریا اور عرب  
 شام یا بر الشام کہتے ہیں۔ اس میں حلب، حمص، انطاکیہ وغیرہ بڑے  
 بڑے تاریخی شہر آباد تھے۔ اور ان شہروں میں رومیوں کی زبردست  
 فوجیں متعین تھیں۔ انطاکیہ شام کا پایہ تخت تھا۔ یہیں رومی وائسرائے



رہا کرتا تھا۔ ہرقل شام آتا تو وہ بھی یہیں ٹھہرتا، اس علاقہ میں حمص ایک  
 بڑا اور قدیم شہر تھا۔ ہاں سورج کا سیکل کھٹا۔ جس کی زیاست کے لئے  
 دُور دراز ملکوں سے لوگ آیا کرتے تھے اسی علاقہ میں حماق، لا ذنیہ،  
 اور سلمیہ بھی تھے۔ شہر مؤلفکہ جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے اور  
 جسے عذاب الہی نے اُلٹ دیا تھا۔ اسی سلمیہ کے قریب واقع بتایا جاتا ہے۔

---







بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله  
سيدنا محمد وآله واصحابه اجمعين

اسلام اپنے ہر پیر و سے دو مطالبے کرتا ہے ایک تو یہ کہ جو شخص مدعی  
اسلام ہو وہ اپنی پوری زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھال دے، اور دوسرے یہ کہ  
اس نے جس طرح اسلام کو یہ سمجھا کہ قبول کیا ہے کہ اسکی اور ساری انسانیت کی فلاح و بہبود  
کا واحد ضامن و کفیل وہی ہے، اسی طرح وہ اسے دوسرے انسانوں تک پہنچانے  
کی بھی تنا امرکان جدوجہد کرتے۔ اور اس کے تحقق و بقا کو اپنا فرض سمجھے۔

یہ دونوں مطالبے کچھ ایسے نہیں جو اسلام کے ساتھ خاص ہوں ہر دین اور ہر  
نظام زندگی اپنے متبعین سے یہی مطالبات کرتا ہے۔ مثال کے لئے جمہوریت  
اور اشتراکیت کو لے لیجئے، کوئی جمہوری نظام اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا  
کہ اس کے ماننے کا دعویٰ کرنے والے اور اپنے کو اس کا پیرو کہنے والے اشتراکی  
صوبوں و اعمال کے پابند ہوں، بالکل اسی طرح کوئی اشتراکی نظام اسے جائز نہیں



رکھ سکتا کہ اس کے علمبرداران و متبعین سر یا یہ دارانہ اصول و افکار رکھتے ہوں۔ اور سر یا یہ دارانہ زندگی گزارتے ہوں۔ اگر کسی جمہوری نظام کے حلقہ اقتدار و تصرف میں اشتراکی عقیدے و عمل کے لوگ ہوں گے تو وہ جمہوریت کے حریف اور مقابل سمجھے جائیں گے، اور اشتراکی نظام میں جو لوگ جمہوری عقائد و اعمال کے پابند ہوں گے وہ اشتراکیت کے مخالف اور دشمن قرار دیئے جائیں گے۔

یہ تو بہت واضح منافات ہیں۔ کسی جمہوری نظام کے نزدیک اس کے پیرو و نکی یہ بے راہ روی بھی قابل درگزر نہیں ہو سکتی کہ ان کی زندگی کا کچھ حصہ تو جمہوریت کے مطابق ہو اور کچھ مخالف۔ مثلاً وہ عقیدے اور کچھ خانگی معاملات میں تو جمہوریت پسند ہوں اور اجتماعی مسائل، سیاسیات و ادبیات اور معاشیات وغیرہ میں اشتراکی اسی طرح کوئی اشتراکی نظام اپنے متبعین کی اس بے اصولی کو روکا نہیں رکھ سکتا کہ وہ اپنی زندگی کے کچھ مخصوص حصوں میں تو اشتراکی ہوں اور باقی معاملات میں اس سے بالکل آزاد کہ ان میں جو طرز عمل چاہیں اختیار کریں۔

پھر اسلام اسے کیونکر برداشت کر سکتا ہے، کہ کوئی فرد یا گروہ دعویٰ تو ایمان اور اسلام کا کرتا ہو لیکن اس کے اعمال و افعال اور اخلاق و کردار اسلام کے منافی ہوں اسلام تو دوسرے تمام نظام ہائے زندگی سے کہیں زیادہ باریک بینی نقاد ہے اور اپنے پیروؤں پر کڑی نظر رکھتا ہے۔ وہ ان کی زندگی کو اپنے پیش کردہ نقشے و عزم و خلاف دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ اس لئے کہ وہ کوئی انسانی نظام زندگی نہیں بلکہ ربانی نظام حیات ہے۔

جہاں تک دوسرے مطالبے کا تعلق ہے۔ یعنی اسلام کو دوسروں تکسب پہنچانا اور



اسکی اشاعت و ترقی اور اس کے استحفاظ و استحکام کی سعی کرنا یہ بات بھی ہر نظام میں پائی جاتی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ جمہوریت و اشتراکیت کے علمبرداران نظام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کیا کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ دل و دماغ، زبان و قلم، علم و حکمت، مال و دولت، زور و قوت، جنگ و پیکار، اتحاد و اشتراک، غرض کونسا ذریعہ اور کونسا طریقہ ہے جس سے کام نہیں لیا جا رہا ہے، بہر کیف اپنے پیرووں سے اسلام کے یہ مطالبات کہ وہ اپنی زندگیوں کو اس کے پیش کردہ نقشے کے مطابق بنائیں اور اس کی ترویج و دعوت اور حفاظت و بقا کے لئے جدوجہد کریں، بالکل فطری ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ اسلام اپنے پیرووں کی زندگی کا کونسا نقشہ پیش کرتا ہے اس کے لئے قرآن کریم کے مطالعے کی ضرورت ہوگی، جو اسلامی زندگی کا دستور اساسی ہے۔ اس غرض سے یہاں قرآن کریم کے چند مقامات پیش کئے جاتے ہیں۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ  
 قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ  
 مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
 وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ  
 وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي  
 الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ  
 وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ  
 وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ  
 الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ

انکی اور بھلائی کی راہ یہ نہیں ہے کہ تم نے عبادت کے وقت، اپنا منہ پوربھی طرف پھیر لیا یا بچھم کی طرف کر لیا (یا اسی طرح کی کوئی دوسری بات رسم و رواج کی کر لی، نیکی کی راہ تو ان لوگوں کی راہ ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر، اور خدا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں، خدا کی محبت کی راہ ہیں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیتے ہیں اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا



وَالْمُؤْمِنُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا  
عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ  
فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَ  
حِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ  
صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ  
الْمُتَّقُونَ ۝

(ابتقرہ پ ۲)

انسان ہیں۔

کرتے ہیں۔ اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں۔ جب قول  
و قرار لیتے ہیں تو اسے پورا کر کے رہتے ہیں۔ تنگی و  
مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کا وقت  
ہر حال میں صبر کرنے والے (اور اپنی راہ میں ثابت قدم،  
ہوتے ہیں تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو دنیا کی راہ میں،  
سچے ہوئے اور یہی ہیں جو دنیاوں سے بچنے والے

۲

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ  
عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَابَتْ  
الْجَهْلُونَ قَالُوا سَلَامًا  
وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ  
لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا  
وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ  
عَنَّا عَذَابَ الْجَهَنَّمَ قَدْ عَلِمْنَا  
عَذَابَهَا كَانَتْ غَرَامًا  
وَمَقَامًا وَالَّذِينَ إِذَا  
أَفْتُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا لَا تَنْفِرُوا

اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر متانت و سکون  
کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ (ان سے جہالت  
و بدکلامی) کی باتیں کرتے ہیں تو وہ انہیں (بدکلامی  
کے ساتھ جواب نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ سلامت رہو  
اور جو اپنے پروردگار کے حضور سجدہ اور قیام کی  
حالت میں رات گزارتے ہیں اور وہ جو دعائیں مانگتے  
ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کے عذاب کو  
دور رکھو، بے شک اس کا عذاب (ایک) مستقل  
(عذاب) ہے بے شک جہنم برا ٹھکانا اور بدترین  
مقام ہے اور وہ جو خرچ کرنے میں نہ اسراف سے  
کام لیتے ہیں۔ اور نہ کوتاہ دستی سے بلکہ ان دونوں



کے درمیان اعتدال کے ساتھ ترویج کرتے ہیں، اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور وہ جو کسی نفس کو جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے ناحق قتل نہیں کرتے، اور وہ جو زنا نہیں کرتے اور جو شخص پر کام دشمنی، قتل ناحق اور زنا، گھسے گا تو وہ سخت گناہ میں مبتلا ہو گا اور قیامت کے روز اسے ایسا عذاب دیا جائیگا، جو برابر بڑھتا رہے گا اور وہ بحالت ذلت و خواری ہمیشہ اسی عذاب میں پڑا رہیگا۔ مگر ان کاموں کے بعد جس نے توبہ کی، ایمان لایا، اور اچھے کام کئے تو ایسی تمام لوگوں کی بدیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دیگا۔ اور اللہ بڑا آمرزگار اور بڑا مہربان ہے اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کئے، تو حق یہ ہے کہ وہی اللہ کی جانب واقعی رجوع کرتا ہے، اور وہ جو غلط اور باطل کاموں کے پاس نہیں جاتے۔ اور جب رات آفاقی کسی نعو کام کے پاس سے ان کا گزر ہو جاتا ہے تو وہ شریفانہ طور پر وہاں سے گزر جاتے ہیں اور وہ لوگ کہ جب ان کے پردردگار کی آیتوں کے ذریعہ ان کو نصیحت کی جاتی ہے۔ تو وہ ان آیتوں پر بہت

وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا وَ  
 الدِّينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ  
 إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ  
 الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَ  
 لَا يَزْنُونَ وَ مَنْ يَفْعَلْ  
 ذَلِكَ يَلْقَ أَثَمًا  
 يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ بِوَأْتِ  
 الْقِيمَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا  
 إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَ  
 عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا  
 فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ  
 حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا  
 رَحِيمًا وَ مَنْ تَابَ وَعَمِلَ  
 صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا  
 وَالدِّينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ  
 وَإِذَا مَرُّوا بِاللُّغُومِ مَرُّوا كِرَامًا  
 وَالدِّينَ إِذَا ذُكِّرُوا  
 بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخْفَوْا  
 عَلَيْهَا صَمَا وَ



وَعَمِيَانَا

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا

هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّتًا

مَسْرُورَةً وَأَعِينِنَا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا

أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا

وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا

خَالِدِينَ فِيهَا حَسْبُكَ

مُسْتَهْرًا وَمُقَامًا (الفرقان پ ۱۹)

اور اندھے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ انکو غور و فکر سے سنتے ہیں) اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے رب ہماری بیویوں کو ہماری اولاد سے ہم کو آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں متقیوں کا امام بنا، یہی لوگ ہیں (جو ان اعمال و اخلاق پر) ثابت قدم رہنے کی جزا میں قصر (جنت) پائیں اور اس میں فرشتے تھیجہ اور سلام کے ساتھ ان سے ملاقات کریں گے، یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ بہترین مستہرا اور مقام ہے۔

عق

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا

إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا

وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا

إِلَّا الْمُصَلِّينَ

الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ رَأْفُونَ

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّا ذُكِّرُوا بِهَا لَئِيْلًا

لِلنَّاسِ وَالْمُحْرَمِينَ

وَالَّذِينَ يُصَلُّونَ إِتِمَامًا

وَتَحِيَّةً

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّا ذُكِّرُوا بِهَا لَئِيْلًا لِلنَّاسِ وَالْمُحْرَمِينَ

بلاشبہ انسان بڑا اہست جو صلہ پیدا ہوا ہے، جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔ اور جب سائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔ مگر نماز گزار جو اپنی نمازوں کی مداومت رکھتے ہیں اور جن کے مالوں میں سائل و محروم کا بھی حصہ مقرر ہوتا ہے اور جو روزہ کو صحیح سمجھتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں، بے شک ان کے پروردگار کا عذاب ہے ہی ایسا کہ اس سے بے خوف نہ ہوا جائے۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے کہہ دینے پاس جانے پر انھیں کچھ ملامت نہیں اور جو لوگوں کے



سوا اور کے خواستگار ہوں وہ حد سے تجاوز کر چلے نہ  
ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اقراروں کا پاس کرتے ہیں  
اور جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں اور جو اپنی نماز  
کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ یا عہدائے بہشت  
میں عزت و اکرام سے سرفراز کئے جائیں گے۔

وَرَأَىٰ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَدُونَ ۝  
وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَدْوُهُمْ  
وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ قَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ  
عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يَحْفَظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ فِي  
جَنَّةٍ مُّكْرَمُونَ ۝ (معارف، پ ۲۹)

اور جو کبیرہ گناہوں اور بے حیالی کی باتوں سے اجتناب  
کرتے ہیں اور جب انہیں عہد آتا ہے تو معاف  
کر دیتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کا حکم قبول  
کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے معاملات  
ہا بھی مشورے سے انجام دیتے ہیں اور ہم نے  
انہیں جو کچھ عطا کیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں

وَالَّذِينَ يَحْتَسِبُونَ كِبِيرَ الْأَثَمِ  
وَالْفَوَاحِشِ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ  
يَخْفَرُونَ ۝ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ  
وَاقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ  
بَيْنَهُمْ وَهُمْ سَارِقَتُهُمْ يَنْفِقُونَ ۝

د شوریٰ، پ ۱۵

محمد خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں  
وہ کافروں کے سختی میں تو سخت ہیں اور آپس میں  
جم دل دے دیکھنے والے، تو ان کو دیکھتا ہے کہ  
وہ رکوع اور سجدے کی حالت میں خدا کا فضل  
اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرتِ سجود  
کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔

مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ ۝ وَالَّذِينَ  
آمَنُوا عَلَىٰ الْكُفَّارِ رَحْمًا مِّنْ بَيْنِنَا  
تَرْتَمُونَ رُكْعًا سَجْدًا يَتَّبِعُونَ خُضُوعًا  
مِّنْ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ذَٰلِكَ سِيمَا  
فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۝

(فتح پ ۲۶)



إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
 أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآن لِيُجْزِيَ  
 بِمَا تَلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ  
 وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ  
 وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۗ وَ  
 مَنْ أَوفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ  
 فَاسْتَبْشِرْ ۗ وَابْتَئِ عِنْدَ  
 اللَّهِ بِمَا يَعْزُبُ عَنْهُ  
 وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ  
 السَّائِبُونَ الْعَبَدُونَ  
 الْحَامِدُونَ السَّاجِدُونَ  
 الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ  
 وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
 وَالْحَافِظُونَ  
 كَذُوِّ اللَّهِ ۗ  
 وَ  
 كَبَشِيرِ

بلاشبہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لیں  
 اور ان کے مال بھی، اور اس قیمت پر خرید لیں  
 کہ ان کے لئے بہشت (کی جاودانی زندگی) ہو،  
 وہ کسی دنیوی مقصد کی راہیں نہیں بلکہ اللہ  
 کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، پس مارتے بھی ہیں اور  
 مارے بھی جاتے ہیں یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہو چکا،  
 (یعنی اس نے ایسا ہی قانون ٹھیرا دیا) تو برات،  
 قرآن، انجیل، (تینوں) کتابوں میں (کیساں طرز) اس  
 کا اعلان ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون ہے  
 جو اپنا عہد پورا کرنے والا ہو، پس (مسلمانوں) اپنے  
 سودے پر جو تم نے اللہ سے چکایا، خوشیاں  
 مناؤ۔ اور یہی ہے جو بڑی سے بڑی فیروز بندی ہے  
 (ان لوگوں کے اوصاف و اعمال کا یہ ہے کہ وہ  
 اپنی اغزشوں اور خطاؤں سے) تو بہ کرنے والے،  
 عبادت میں ہر گرم رہتے والے، اللہ کی حمد و ثنا  
 کرنے والے روزہ رکھنے والے (یا سیاحت کرنے  
 والے) رکوع اور سجدہ کرتے والے، نیکی  
 کا حکم دینے والے، بُرائی سے روکنے والے اور



# المؤمنین ۵

(سورہ)

توبہ پانچ

۲۵

اللہ کی ٹھیرائی ہوئی حد بندیوں کی حفاظت کرنیوالے  
ہیں (اے پیغمبر ابھی سچے مومن ہیں) اور مومنوں کو  
دکامیابی و سعادت کی خوشخبری دیدو،

۷

مسلمانو! خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ جو جس کی امانت ہو  
وہ اس کے حوالے کر دیا کرو۔ اور جب لوگوں کے  
درمیان فیصلہ کرو تو چاہتے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ  
کرو۔ کیا ہی اچھی بات ہے جس کی خدا تمہیں نصیحت  
کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ سب کچھ دیکھنے اور سننے  
والا ہے، مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو۔ اللہ کے  
رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت  
کرو جو تم میں حکم اور اختیار رکھتے ہوں، پھر اگر ایسا  
ہو کہ کسی معاملہ میں باہم جھگڑہ پڑو (یعنی اختلاف اور  
نزاع پیدا ہو جائے) کہ اللہ اور اس کے رسول  
کی طرف رجوع کرو (اور جو کچھ وہاں سے فیصلہ ملے  
اسے تسلیم کر لو) اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر  
ایمان رکھتے ہو تو تمہارے لئے یہی راہِ عمل ہے،  
اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے اور اسی میں انجامِ کام  
کی خوبی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا  
الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا  
حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا  
بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا  
يَعِظُكُمْ بِهِ وَإِنَّ اللَّهَ  
كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا يَا  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ  
وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاطِيعُوا  
أُولَئِكَ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي  
شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ  
وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ  
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ  
خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

(النساء - پانچ)



وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا  
تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ  
عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ  
بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ  
بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ  
وَكَانَتْ دَعْوَى شِفَا حُفْرَةٍ  
مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ  
مِّنْهَا ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ  
اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ  
تَهْتَدُونَ ۝

وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ  
يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ  
وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ  
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
وَأُولَٰئِكَ هُمُ  
الْمُقْتَدِرُونَ ۝

(آل عمران پ ۴)

مسلمانو! دیکھو۔ مل جل کر اللہ کی رسی کو مضبوط  
پکڑ لو، اور جدا جدا نہ ہو جاؤ، اور اللہ نے تمہیں  
جو نعمت عطا فرمائی ہے اسکی یاد سے غافل نہ ہو  
تمہارا یہ حال تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے  
دشمن ہو رہے تھے۔ پھر اس نے تمہارے دلوں  
میں الفت ڈالی اور تم اس کے فضل سے  
بھائی بھائی بن گئے، تمہارا حال تو یہ تھا کہ آگ سو  
بھری ہوئی ایک شوق ہے اور اس کے کنارے کھڑے  
ہو، ذرا پاؤ پھسلا اور شعلوں میں جا گرے، لیکن  
اللہ نے تمہیں اس حالت سے نکال لیا (اور زندگی و  
کامرانی کے میدانوں میں پہنچا دیا، اللہ اس طرح اپنی  
کار فرمایوں کی نشانیاں واضح کر دیتا ہے، تاکہ تم  
دمنزل مقصود کی راہ پا لو، اور دیکھو اجزوری  
ہے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی باتوں  
کی طرف دعوت دینے والی ہو وہ نیکی کا حکم دے  
پرانی سے روکے اور بلا شہہ ایسے ہی لوگ ہیں جو  
کامیابی حاصل کرنے والے ہیں،

۹

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر تم نے زمین میں انہیں صاحب

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ



اقْتَدَارُ كَرْدِيَا (یعنی ان کا حکم چلنے لگا، تو وہ نماز کا نظم، قائم کریں گے، زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرگرم ہوں گے نیکبوں کا حکم دیں گے، بُرائیوں سے روکیں گے اور تمام باتوں کا انجام کارِ الشہی کے ہاتھ ہے۔

أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا  
الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِأِ  
لْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ  
لِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (الْحُرُوبِ ۱۷)

قرآن کریم کی ان تمام تعلیمات کا ما حاصل کیا ہے ؟

(۱)۔ ایک نظامِ ایمان و عمل ،

(۲)۔ اس نظام کی کامل پابندی کا مطالبہ ۔

(۳)۔ اس کی دعوت و ترویج اور حفاظت و بقا کی جدوجہد ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری زندگیاں قرآن کریم کے اسی نقشہٴ حیات کی آئینہ دار تھیں۔ ایک طرف تو وہ اپنے اصول و عقائد اور اخلاق و اعمال سے سلامتی زندگی کا صحیح و مکمل نمونہ پیش کرتے تھے، دوسری جانب اپنے دلوں میں اسلام کی دعوت و تبلیغ اور اس کی تعلیم و ہدایت سے ساری دنیا کو معمور کر دینے کا بے پایاں جوش و ولولہ رکھتے تھے، اور اس کے تحفظ و بقا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار رہتے تھے، یہی جوش و ولولہ لئے ہوئے وہ عرب سے نکلے اور اقطار و محالکِ عالم میں پھیل گئے،

ایک جلیلِ تقدیر علمبردارِ اسلام کے حالات زندگی آپ کے سامنے ہیں آپ

ان کا مطالعہ کرتے وقت قرآن کریم کے نقشہٴ حیات کو پیش نظر رکھئے، اور دیکھئے

اس پاک زندگی کا ایک لمحہ اور ایک ایک واقعہ اسی نقشہ کے مطابق ہے یا

نہیں ؟ پھر یہ کہنے کے لئے ایک ذاتِ واحد کے سوا سچ ہیں، لیکن اس روح پرورد



اور ایمان افروز مرقع میں آپ کو پوری ایک قوم کی تصویر حیات ملے گی، جو  
اسی قرآنی سانچے میں ڈھلی ہوئی نظر آئے گی۔

پھر جب صحابہ کرام کی طرح ہم بھی ایمان و اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا  
ہمارا ابھی یہ فرض نہیں ہے کہ ہم بھی قرآن کریم کے پیش کردہ نقشہ حیات پر چلیں۔  
یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ہم اسلامی نظام زندگی کی پابندی کیوں کریں  
کیا محض اس لئے کہ ہم مسلمان ہیں اور اس بنا پر ہمیں اسلامی نظام کی پیروی کرنی چاہیے؟  
یا اس کی پابندی کے کچھ خاص نعام و برکات بھی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک  
ہمیں اسلامی نظام زندگی کی اس لئے اور صرف اس لئے پابندی کرنی چاہیے کہ ہم  
مسلمان ہیں، اگر ہم ایسا نہ کریں تو آخر ہمارے مسلمان ہونے کے معنی کیا؟ لیکن اسی  
کے ساتھ اسلامی نظام زندگی کے نعام و برکات بھی ہیں، ہم نے جس طرح قرآن کریم  
سے اسلامی زندگی کی تفصیلات معلوم کی ہیں اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے  
کہ اسلامی نظام زندگی کے نعام و برکات کیا ہیں۔ اس کے لئے ہم قرآن کریم کے  
چند مقامات پیش کرتے ہیں۔

جو لوگ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے انکو

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ

لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت

لَهُمْ فِي الْحَيَاةِ

میں بھی۔

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ط

اللہ کے کلمات کے لئے کوئی تبدیلی نہیں (اہل ایمان

لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ تِلْكَ

والتقار کے لئے، یہ بہت بڑی مرومندی ہے۔

ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ



منکرین) چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو مومنوں کی  
 پھونک سے بجھا دیں، حالانکہ خدا اپنی روشنی  
 کو پورا کر کے رہے گا خواہ یہ منکرین کو ناگوار ہی ہو۔  
 وہ خدا ہی ہے جن نے اپنے رسول کو ہدایت اور  
 دین حق (مجمع طریق زندگی) کے ساتھ بھیجا تاکہ  
 اسے سب دینوں (تمام طریقہائے زندگی) پر غائب  
 کر دے۔ خواہ یہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔ مومنو!  
 کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب  
 الیم سے نجات دے؟

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ  
 بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ  
 نُورِهِ وَنُورِ الْكُفْرَانِ  
 هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولًا  
 بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ  
 لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ  
 وَنُورِ الْكُفْرَانِ لَمَّا  
 الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ  
 عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُجِيبُكُمْ مِنْ  
 عَذَابِ  
 إِلَيْهِمْ تَوَّابُونَ يَا اللَّهُ  
 وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُوا  
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَا مَعْزِلُكُمْ  
 وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ  
 إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۗ يَغْفِرُ  
 لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلُكُمْ  
 جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا  
 الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً  
 فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَلِكَ الْفَوْزُ

وہ یہ کہ خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان  
 لاؤ، اور خدا کی راہ میں اپنے مالوں  
 اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ اگر  
 سمجھو سے کام لو تو یہ تمہارے حق میں  
 بہتر ہے۔

خدا تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو  
 باغبانے بہشت میں جن میں نہریں جاری  
 ہیں۔ اور پاکیزہ مکانوں میں جو ہمیشگی  
 کے باغوں میں واقع ہیں داخل کرے گا یہی



الْعَظِيمُ ۝ وَآخِرَىٰ تُحِبُّونَهَا  
نَصْرًا مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحًا قَرِيبًا

وَبَشِيرٍ

الْمُؤْمِنِينَ ۝

(انصاف - پ ۲۸)

بہت بڑی مراد مندی ہے (جس نے خدا سے یہ سودا  
کر لیا) اور اس کے علاوہ تمہیں دو وحی وہ  
چیز بھی دے گا جسے تم محبوب رکھتے ہو (یعنی خدا  
کی جانب سے نصرت اور قریبی فتح - اور اسکے پیغمبر)  
مسلمانوں کو اسکی بشارت دے دو۔

لَا تَقْنَبُوا وَلَا تَحْزَنُوا إِنَّا نَكْتُمُ  
الْأَعْلُونَ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝

(آل عمران ص ۳۸)

تم نہ سست ہو اور نہ غم کرو۔ (اگر تم  
مؤمن و صادق ہو تو) بالآخر تمہیں غالب ہوگے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ  
يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝ وَ  
الَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسَا لَهُمْ وَأَضَلَّ  
أَعْمَالَهُمْ ۝ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا  
أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝ أَفَلَمْ  
يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ  
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۝ دَمَّرَ  
اللَّهُ عَلَيْهِمُ ذُرُوعَ الْكُفْرِينَ ۝ أَمْ تَلْمِزُهُمُ  
ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا  
وَأَنَّ الْكُفْرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۝ (توبہ پ ۲۸)

اے اہل ایمان! اگر تم دین، خدا کی مدد  
کر دو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔  
اور تم کو ثبات قدم رکھے گا۔ اور جو منکر ہیں  
ان کے لئے ہلاکت ہے اور خدا ان کے  
اعمال کو برباد کر دے گا۔ کیا وہ  
ملک میں چلتے پھرتے نہیں کہ دیکھیں کہ جو لوگ ان سے  
پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیا انجام ہوا؟ خدا نے  
ان پر تباہی ڈالی اور ان (موجود) منکرین کیلئے  
بھی یہی حالات پیش فرمائے ہیں یہ اس لئے کہ جو لوگ  
ہیں ان کا خدا کا ساز ہی اور منکرین کا کوئی کار ساز نہیں۔



تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین کا کارفرما بنا دے گا جس طرح ان لوگوں کو کارفرما بنا یا تھا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم کر دے گا اور ان کی حالت کو خوف کے بعد امن سے بدل دے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے کیسی شے کو میرا شریک مہرائیگی اور اس کے بعد جس نے کفر کیا تو

ایسے ہی لوگ نافرمانی کرنے والے ہیں،

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَا يُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِهِ خَوْفَهُمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (النور پ ۱۸)

اللہ تعالیٰ کے ان کلمات وارشادات کا حاصل یہ ہے

(۱)۔ جو لوگ ایمان و اسلام کی زندگی اختیار کریں گے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں مراد مند اور کامیاب ہوں گے۔

(۲)۔ اسلام کی فطرت اور اس کی غایت تخلیق یہ ہے کہ وہ تمام دینوں اور زندگی کے سارے طریقوں پر غالب ہو۔

(۳)۔ جو لوگ اسلام کو اپنا دستور حیات بنائیں گے اور اخلاص و راستبازی کے ساتھ اس کے قیام و بقا کے لئے جدوجہد کریں گے ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کا معین و کارساز ہوگا اور ان کو زمین کا حاکم اور فرمانروا بنا دیگا جن لوگوں نے اسلام کو اپنا دستور حیات بنایا اور اللہ و رسول کی اطاعت



و فرما ہندواری کی زندگی اختیار کی ان سے اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنا وعدہ پورا فرمایا اس پر خود ہماری تاریخ شاہد ہے، صحابہ کرام کی شکستہ حالی اور بے سرو سامانی کی انتہا نہ تھی۔ وہ واند، سنو اور خشک روٹیاں کھاتے تھے اور پھٹے پیرانے کپڑے پہنتے تھے وہ اسی شکستہ حالی اور بے سرو سامانی میں گھروں سے نکلے اور اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے ایران و شام اور مصر کے میدانوں کو روند ڈالا اور قیصر و کسریٰ کی عظمتوں کو خاک میں ملا کر ان کے تاج و تخت اور ملک و مال کے مالک بن گئے۔

خدا کا دین کسی زمانہ کے ساتھ خالص نہیں وہ دائمی ہے اسکی نعمتیں اور برکتیں بھی دائمی ہیں اور خدا کا وعدہ بھی دائمی ہے اس لئے جس عہد اور جس دور میں جو لوگ خدا کے اس دین کو اپنا نظام زندگی بنائیں گے اور خلوص اور استیلا کے ساتھ اس کا حق ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اسلام کی برکتوں سے سرفراز ہوں گے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو نفاق اور دورنگی سے پاک کر کے صحیح معنوں میں مومن و مسلم بن جائیں۔ اور جس طرح صحابہ کرام نے اسلام کو اپنا نظام حیات بنا لیا تھا اسی طرح ہم بھی اسے اپنا دستور زندگی بنالیں تاکہ ہماری تکبوت و پستی بھی عزت و سربلندی سے بدل جائے۔

اب سے پندرہ بیس برس پہلے اس کتاب کی ترتیب و تدوین عمل میں آگئی تھی۔ لیکن اسکی

## ترتیب و اشاعت

اشاعت کی کوہنت نہ آئی۔ کبھی خود شائع کرنے کا ارادہ ہوا، کبھی دوسرے ادارے کا ارادہ اشاعت ہوا۔ لیکن کوئی صورت نہ ہوئی۔ اس سبب



نہیں

میں مسودہ مختلف تغیر و انقلاب سے دوچار ہوتا رہا۔ جب کبھی کوئی نیا مواد نظر سونگڑا اس سے کام لینے کے لئے مسودے میں ترمیم و تبدیلی کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ مسودہ کبھی پیش نظر رہا اور کبھی دور از نظر ہو گیا، اور دماغ میں اس کی یاد تک محفوظ نہ رہی۔ اس دوران میں مسودہ کا ہدف نقصان و ضیاع ہو جانا کچھ بعید از حال نہ تھا۔ لیکن خدا کا فضل خاص اس کا محافظ رہا۔

اب مولانا انعام الہی عثمانی صاحب مدیر ماہنامہ "ہادی" دیوبند کی توجہ و سعی سے اس کی اشاعت عمل میں آ رہی ہے۔

اشاعت کی اس تاخیر و تعویق میں بھی قدرت کی ایک خاص مصلحت معلوم ہو رہی ہے۔ ایسی کتابوں کا مطالعہ مسلمانوں کے لئے ہمیشہ مفید اور ضروری رہا ہے، لیکن بحالت موجودہ جب کہ مسلمانوں کے سینوں میں ایمان و یقین کے شعلے سرد پڑ چکے ہیں ان کا جذبہ سعی و عمل فنا ہو چکا ہے۔ ان کو حال نے مہرہوت اور مستقبل نے مایوس کر دیا ہے، وہ اپنی شوکتِ رفتہ اور عظمتِ گذشتہ کو بھی بڑی حد تک فراموش کر چکے ہیں، ان میں نہ خودداری باقی ہے نہ خود اعتمادی۔ انقلابات و حوادث نے ان کے حوصلے پست اور عزائم شکست کر دیئے ہیں۔

حضرت ابو نعیمہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ مسلمانوں میں ایک نیا ایمان و یقین ایک نیا ولولہ حیات، اور ایک نیا جوشِ عمل پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ پیری اس حقیر سے اور مولانا انعام الہی صاحب عثمانی کی توجہ کو شرف قبولیت بخشے اور مسلمانوں کو سیرتِ امین الامت سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابو محمد امام الدین رام نگر بنارس، ۲۲ صفر ۱۳۶۹ھ ہجری







الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

## حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

رضی اللہ عنہ

### نام و نسب

نام عامر، کنیت ابو عبیدہ، در بار رسالت سے ملا ہوا لقب "امین الامت" والد کا نام عبد اللہ تھا، لیکن دادا کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ قبیلہ قریش کے جد اعلیٰ نصر بن کنانہ کے پوتے فہر کی نسل سے تھے، فہر کے تین بیٹے تھے، محارب، حارث اور غالب۔ حضرت ابو عبیدہ کا خاندان حارث کی اولاد سے تھا۔

سلسلہ نسب یہ ہے، عامر بن عبد اللہ، بن الجراح بن ابییب بن حنیہ بن الجراح بن الفہر القرشی، حضرت ابو عبیدہ کی ماں بھی اولاد فہر سے تھیں، عقبہ بن نافع فلاحی زلیخہ و بانی بلدہ قیروان اور عبد اللہ بن قطیبی والی اندلس بنو حارث کے خاندان سے تھے۔



## قبول اسلام

حضرت ابو عبیدہ ان اصحاب استعدا و وصلات میں سے ہیں جن کے ساتھ آفتاب اسلام کی اولین ہی غنماعوں سے جگمگاٹھے تھے۔ آپ صدیق امین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تحریک پر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے، اس وقت چند ہی بزرگوں نے اسلام قبول کیا تھا، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تک زید بن ارقم کے مکان میں پناہ گزیں نہیں ہوئے تھے۔

## ہجرت

جس زمانہ میں حضرت ابو عبیدہ نے اسلام قبول کیا اس زمانہ میں اسلام قبول کرنے کے معنی تھے ایک دنیا کو اپنا دشمن بنا لینا اور اپنی عافیت و سلامتی اور اپنی جان سے کھیل کرنا، جو لوگ مسلمان ہوتے تھے وہ ہر طرح کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بناتے تھے، رفتہ رفتہ ان مسلمانوں پر اتنے مظالم ڈھائے جانے لگے کہ ان کا لہہ میں رہنا محال ہو گیا۔ چنانچہ منطویہ میں کی ایک جماعت جس میں مرد بھی تھے، اور عورتیں بھی تھیں مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی جہاں کا بادشاہ ایک نیک دل غیساڈ تھا۔ اس نے مسلمانوں کو یہاں پناہ دی اور انھیں عافیت سے رکھا، یہ خبر کہہ سچی تو دوسری بار پہلے سے بھی ہجرت جماعت نے ہجرت کی، اس مرتبہ جن شیفتگان اسلام اور عاشقانِ خدا نے وطن عزیز الوطنی کو تڑپ دی، ان میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی تھے۔ کچھ دنوں



حبشہ میں رہ کر آپ مکہ معظمہ واپس چلے آئے، اور یہاں جو آلام و مصائب پیش آتے رہے ان کا صبر و استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے، یہاں تک کہ ہجرت مدینہ کا وقت آیا اور دوسرے ہاجرین کے ساتھ آپ بھی مکہ سے ہجرت کر گئے۔

جن مردانِ حق نے اسلام کے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا، اگر وہ اسلام سے کنارہ کش ہو جاتے تو ان کو کسی چیز کے چھوڑنے کی ضرورت نہ تھی، پھر کتنے صادق اور راست باز تھے وہ لوگ اپنے ایمان و اسلام میں جنھوں نے اپنی ساری کائنات اسلام پر قربان کر دی؟

## مواخات

ہاجرین کرام مدینہ منورہ میں محض بے سرو سامان تھے: ان کے رہنے کا ٹھکانہ تھا نہ معاش کا ذریعہ، انصار نے میزبانی کا کوئی دقیقہ اٹھانا رکھا تھا۔ لیکن مستقل طور پر رہنے والوں کے لئے مستقل انتظام کی ضرورت تھی۔ اس لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاجرین و انصار کو جمع کر کے انصار سے فرمایا "یہ تمھارے بھائی ہیں، پھر دونوں گروہوں میں سے ایک ایک کو بلائے گئے اور ان میں بھائی چارہ کراتے گئے، اس طرح ہاجرین و انصار بھائی بھائی ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ کا رشتہ اخوت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے قائم ہوا۔

انصار نے رسول خدا کے قائم کئے ہوئے رشتہ کا ہر طرح حق ادا کیا کہ اپنی نصف جائیداد و دولت ہاجرین کو دے دی، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دینی بھائی حضرت سعد بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہا کہ میری دو بیویاں



ہیں، ان میں سے ایک کو طلاق دیے دیتا ہوں، آپ اس سے نکاح کر لیں۔  
 عبدالرحمنؓ نے شکر یہ کے ساتھ انکار کر دیا، انھوں نے مال و اسباب میں سے کچھ  
 کوئی چیز نہ لی معمولی خرید و فروخت سے کاروبار شروع کر کے مدینہ کے ایک ممتاز  
 بن گئے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم جیسے بزرگ  
 نے بھی کاروبار شروع کر دیا اور موقع ملتے ہی مہاجرین نے انصار کی دولت و جائیداد  
 واپس کر دی، انصار نے اخلاص و ایثار اور مہاجرین نے حمیت و خودداری  
 جو نمونہ پیش کیا اس سے اقوام عالم کی تاریخ یکسر خالی ہے۔

مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت قائم کرنے کا ایک خاص مقصد یہ بھی  
 تھا کہ تربیت یافتگان رسالت کے فیض صحبت سے انصار بھی ارباب استعداد و  
 صلاحیت ہو جائیں۔ صاحب سیرۃ النبی علامہ شبلی مرحوم اس مقصد کی توضیح کے  
 بعد لکھتے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 امین الامت کا خطاب دیا تھا۔ جو ایک طرف تو فاتح شام ہونے کی  
 قابلیت رکھتے تھے۔ دوسری طرف اسلام کے مقابلہ میں پداری اور  
 قمر زندی جہد باستان ان پر کچھ اثر نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ غزوہ بدر  
 میں جب ان کے باپ ان کے مقابلہ میں آئے تو پہلے انھوں نے  
 حقوق الوت کی مراعات کی۔ لیکن بالآخر اسلام پر باپ کو نثار کر دینا  
 پڑا۔ ان کی تربیت میں سید بن معاذ دیئے گئے جو قبیلہ اوس کے رئیس  
 اعظم تھے ان میں بھی ایثار کا یہ وصف نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔



بنو قریظہ ان کے حلیف تھے اور عرب میں حلیف کا رشتہ اخوت  
ابوت کے برابر ہوتا تھا تاہم غزوہ بنو قریظہ میں جب اسلام کا  
مقابلہ پیش آیا تو انہوں نے اپنے چار سو حلیفوں کو اسلام  
پر تیار کر دیا۔ (سیرۃ النبی جلد ۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبویؐ میں حضرت ابو عبیدہؓ کی استعداد و قیامت  
کی کیا قدر و منزلت تھی اور آپ کے ایثار و قربانی کا کیا مرتبہ تھا۔ آپ کی تاثیر  
صحبت نے سعد بن معاذ میں یہ روح پیدا کر دی۔

## غزوہ بدر میں جوش ایمانی کا مظاہرہ

بدر مدینہ منورہ سے اتنی میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جہاں رمضان  
سنہ ۳ میں فرزند ابن اسلام اور مشرکین مکہ کے درمیان پہلی باقاعدہ جنگ  
ہوئی۔ اس میں مؤمنین ماؤنن نے غلوس اور جوش ایمانی کا وہ مظاہرہ کیا کہ  
خدا کی رضا اور رسول کی خوشنودی کے لئے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں  
کو بھی جو کافر تھے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نے اپنے تخت  
جگر عبد الرحمن کو مقابلہ کے لئے پکارا۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
روک لیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کر دیا،  
حضرت ہمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم نے کتبہ  
شیبہ، اور ولید کو خاک و خون میں سلا دیا جو ان کے جدی بھائی تھے، حضرت



ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اپنے جوش ایمان میں ان تمام بزرگوں پر  
 فوقیت لے گئے آپ کے والد مسلمان نہیں ہوئے تھے، عزوہ بدر میں وہ بھی  
 مشرکین کی صف میں تھے وہ حضرت ابو عبیدہ کے مقابلہ میں آئے، پہلے تو  
 حضرت ابو عبیدہ نے طرح دی، لیکن بالآخر جوش ایمانی محبت پوری پر غالب آیا  
 اور آپ نے باپ کا کام تمام کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ہے

الآن تجد قوماً يؤمنون بالله  
 واليوم الآخر يوادون من  
 حاد الله ورسوله ولو كانوا  
 آباءهم أو أبناءهم أو  
 أخوةهم أو عشيرتهم أولئك  
 كتب في قلوبهم الإيمان وایدہم  
 بروح منا ویدخلہم  
 جنت تجری من تحتها الأنهار  
 خلدین فیہا رضی اللہ عنہم  
 ورضوا عنہ أولئك حزب  
 الله الا ان حزب الله هو  
 المفلحون۔

جو لوگ خدا اور روز آخرت پر ایمان لائے ان کو  
 تم ایسا نہ پاؤ گے کہ وہ خدا و رسول کے  
 مخالفین سے محبت رکھتے ہوں اگرچہ وہ اسکے  
 باپ بھائی اور اہل خاندان ہی کیوں نہ ہوں  
 یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کے اندر خدا نے  
 ایمان نقش کر دیا ہے۔ اور ان کو اپنی رحمت  
 سے مدد دی ہے، وہ ان کو ایسے باغوں  
 میں داخل کرے گا جن میں نہریں جاری  
 ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے  
 راضی ہو گا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے  
 یہ لوگ اللہ کے گروہ ہیں اور حق ہے کہ اللہ  
 ہی کا گروہ فلاح پائے والا ہے۔

اس جنگ میں تین سو سے کچھ زیادہ مسلمان تھے جن کے پاس نہ کافی اسلحہ تھی

سیرۃ النبویہ بر حاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ مطبوعہ مصر۔



نہ کافی سواریاں تھیں نہ کافی کھانے پیسے کا سامان تھا۔ دشمنوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور ان کے پاس ہر طرح کا سامان موجود تھا، مگر مسلمانوں کو خدا کی محبت و نصرت حاصل تھی اس لئے مسلمان ہی فتیاب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ مشرکین فریش کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تمہارے سامنے

ہو جو وہاں اور اگر تم (دین حق کی دشمنی سے) باز آ جاؤ

تو یہ تمہارے بہتر ہے اور اگر تم نے اعادہ عداوت کیا تو

ہم بھی اعادہ نصرت کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے

کچھ بھی کام نہ آئیگی۔ اگرچہ وہ کثیر التعداد ہو اور

حق یہ ہے کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ

الْفَتْحُ وَإِنْ تَنْكُرُوا فَهُوَ خَيْرٌ

لَكُمْ وَإِنْ تَعُدُّوا عِدًّا

وَلَنْ نَعْنِيَّ عَنْكُمْ فَمَنْ كَفَرَ

بِأَنْ كَفَرْنَا لَا وَإِنَّ اللَّهَ مَعَ

الْمُؤْمِنِينَ (پس انفال ۲۶)

اسی طرح ایک جگہ مسلمانوں سے ارشاد ہوا ہے۔

مسلمانو! اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی

حالانکہ تم گری ہوئی حالت میں تھے پس اللہ

سے ڈرو تاکہ شکر گزار بن سکو۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ

أَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

## غزوة احد میں مظاہرہ حبیب رسول

اُحد مدینہ کے شمال میں ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے اس کے میدان میں ۳۰۰ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جنگ ہوئی مشرکین مکہ بدر کی شکست کا انتقام لینے کے لئے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ حضرت رسول اللہ



صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب میں ایک ہزار آدمی تھے جن میں تین سو منافق تھے انھوں نے عین موقع پر غداری کی اور اپنے سردار عبداللہ بن ابی کے ساتھ علیحدہ ہو گئے۔ اب مجاہدین کی تعداد صرف سات سو تھی اور دشمن تین ہزار تھے، غازیان اسلام کی صف بندی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح و حضرت سعد بن ابی وقاص کو مقدمۃ الجیش کا افسر مقرر فرمایا۔ ذرا رسالت مآب کی دورانی دیکھئے ساہا سال کے بعد حضرت ابو عبیدہ فارح شام اور حضرت سعد فارح ایران ہونے والے ہیں لیکن نبوت کی دور میں نگاہ اس استعداد و صلاحیت کو ابھی سے دیکھ رہی ہے اور دونوں سپہ سالاران اسلام کو مقدمۃ الجیش کی قیادت سے ممتاز فرمایا جا رہا ہے۔

جنگ شروع ہوئی۔ صفِ مشرکین سے بڑے بڑے نامور شجاع آگے آئے اور شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اس پر مشرکین کے علمبردار طلحہ بن عثمان کو غصہ آیا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا: ”مسلمانو! تمہارا خیال ہے کہ جو شخص تمہارے ہاتھ سے مارا جاتا ہے وہ دوزخ میں جاتا ہے اور تم مارے جاتے ہو تو سیدھے جنت میں پہنچ جاتے ہو۔ پس کون ہے جو میرے مقابلہ میں آئے اور مجھے دوزخ میں پہنچاؤ یا میرے ہاتھ سے جنت میں پہنچ جائے؟“

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں اُسے دوزخ میں پہنچا دیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں تلوار تھی حضور نے فرمایا: من یاخذہ بحقیقہ ۹ کون ہے جو اس تلوار کو لے اور اس کا حق ادا کرے؟ حضرت ابو وجاہ نے عرض کیا۔



وَمَا حَقَّ يَأْسُ رَسُولِ اللَّهِ ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ اس کا حق کیا ہے ؟

حضور نے فرمایا۔

تضرب به العدو حتی یفحی - اس سے اتنے دشمنوں کو قتل کرو کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے  
حضرت ابو دجانہ نے عرض کیا۔

انا الحذیة تو میں اسے لوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تلوار عطا فرمادی۔ اور انھوں نے واقعی اس کا  
حق ادا کر دیا۔

شجاعین اسلام کے زبردست حملوں نے دشمنوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے مگر  
ابھی ان کو پورے طور پر شکست نہیں ہوئی تھی کہ مسلمان لوٹ میں مصروف ہو گئے  
ایک درہ تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیر کو پھا  
تیرا تاندروں کے ساتھ مامور فرمادیا تھا اور ہدایت فرمادی تھی کہ مسلمانوں کو فتح  
ہو یا شکست وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، مگر مسلمانوں نے لوٹ شروع کی تو ان کی فوج  
بھی لوٹ کی طرف بڑھی۔ حضرت عبد اللہ نے بہت روکا۔ لیکن انکی کسی نے نہ سنی  
جب درہ خالی ہو گیا تو حضرت خالد نے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اسی طرف  
سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس طرح جنگ کا رخ پلٹ گیا۔ مشرکین ہر طرف سے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑے۔ عقبہ بن ابی وقاص نے پتھر مارے  
جس سے حضور کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ ابن قتیہ نے ایسی تلوار ماری کہ  
حضور کے خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں پیوست ہو گئیں۔ چہرہ انور خون سے تر  
ہو گیا۔ حضور خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے،



کیف یفلح القوم خضبوا

وجہ نبیہم بالدم و

ید عوہما لی اللہ

وہ لوگ کیونکر فلاح یاب ہوں گے جنہوں نے نبی کے

چہرہ کو خون سے رنگین کر دیا حالانکہ وہ دسکے سوا کچھ

نہیں کرتا کہ ان کو خدا کی طرف بلا تا ہے، اے

اسی حالت میں ابن فہیمہ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ یہ

حصوڑ کے ہمشکل تھے اس لئے شہور ہو گیا کہ حصوڑ شہید ہو گئے۔ اس خبر سے مسلمانوں

کے خرمین صبر و استقلال بڑھلی گری اور ان کے حواس جاتے رہے بڑے بڑے

صحابہ نے میدان چھوڑ دیا کہ حصوڑ ہی تو رہے تو لڑنے کا کیا حاصل۔

اس نازک ترین وقت میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف

سات انصار و مہاجرین باقی تھے۔ انہیں پیکر استقلال و استقامت میں حضرت

ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی تھے جو داؤد جانا بازی و فداکاری دے رہے تھے

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں خود کی جو کڑیاں چھپی تھیں

ان کو اختتام جنگ کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اپنے دانتوں سے نکالا۔ کڑیاں

اس قدر سخت چھپی تھیں کہ پہلی کڑی نکالنے میں حضرت ابو عبیدہ کا آگے کا ایک دانت

ٹوٹ گیا اور دوسری کڑی نکالنے میں دوسرا دانت شہید ہو گیا۔ اے

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو ذاتِ رسالت

مآب سے کسی محبت و شفقت کی تھی۔

## بنو ثعلبہ کی سرکوبی

بنو ثعلبہ مدینہ کے حوالی میں غارتگری کر کے اہل مدینہ کو نقصان پہنچایا کرتے تھے



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول ۶ شیعہ ان کی سرکوبی کے لئے حضرت محمد بن مسلم کو بھیجا۔ دس مجاہدین تھے اور شوڈاکو۔ کچھ دیر تو مسلمان ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے لیکن بالآخر ڈاکوؤں نے یکپارگی حملہ کر کے تقریباً کل مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ حضرت محمد بن مسلم کے ٹخنے میں سخت چوٹ آئی اور وہ زمین پر گر پڑے۔ ایک بہادر مسلمان ان کو کندھے پر سوار کر کے مدینہ منورہ لایا۔

دوسری دفعہ ربیع الثانی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو چالیس مجاہدین کے ساتھ بھیجا۔ آپ بنو ثعلبہ کے مرکز ذوالفقہ پر حملہ آور ہوئے ڈاکوؤں کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے حضرت ابو عبیدہ ان کے مویشیوں اور مال و اسباب لیکر کامیاب واپس آئے ایک آدمی کو بھی گرفتار کر لائے تھے جو مسلمان ہو گیا۔

## مہرہ وقت السلاسل

حضرت ابو عبیدہ اسی سال بیعت الرضواں میں شریک ہوئے۔ حدیبیہ میں قریش مکہ سے جو عہد نامہ طے پایا تھا۔ اس پر ان کی شہادت بھی تھی۔ پھر مکہ میں خیبر کی فوج کشی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوئے اور اس کی فتح میں شجاعت و بہادری کے ساتھ حصہ لیا۔

اسی سال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قبیلہ قضاہ کے لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کر رہے ہیں۔ ان کی سرکوبی کے لئے آنحضرت



تین تین سو مجاہدین کے ساتھ حضرت عمرو بن عاص کو بھیجا۔

عاص بن سرزمین جذام کے ایک چشمے پر پہنچ کر جس کا نام سلاسل تھا حضرت عمرو بن کو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کی سرکوبی کے لئے اور آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے انھوں نے دربار رسالت سے درخواست کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی سرکوبی میں

دو سو مجاہدین روانہ فرمائے جن میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی بزرگ تھے۔ روانگی کے وقت حضور نے حضرت ابو عبیدہ کو ہدایت فرمائی

کہ آپس میں اختلاف نہ کرنا۔ رسالت کی آنکھیں پیش آنے والے واقعہ کو دیکھ

رہی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہ حضرت عمرو بن عاص کے پاس پہنچے تو امارت

کا سوال پیدا ہوا۔ تقدس اور بزرگی کے لحاظ سے حضرت ابو عبیدہ ہی امارت

وسپہ سالاری کے مستحق تھے۔ لیکن حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ آپ میری

اعانت کو بھیجے گئے ہیں اس لئے آپ کو میری سرکردگی میں رہنا چاہیے۔ حضرت

ابو عبیدہ نے فرمایا کہ تم اپنی فوج کے امیر رہو۔ میں اپنی فوج کا امیر ہوں۔ حضرت

عمرو بن عاص نے اس دلیل کو قبول نہیں کیا۔ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی ہدایت کے مطابق حضرت ابو عبیدہ دعویٰ امارت سے دست بردار ہو گئے

اور حضرت عمرو بن عاص کی زیر امارت نہایت بہادری سے دشمنوں سے جہاد

کیا اور کامیاب ہو گئے۔ دشمن بھاگ گئے اور ان کا مال و اسباب بطور غنیمت

مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امارت کے اختلاف اور حضرت



ابو عبیدہؓ کی اطاعت کی کیفیت سُنی تو فرمایا -

س حسم اللہ ابا عبیدہؓ  
ابو عبیدہؓ پر خدا کی رحمت ہو - لہ

## سہمہ سیف البحر کی امارت

سیف البحر کے معنی ہیں سمندر کا کنارہ۔ یہ ہمہ جہت کے علاقہ پر بھیجی گئی تھی۔ جو مدینہ طیبہ سے پانچ روز کے فاصلے پر سمندر کے کنارے واقع ہے اس لئے اس کو ہمہ سیف البحر کہتے ہیں اس ہمہ کا ایک نام ہمہ جنب بھی ہے۔ جنبط ایسے پتوں کو کہتے ہیں جو لگڑی و غیرہ سے مار کر گرستے جاسکتے ہیں۔ اس ہمہ میں سامانِ رسد ختم ہو جانے کے باعث مجاہدین کو درشت کے پتوں پر گزر کرنا پڑا اس بنا پر اس کو ہمہ جنب بھی کہتے ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب ششم میں نین سو بہا برین و انصار کی ایک جماعت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں علاقہ جہینہ کی طرف بھیجی۔ اس فوج میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ جو مشہور صحابی ہیں۔ اس ہمہ میں شریک تھے ان کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نین سو سواروں کے ساتھ جن کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تھے قافلہ قریش کی دیکھ بھال کے لئے بھیجا ہم نے سانس پر پہنچ کر قیام کیا وہاں ہمارا سامانِ رسد ختم ہو گیا۔ اور ہمیں تپے کھا کھا کر گزارنا پڑا۔ یہاں تک کہ ہمارے کپڑے زخمی ہو گئے۔ آخر سمندر کی موجوں نے ہماری جہازیں ایک آبی جانور ڈال دیا جسے عنبر کہتے ہیں۔ اس سے نصف مہینہ تک



ہم لوگوں نے اپنا گذر کیا۔ ہم لوگ اس سے بالکل نترست ہو گئے۔

حضرت جابر ہی کا ایک اور بیان ہے جس سے اس جانور کی تفصیلی حالت معلوم ہوتی ہے فرماتے ہیں ”سمندر کے کنارے ریگ کے ایک بڑے ٹودے کی مانند کوئی چیز نمودار ہوئی، ہم لوگ اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ ایک جانور ہے جسے غنبر کہتے ہیں ہم لوگوں نے نصف مہینہ تک اس پر گذر کیا۔ حالانکہ ہم لوگ تین سو آدمی تھے۔ ہم سب کے سب موٹے تازے ہو گئے۔ اس جانور کی جسامت کا یہ حال تھا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک روز ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو اس کے حلقے میں بٹھا دیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک دفعہ یہ بھی کیا کہ اس جانور کی پسلی کی ایک ہڈی لی پھر ہمارے ساتھ جو اونٹ تھے ان میں سے سب سے اونچا اونٹ منتخب کیا اور اس پر پالان رکھ کر ہم میں سے جو آدمی سب سے بلند قامت تھا اسے اس اونٹ پر سوار کیا اور وہ اونٹ اس کی پسلی کی ہڈی سے گذر گیا۔ مدینہ کو واپس آنے وقت ہم لوگوں نے بچے ہوئے گوشت کو بطور زاد سفر ساتھ لے لیا۔ اور جب مدینہ میں پہنچے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے حضورؐ سے اس جانور کی کیفیت عرض کی۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شکم پر وری کے لئے اسے پیدا فرما دیا۔ کیا اس کا کچھ گوشت ساتھ لائے ہو! اگر ہو تو مجھے بھی کھلاؤ،

تفصیل ارشاد کے طور پر ہم نے حضور کی خدمت میں گوشت پیش کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔

تاریخ الخبیس جلد دوم مطبوعہ مصر، مواہب لدنیہ جلد اول مطبوعہ مصر ۱۲



# حکومتِ بخران

عز و ہدایت سے لے کر جنین اور طائف کی جنگ تک حضرت ابو عبیدہ تمام معرکوں میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اور ہر معرکہ میں جانبازانہ حصہ لیتے رہے۔ سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بخران کا حاکم بنا کر بھیجا، بخران مکہ اور یمن کے درمیان عیسائیوں کا ایک ممتاز شہر تھا۔ داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل بخران کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے اپنے سرداروں اور پیشواؤں کا ایک وفد حضور نبوی میں بھیجا جو ہم ۴۰ افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں عاقب اور سپید سردار قبیلہ تھے، اور ابو حارثہ بن علقمہ ان کا سربراہ تھے۔ یہ شخص اپنے علم و فضل کے باعث نصرانی دہاروں میں بھی قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ کتب سابقہ کا عالم تھا اس لئے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پوشیدہ نہ تھی لیکن اس پر دنیاوی اغراض و اہوا کا اثر غالب تھا کہ وہ باطل سے تائب ہو کر حق کو قبول نہ کر سکتا تھا۔

اہل بخران نے مدینہ طیبہ پہنچ کر ریشمی لباس زیب تن کئے۔ جن کے دامن زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ پھر سونے کی انگوٹھیاں پہنیں اور بڑی شان سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ انھوں نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ اس درد بخش صفت شہنشاہ کو یمن کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں جو دونوں جہان کی دولت رکھنے کے باوجود فقیر پر فخر کرتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے حضور کی خدمت میں



حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو حضورؐ نے بغیر جواب دیئے منہ پھیر لیا۔ اہل نجران نے نماز سے فارغ ہو کر چاہا کہ حضورؐ سے باتیں کریں مگر حضورؐ مخاطب نہ ہوئے، وہ لوگ مسجد سے نکل کر حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے ملے، اور یہ حالت بیان کی۔ انھوں نے حضرت علیؓ سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو چاہیے کہ ریشمی لباس اور سونے کی انگوٹھیاں اتار دیں جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

چنانچہ وہ لوگ اسی طرح حاضر ہوئے تو حضورؐ نے سلام بھی قبول فرمایا اور باتیں بھی کیں۔ طویل بحث و گفتگو کے باوجود اہل نجران قبول حق پر آمادہ نہ ہوئے اس لئے یہ طے پایا کہ فریقین ایک دوسرے پر لعنت کریں جو جھوٹا ہوگا اس پر لعنت پڑ جائے گی۔ اہل وفد نے اپنے سردار عاقب سے مشورہ طلب کیا اس نے کہا ”تم جانتے ہو کہ یہ سچے رسول ہیں اور سچے رسول سے ایسا مقابلہ کر کے کسی نے فلاح نہیں پائی۔ پھر ان سے مقابلہ کر کے تباہ ہونے سے کیا حاصل اسلام قبول کرنا منظور نہیں تو صلح کر لو۔“ چنانچہ اہل وفد نے سالانہ دو ہزار حلوں، کچھ سونا کچھ زہریں اور کچھ گھوڑے بطور جزیہ دینا منظور کر کے صلح کر لی۔ اہل نجران پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر ہو چکی تھی اس لئے ان کے سردار عاقب اور سید دوبارہ آئے اور مسلمان ہو گئے، ان کے بعد نجران کے اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ چلتے وقت عاقب اور سید نے عرض کی کہ کسی امین آدمی کو ہمارے ساتھ کر دیجئے جو ہمیں دین کی تعلیم بھی دے اور ہمارے معاملات بھی فیصلہ کر دیا کرے۔



حضور نے فرمایا

لَا بَعَثَنَّا مَعَكُمْ آمِينَ أَحَقَّ فِي تَجَارِبِ سَابِقَةٍ أَيْسَ آئِينَ كَوَيْبِجِيَّوْنَ كَا جَوْ حَقِيئَتِي مَعْنَى

امین - میں امین ہے -

صحابہ کرام شوق و اضطراب سے دیکھنے لگے کہ یہ شرف کس خوش نصیب کے

حصے میں آتا ہے۔ اتنے میں ارشاد ہوا۔

قَدِيَا ابَا عُبَيْدَةَ بْنِ الْجِرَاحِ ابُو عُبَيْدَةَ بْنِ الْجِرَاحِ كَهْرَثُ هُوَ جَاؤِيَا

حضرت ابو عبیدہ نے تعمیل ارشاد کی۔

حضور نے فرمایا

هَذَانِ الْآمِينَ هَذَانِ الْاِمْتِ يَه اس امت کے امین ہیں۔

اس شرف خاص میں حضرت ابو عبیدہؓ کا کوئی ہمسر نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے مصالحت کر لی تھی اور علاء بن

الحضرمی کو بحرین کا امیر مقرر کیا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ ایک دفعہ وہاں سے جزیہ کی

رقم لانے پر مامور ہوئے جب لیکر مدینہ پہنچے تو اس روز نماز صبح میں انصار کا غیر معمولی

مجمع ہوا۔ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ ہو کر فرمایا

”شاید تم لوگوں کو ابو عبیدہ کے آنی کی اطلاع ہو گئی ہے۔“

لوگوں نے عرض کی۔ ”ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)“

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بشارت ہو کہ آج تمہیں خوش کردوں گا۔ لیکن خدا کی قسم میں تمہارے



فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ مجھے خوف ہے کہ پہلی قوموں کی طرح تمہارے اوپر بھی دنیا کشادہ ہو جائے گی اور جس طرح ان کو مناقشت باہمی اور حسد و طمع نے ہلاک کر دیا تھا تمہیں بھی ہلاک کر دیگی۔ (بخاری)

## قیامِ خلافت میں تدبیر و احسان

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر ایک بڑی بچیدہ اور نازک حالت پیدا ہو گئی تھی، اگر اس وقت حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی کوششیں بروئے کار نہ آتیں تو شیرازہ امت بالکل منتشر ہو جاتا۔ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین باقی ہی تھی کہ سفیفہ بنی ساعدہ کے ہماجرین و انصار میں خلافت رسول کے مسئلہ پر نزاع پیدا ہو گئی۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اس کی اطلاع پا کر بہت گھبرائے، کہ اگر یہ اختلاف طویل پکڑ گیا تو مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا۔ چنانچہ دونوں بزرگ حضرت ابو عبیدہ کو ساقہ لیکر اسی وقت سفیفہ بنو ساعدہ پہنچے اور انصار کو سمجھانے لگے۔ حضرت عمر اور حضرت حباب بن المثنیٰ انصاری میں تیز و تند گفتگو ہونے لگی، حضرت ابو عبیدہ نے دونوں بزرگوں کو اس طرح باتیں کرنے سے روکا اور انصار سے مخاطب ہو کر کہا

یا معاشرۃ الانصار انکم کلتکم  
اول من انصر فلا تکونوا  
اول من غیر۔  
حضرات انصار! تم وہ ہو جنہوں نے سب سے  
پہلے اسلام کی مدد کی۔ پھر تمہیں باقی اختلاف  
و افتراق نہ ہو۔

حضرت ابو عبیدہ کی گفتگو کا انصار پر نہایت اچھا اثر ہوا۔ حضرت بشیر بن



سعد انصاری نے کہا: "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے تھے اس لئے قریش آنحضرت کی خلافت و جانشینی کے ہم سے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ ہم اسلام کے انصار اور ایمان میں اکثر قریش سے متقدم ہیں۔ لیکن ہم نے یہ سب کچھ خدا اور رسول کی خوشنودی کے لئے کیا تھا۔ نہ کہ خلافت و امارت کے لئے۔ اس لئے ہم خلافت کے لئے قریش سے جھگڑا کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔"

جباب بن المتذر انصاری بشیر بن سعد پر بہت برہم ہوئے۔ اولاً کہنے لگے "تم نے بز دلی کا اظہار کر کے معاملہ خراب کر دیا۔"

حضرت بشیر بن سعد نے کہا: "میں بز دلی کی وجہ سے نہیں کہتا بلکہ حق کی بنا پر کہتا ہوں۔ کیا تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ۔ الہجۃ من قریش؟"

اس ارشاد رسول کے درمیان میں آتے ہی ہاجرہ بن وانصار کی گردنیں جھک گئیں جباب بن متذر بھی چپ ہو گئے۔ مجلس کا شور و غل سکوت و خموشی سے بدل گیا۔ یہ ننھی صحابہ کی شان جس پر مسلمانوں کو قربان ہونا چاہیے۔ یہ تھے ارشاد ربانی:

يا ايها الذين امنوا طيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله والرسول۔

اتنا بڑا اختلاف اور اس قدر اہم معاملہ۔ مگر حضور کے ایک مختصر ارشاد کے درمیان میں آتے ہیں غم ہو گیا حضرت ابو بکر نے پہلے حضرت عمر کو خلافت کے لئے پیش کیا انھوں نے انکار فرمایا۔ پھر حضرت ابو بکر نے حضرت ابو عبیدہ کو پیش کر کے فرمایا: "یہ ابو عبیدہ بن الجراح ہیں، جن کو امین الامت" کا خطاب مرحمت



ہوا ہے۔ مگر اس خوشناس امانت نے بار خلافت اٹھانے سے انکار کر دیا اور دونوں بزرگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کر لی اس کے بعد بیعت عام شروع ہو گئی۔

# جہادِ شام

## مجلس شوریٰ

عرب اور شام کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں۔ اس تعلق کی بنا پر اسلامی عہد سے پہلے بہت سے عرب شام میں آباد ہو گئے تھے۔ اور قبصر روم کے ماتحت حکومتیں بھی قائم کر لیں تھیں۔ قبصر یسائی مذہب کا پیرو تھا۔ اس کے اثر سے عربوں نے بھی عیسائیت اختیار کر لی تھی انھیں عربوں میں والی بصرہ شرجیل بن عمرو غسانی بھی تھا۔

سنة میں حضرت ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کو دعوت اسلام کی خطوط بھیجے تو شرجیل بن عمرو غسانی کے پاس بھی مکتوب دعوت بھیجا، حضرت حارث بن عیمر نامہ رسالت لیکر گئے تھے۔ شرجیل نے آپ کو شہید کر ڈالا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو حضور کو بہت صدمہ ہوا۔ حضور نے حضرت حارث کو انتقام کے لئے حضرت زید بن حارثہ کی زیر سرکردگی تین ہزار مجاہدین کو بھیجا، شرجیل نے خود بھی نو بیس جمع کیں اور قبصر روم سے بھی امداد طلب کی اور ایک لاکھ کی جمعیت



کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا۔ فریقین میں بمقام موتہ جنگ ہوئی۔  
 یہ سنہ کا واقعہ ہے۔ دوسرے سال دربار رسالت میں خبر پہنچی کہ قبصر روم  
 لشکر جرار کے ساتھ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ  
 علیہ وسلم مجاہدین اسلام کو لیکر تبوک تک گئے۔ لیکن قبصر مقابلے میں نہیں آیا  
 اس لئے واپس تشریف لائے۔

غرض رومی مسلمانوں کے مستقل حریف تھے۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے  
 حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کے لئے ایک فوج تیار کی۔ لیکن  
 مجاہدین کی روانگی سے پہلے ہی حضور کا وصال ہو گیا اور یہ ہم معرض التوابع بن گئے  
 اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے  
 آپ نے التواد شدہ ہم تیار کر کے بھیجی جو کامیاب واپس آئی۔ اسی زمانہ میں عمر  
 میں ارتداد کا فتنہ برپا ہو گیا۔ جس کے فرو کرنے میں عرصہ تک حضرت ابو بکر صدیق  
 کو شام سے متعلق فوجی کارروائی کرنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن جوں ہی آپ کو  
 فتنہ ارتداد سے فرصت ملی آپ نے جہاد شام کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے مجلس  
 شوریٰ منعقد فرمائی۔ اس اہم ترین مجلس میں حضرت عمر فاروق، حضرت  
 عثمان ذوالنورین، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت طلحہ، حواری رسول حضرت  
 زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، امین الامت حضرت ابو عبیدہ  
 ابن الجراح حضرت سعد بن ابی وقاص اور دوسرے مجاہدین و انصار  
 رضی اللہ عنہم شریک تھے۔  
 حضرت ابو بکر صدیق نے مجلس شوریٰ کو مخاطب کر کے فرمایا۔



اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتیں حد شمار سے باہر ہیں۔ اس کے بندے اپنے اعمال سے اس کے احسانات کا حق شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ کی بہت بہت ستائش ہے اس نے تم میں اتحاد پیدا کر کے تم پر بڑا فضل فرمایا اس نے تمہارا باہمی اختلاف دور کر دیا ہے۔ تمہیں اسلام کی راہ دکھائی ہے اور شیطان کو تم سے دفع کر دیا ہے۔ اس لئے اس کا اندیشہ نہیں ہے کہ تم آئندہ کبھی مشرک کا ارتکاب کرو گے اور اللہ کے بجائے کوئی اور معبود بنا لو گے۔

عرب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں میرا ارادہ ہے کہ عربوں کو رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے شام بھیجوں۔ اس جنگ میں جو مارا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ نیکو کاروں کے لئے خدا کے یہاں جو اجر ہے وہ اس دنیا سے کہیں بہتر ہے اور جو اس جنگ میں زندہ بچے گا۔ وہ دین الہی کا حامی قرار پائے گا اور اللہ سے مجاہد کا ثواب حاصل کرے گا یہ میری رائے ہے۔ اب تم اپنی رائے سے مجھے آگاہ کرو۔

حضرت عمر فاروق نے حمد و صلوة کے بعد فرمایا۔

واللہ کبیر لیسى غرض سے جس کا آپ نے اظہار فرمایا ہے میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ اس وقت آپ ہی کی زبان سے یہ بات ظاہر ہو۔ آپ کی رائے نہایت مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھے۔ آپ ضرور شام کی طرف سوار اور پیدل فوجیں بھیجیں۔ ایک کے بعد دوسرا لشکر روانہ فرمائیں



اللہ عزوجل اپنے دین کو فتح مند کرے گا اور اسلام اور اہل اسلام کو  
غلبہ عطا فرمائے گا۔ اپنے رسولؐ اس نے جو وعدہ کیا ہے اسکو پورا کرے گا  
حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

میری رائے میں آپ مسلمانوں کے ہی خواہ اور شفیق ہیں آپ کی  
ہر تجویز سعادت و خوبی اور کامیابی کی حامل ہوگی۔ اس لئے آپ  
اس پر عمل شروع کر دیجئے۔ آپ پر کسی قسم کا شک شبہ نہیں کیا جاسکتا۔  
حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ،  
حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعید بن زبیر اور دوسرے تمام  
صحابہ نے جو مشرک مجلس تھے حضرت ابو بکرؓ کی تائید کی اور کہا کہ  
آپ نے جو کچھ سوچا ہے اس پر عمل کیجئے ہم آپ کی اطاعت کیلئے  
ہم میں سے کوئی شخص نہ آپ کی مخالفت کرے گا۔ نہ آپ کی رائے  
میں شک کو راہ دے گا۔ نہ آپ کی دعوت کو رد کرے گا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حمد و نعت کے بعد فرمایا۔  
اللہ تعالیٰ نے اسلام جیسا دین دیکر تم پر احسان فرمایا ہے تمہیں  
جہاد کے ذریعہ قوت بخشی ہے اور اس دین صلیف کے ذریعہ تمہیں  
سارے مذاہب کے پیروؤں پر بزرگی عطا فرمائی ہے۔ ہذا  
ملک شام میں رومیوں سے جہاد کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔  
میں بعض آدمیوں کو تم پر سردار بناؤں گا۔ تم اپنے پروردگار کے  
اطاعت گزار رہنا۔ اور اپنے سرداروں کی حکم عدولی نہ کرنا،



تمھاری نیت، تمھارا عمل، تمھارا اخلاق، اور تمھارا کھانا پینا سب کچھ درست ہو، کیونکہ خدا انھیں کے ساتھ ہے جو منفقی اور صالح ہیں۔“

رومیوں کی کثرت اور شجاعت و بہادری کا خیال کر کے ایک بار لوگوں پر سنائی یہ رنگ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جوش سے بے تاب ہو گئے اور کہہ کر فرمایا۔

مسلمانو! یہ کیا ہے کہ تم خلیفہ رسول کی دعوت پر لبیک نہیں کہتے؟ حالانکہ

ان کی دعوت میں تمھارے لئے سرمایہ جیات ہے۔“

یہ سن کر خالد بن سعید بن العاص اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ

اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اگرچہ یہ نعلیہ منشر کوں کو کتنا ہی ناگوار

گذرے اللہ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔ اپنے دین کو ضرور فہمند

اور اپنے دشمنوں کو برباد کرے گا۔

پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا

ہم نہ آپ کی مخالفت کریں گے۔ اور نہ آپ کو چھوڑیں گے۔ آپ ہمارے

بھائی خواہ ہیں، شفیق ہیں، دوست ہیں، مددگار ہیں، امیر ہیں۔ ہمیں آپ

جس وقت بلائیں گے ہم دوڑے آئیں گے۔ جب حکم دیں گے بجا

لائیں گے۔ جب پکاریں گے حاضر ہوں گے۔

حضرت خالد بن سعید کے جواب سے حضرت ابو بکر بہت خوش ہوئے۔ ان کے



وعائے خیر فرمائی اور تیاری کا حکم دیا۔

حضرت خالد بن سعیدؓ تیار ہو کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس مسجد میں آئے۔  
 ہاجرین و انصار بڑی تعداد میں جمع تھے۔ حضرت خالد بن سعیدؓ نے سلام کے  
 بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا

خدا کی قسم! میں اس کو کہیں زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میں سر بفلک  
 پہاڑ سے گر پڑوں یا زمین و آسمان کے درمیان مجھے کوئی خونخوار  
 بدند اچک لے لیکن یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ مجھے بلائیں اور میں  
 توفیق کروں۔ آپ حکم نہیں اور میں تعمیل نہ کروں۔ واللہ! مجھے  
 نہ دنیا سے محبت ہے نہ میں طولانی زندگی کی تمنا رکھتا ہوں تم  
 سب لوگ گواہ نہ ہو کہ میں میرے عزیز و اخوان۔ میرے نوکر  
 چاکر اور میرے تمام اہل خاندان جو میری بات مانتے ہیں سب  
 راہِ خدا میں لڑنے کے لئے وقف ہیں۔ ہم برابر دشمنوں سے مصروف  
 جنگ رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ انھیں ہلاک کر ڈالے یا ہم سب  
 اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔

حضرت ابو بکر اور مسلمانوں نے حضرت خالد بن سعیدؓ کے حق میں وعائے خیر کی حضرت  
 خالد بن سعیدؓ اور ان کے ساتھی میدان میں خمیہ زن ہوئے۔ حجابین شام کا یہ پہلا  
 گروہ تھا جس نے کمر چھوڑ کر خدا کی راہ میں پڑاؤ ڈالا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مدینے  
 میں عام سنادی کرادی کہ لوگ اپنے دشمن رومیوں سے چہا کرنے کے لئے نکلیں۔



یہ منادی سن کر مجاہدین اپنے اپنے گھروں سے نکلے لشکر گاہ جمع ہونا شروع ہو گئے

## جہادِ شام کی قیادتِ عظمیٰ پر تقرر

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح  
حضرت معاذ بن جبل حضرت یزید بن ابی سفیان حضرت نضر بن حباب  
رضی اللہ عنہم کو طلب کر کے فرمایا

میں تم لوگوں کو جہادِ شام کے لئے روانہ کرنا اور افواجِ اسلامیہ کا سپہ سالار  
بنانا چاہتا ہوں میں غنی فوج جمع کر سکوں گا۔ تم میں سے ہر ایک کی سرکردگی  
میں جدا جدا روانہ کروں گا۔ اگر میدان کارزار میں کہیں تم سب یکجا آجئے  
تو تم سب کے سپہ سالار ابو عبیدہ بن الجراح ہونگے اور اگر وہ موجود نہ  
ہوں اور جنگ پیش آجائے تو یزید بن ابی سفیان قیادت کریں گے  
اس لئے اب تم لوگ جا کر تیاری کرو۔

مجاہدین کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق فوج کا معائنہ کر کے  
لشکر گاہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت عمر فاروق اور دوسرے صحابہ ساخنہ کے  
حضرت ابو بکر نے دیکھا کہ ابھی مجاہدین کی تعداد ضرورت کے مطابق نہیں ہوئی۔  
اس لئے آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ۔

مہتمم کی کیا رائے ہے؟ انہی ہی لوگوں کو شام بھیجا جائے؟

حضرت عمر نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ تعداد کافی نہیں ہے۔ دوسرے صحابہ نے  
یہی خیال ظاہر کیا۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا۔ پھر کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ تم



اللکھکر جہاد کی ترغیب دیں؟ تمام صحابہ نے یہ رائے پسند کی۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے  
 و خادِم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو خطا دیکر یمن بھیجا۔

حضرت انس نے یمن کے گاؤں گاؤں اور قریے قریے میں پہنچ کر حضرت ابو بکرؓ کا خط  
 لایا اور جہاد پر تقریر کی۔ اس طرح آپ حضرت ذوالکلاع حمیری کے پاس پہنچے۔ آپ نے  
 اور تقریر سنتے ہی گھوڑا منگایا اور مسلح ہو کر میدان میں پڑاؤ ڈال کر اپنی قوم کو جمع ہونے  
 ہم دیا۔ جب آپ کی قوم کے لوگ بڑی تعداد میں جمع ہو گئے۔ تو آپ نے کھڑے ہو کر  
 برکی اور حمد و نعت کے بعد کہا۔

مسلمانو! تمہارے نیکو کار بھائیوں نے تمہیں مشرکوں سے جہاد کرنے کے  
 لئے بلا یا ہے تاکہ تم اجر عظیم کے مستحق بنو۔ لہذا جسے چلتا ہو ابھی میرے  
 ساتھ کوچ کرے۔

ان نے بڑی تعداد میں حضرت ذوالکلاع کے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کی۔  
 پچھ آپ ان کو لیکر مدینہ منورہ پہنچے۔

شکر گاہ مدینہ میں مجاہدین کی امامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کرتے تھے  
 ہدین یمن کے ساتھ ان کے اہل و عیال بھی تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ  
 نے ان کو دیکھ کر جوش مسرت میں صحابہ سے فرمایا۔

اللہ کے بندو! کیا ہم آپس میں کہا نہیں کرتے تھے کہ جب قبائل حمیر  
 اپنے اہل و عیال کے ساتھ لڑ بھند کر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں  
 کو غالب اور مشرکوں کو مغلوب کر دے گا۔

مسلمانو! دیکھو! آل حمیر خدا کی فتح و نصرت کے ساتھ لئے آ گئے۔



## مجاہدین کی پہلی روانگی

جب مدینہ میں مجاہدین کی کافی تعداد جمع ہو گئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے انہیں لگے اور حضرت یزید بن ابی سفیان اور حضرت زبیر بن الاسود کو ایک ایک مرحمت فرما کر روانگی کا حکم دیا۔

یزید بن ابی سفیان گھوڑے پر سوار ہو کر فوج کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہونے لگے تو خلیفہ رسول حضرت امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہما پیادہ ان کی مشالحت کے لئے چلے۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے فرط ادب سے عرض کیا کہ خلیفہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسا تو آپ بھی سوار ہو جائیں۔ یا مجھے بھی اجازت دیں کہ میں سواری سے اتر پڑوں۔ مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ میں سواری پر ہوں اور آپ پیدل۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔

تم میں سوار ہوں گا۔ اور نہ تمہیں سواری اترنے دوں گا۔ میں خدا

کی راہ میں اپنے قدموں کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان کو الوداع کہتے وقت ایک زبردست وصیت فرمائی اور آخر میں ان کا ہاتھ پکڑ کر جو ش محبت سے فرمایا کہ یزید! میں تمہیں خدا کے حوالے کرتا ہوں۔ تم پر خدا کی رحمت و سلامتی ہو۔ تم میرے اولین سپہ سالار ہو۔

مجاہدین کی روانگی کے بعد حضرت ابو بکر نے فجر و عصر کے بعد نہایت الحاح کے ساتھ یہ دعا مانگی۔



الہی ہمارا وجود تہ تھا۔ تو نے ہمیں پیدا کیا۔ ہم گمراہ تھے تو نے محض اپنے رحم و کرم سے ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایا اور ہدایت بخشی۔ ہم کافر تھے۔ تو نے ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا کر دی۔ ہماری تعداد کم تھی۔ تو نے ہمیں کثرت عطا فرمائی۔ ہم پر اگندہ تھے۔ تو نے ہمیں متحد کر دیا۔ ہم کمزور تھے تو نے ہمیں قوی بنا کر ہم پر جہاد فرض کیا اور ہمیں مشرکوں سے لڑنے کا حکم دیا۔ تا آنکہ وہ تیری توحید پر ایمان لائیں۔ یا ذلیل ہو کر تیرے بندے بنیں۔

الہی! ہم تیری رضا چاہتے ہیں۔ تیرے دشمنوں سے برسرِ پیکار ہیں۔ اور ان تمام لوگوں سے برد آزما ہونے کے لئے نکلے ہیں جو تیرے باغی ہیں اور تجھے چھوڑ کر جھوٹے خداؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ تیری ذات پاک ہے اور تیری نشان ان گمراہوں کے توہمات سے کہیں برتر و اعلیٰ ہے۔

الہی! اپنے مسلمان بندوں کو اپنے دشمن مشرکوں پر فتح و غلبہ عطا فرمایا اپنی بارگاہِ خاص سے ان کی نصرت کر۔ ان کے دل کو قوی اور ان کی قوم کو مضبوط کر دے۔ ان کی ہمتوں کو بلندی عطا کر۔ دشمنوں کی جڑیں کاٹ دے، ان کی نسل کو قطع کر دے۔ ان کی آبادیوں کو ویران کر دے اور ان کی زمینوں اور ملکوں، دولتوں کا ہمیں مالک بنا دے۔

الہی! ہماری پشت پناہی و حفاظت کر۔ ہماری تمام حالتیں اور نسبتیں درست کر دے اپنی نعمتوں کے شکر کی توفیق عطا فرما۔ تمام مومن و مسلم مرد عورتوں اور زندوں اور مردوں کو اپنی رحمت سے بخش دے مسلمانو! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دنیا دار آخرت دونوں میں اپنے



قول ثابت سے ثبات عطا فرمائے۔ اللہ مؤمنوں کے ساتھ  
رؤف و رحیم ہے۔

یزید بن ابی سفیان کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے دوسری فوج نثر حبیب بن حسنہ  
کی قیادت میں روانہ فرمائی۔

## حضرت ابو عبیدہ کی شام کو روانگی

حضرت یزید بن ابی سفیانؓ اور حضرت نثر حبیب بن حسنہ کی فوجوں کی  
روانگی کے بعد بھی لشکر گاہ مدینہ میں مجاہدین کی بڑی تعداد موجود تھی جن میں عرب  
کے مشہور و ممتاز قبائل کے سردار اور نامور بہادر تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن  
الجراحؓ ان کی امامت فرماتے تھے اور شام کی روانگی کے لئے حضرت ابو بکرؓ  
کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ چاہتے تھے کہ اور مجاہدین  
آجائیں تو کوچ کا حکم دیں۔ چنانچہ مجاہدین کی تعداد حسب خواہ ہو گئی تو حضرت  
ابو بکرؓ صدیق نے حضرت ابو عبیدہ کو روانگی کا حکم دیا۔ اور یہ وصیت فرمائی۔  
ابو عبیدہ بن الجراح! اس شخص کی طرح میری بات سنو جو سن کر  
عمل کرنا چاہتا ہے۔ تم ایسے لوگوں کو ساتھ لیکر جا رہے ہو جو عرب  
کے معزز اور منزلیف خاندانوں کے رکن ہیں۔ بہترین مسلمان ہیں  
یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی شجاع و بہادر تھے اور غلط جذبے  
میں آکر لڑا کرتے تھے، مگر آج خدا سے اجر و ثواب حاصل کرنے  
کے لئے لڑنے جا رہے ہیں۔ تم ان سے اچھا سلوک کرنا۔ حق میں



سب کے ساتھ مساوات برتنا کسی کو کسی پر فوقیت نہ دینا۔ اللہ سے مدد چاہنا  
 کیونکہ وہی سب سے بہتر حامی و مددگار ہے اسی پر بھروسہ کرنا کیونکہ سب سے  
 بڑا وکیل و کارساز وہی ہے۔ خدا کی مشیت کے ساتھ تم کل روانہ ہو جاؤ  
 یہ وصیت سن کر حضرت ابو عبیدہؓ چلنے لگے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پھر پکارا۔ اور فرمایا  
 ابو عبیدہ! میں دیکھ چکا ہوں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 نظر میں تمہاری کتنی قدر و منزلت تھی۔ وہ کس طرح تمہاری عزت کیا  
 کرتے تھے میں اس کا اظہار کرنا نہیں چاہتا کہ میرے دل میں تمہاری  
 کس قدر وقعت ہے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان  
 ہے۔ روئے زمین پر مجاہدین اور دوسری جماعت میں کسی شخص کو بھی ہیں  
 تمہارے برابر اس شخص (حضرت عمرؓ) کے مرتبہ کا نہیں سمجھتا۔ میری آگاہی  
 میں تمہاری عزت سے سب کی عزت کم ہے۔

## حضرت ابو بکر اور حضرت ابو عبیدہؓ کی وادعی تقریریں

دوسرے روز حضرت ابو عبیدہؓ بن ابجرارح خازبان اسلام کو لیکر شاہی کے لئے  
 روانہ ہونے لگے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ "ثبیتہ الوداع" تک مشا کیلئے  
 تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے حضرت امین الامتؓ کو مخاطب کر کے اس طرح  
 وادعی تقریر فرمائی۔

ابو عبیدہؓ! مجھے عمل کرنا۔ حجاج بن کر رہنا۔ شہید کی موت صرنا، اللہ  
 تعالیٰ تمہارا اعمال نامہ تمہارے سے وائیں ہاتھ میں دے اور دنیا



و آخرت میں تمہاری آنکھیں کھنڈی ہوں۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جو خدا سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں، جو دنیا سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ جو آخرت کے طالب ہیں۔ اللہ نے تم پر بڑا فضل کیا ہے جو تمہیں یہ توفیق مرحمت فرمائی ہے کہ تم مسلمانوں کی فوج لیکر ان کے دشمن مشرکوں سے جنگ کرنے جا رہے ہو۔ لہذا جو لوگ خدا کے منکر ہیں۔ اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ جھوٹے خداؤں کو پوجتے ہیں ان سب سے جہاد کرنا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے جواب میں حضرت امین الامتؓ نے یہ تفسیر کی خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر خدا کی رحمت ہو۔ اسلام میں آپ کا جو مرتبہ ہے، اللہ اور اس کے ساتھ آپ نے جو خیر خواہی کی ہے میں اس پر شاہد ہوں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو لوگ دین الہی سے برگشتہ ہو چکے تھے۔ آپ نے ان سے جہاد کیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ کے ہاتھوں انہیں مغلوب کر گئے دین الہی کی طرف واپس کر دیا۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ مومنوں پر بہر بان ہیں، کافروں پر رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو تعلیم و ہدایت فرمائی ہے اس میں برکت دے۔ اگر میں نیک بنوں گا تو یہ خدا کا فضل و کرم ہو گا۔ اور اگر خراب ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے راہ ہدایت پر قائم کر دے۔ ہم پر آپ کا حق ہے کہ جب آپ ہمیں بلائیں تو ہم لبیک کہیں۔ اور حکم دین تو اسکو بجا لائیں۔



## امین الامت کی عظمت

عرب کے نامور بہادر اور فہمیا مراد کے سردار حضرت قیس بن امیرہؓ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کی فوج میں تھے حضرت ابو بکر نے ان کے بارہ میں حضرت ابو عبیدہ کو یہ وصیت فرمائی۔

ابو عبیدہؓ! تمہارے ساتھ ایک بہت معزز سردار اور عرب کا نامور بہادر جا رہا ہے مسلمان اس کی رائے و مشورہ اور شجاعت و دلیری سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ لہذا تم اسے مقرب بنانا۔ اس کی ساتھ لطف و کرم سے پیش آنا۔ اس پر ظاہر کر دینا کہ نہ تم اس سے بے نیاز ہو نہ اس کو معمولی آدمی سمجھتے ہو۔ اس طرح تم اس کی محبت و ہمدردی حاصل کر لو گے اور اس کے ذریعہ دشمنوں پر سختی و مصیبت نازل کر سکو گے۔

پھر حضرت قیس بن امیرہؓ کو مخاطب کر کے حضرت ابو عبیدہؓ کے بارہ میں یہ ہدایت فرمائی۔

میں تمہیں "ابو عبیدہ الامین" کے ساتھ بھیج رہا ہوں جو اس خوبی کے اوصی ہیں کہ ان پر ظلم کیا جائے تو وہ اس کے بدلے ظلم نہیں کرتے ان کے ساتھ بُرائی کی جائے تو وہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔ ان سے ترک تعلق کیا جائے تو وہ اسے قائم کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں پر رحیم اور کافروں پر شدید ہیں۔ اس لئے



ابو عبیدہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرنا۔ نہ ان کی کسی رائے کی مخالفت کرنا  
 میں نے ان سے بھی کہہ دیا ہے کہ تمہاری بات سنا کرے۔ اس لئے تم انکو  
 ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہنے کا مشورہ دینا۔ ہم سنتے آئے ہیں کہ تم زمانہ  
 جاہلیت میں بہت معزز و شریف اور بہادر تھے، حالانکہ جاہلیت میں  
 گناہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ اب تم اسلام کی روشنی میں اپنی شجاعت و بہادری  
 اور قوت کو مشرکین و کفار کے بالمقابل کام میں لانا۔ اللہ کے یہاں اسکا  
 بہت اجر و ثواب ہے۔

حضرت خالد بن سعید بن العاص جنہوں نے مجلس شوریٰ میں حضرت صدیق اکبرؓ کی  
 تقریر جہاد پر سب سے پہلے تمام جانے پر آمادگی ظاہر کی تھی اور جو سب سے پہلے  
 مسلح ہو کر خدا کی راہ میں لڑے تھے وہ بھی حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی فوج  
 میں شامل تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ

آپ اپنے برادر عم زاد یزید بن ابی سفیان کے ساتھ جاتے تو کسی اور کے  
 ساتھ جانے سے بہتر تھا۔

حضرت خالد بن سعیدؓ نے جواب دیا کہ

میرا عم زاد بھائی رشتے میں مجھے حضرت ابو عبیدہؓ سے بہت زیادہ عزیز  
 ہے۔ لیکن دین میں ابو عبیدہؓ مجھے اپنے چچیرے بھائی سے بھی زیادہ  
 محبوب ہیں۔ یہ عہد رسالت میں بھی میرے دینی بھائی اور چچا کے بیٹے  
 کے مقابلے میں میرے رفیق و مددگار تھے آج میں صرف سے زیادہ  
 انھیں سے مانوں ہوں اور انھیں کی معیت میں سب سے زیادہ جہاد



حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ بڑے نیک نفس۔ پاک باطن  
 اور بلند مرتبہ صحابی تھے۔ حضرت ابو بکر نے انھیں سرداری دینی چاہی  
 لیکن انھوں نے معافی مانگ لی۔ ان کی وداع کا نظارہ بڑا ہڑاڑ تھا انھوں نے خود  
 خلیفہ رسول کو ایک اہم وصیت کی۔ اور آخر میں کہا کہ ”اپنا ہاتھ دیجیے۔ میں نہیں جانتا  
 کہ آج کے بعد پھر اس دنیا میں ملاقات ہوگی یا نہیں۔ اگر خدا نے ملاقات کا موقع  
 دیا تو ہم اس کے عفو و بخشش کے تمنا ہی رہیں گے۔ اور اگر آج کے بعد پھر قسمت میں ملاقات  
 نہیں تو اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 زیارت سے مشرف فرمائے۔“

حضرت ابو بکر نے ہاتھ بڑھا کر حضرت خالد بن سعید سے مصافحہ کیا۔ وہ سماں کچھ ایسا  
 موڑ تھا کہ حضرت ابو بکر نے حضرت خالد بن سعید اور تمام مسلمان آہدیدہ ہو گئے۔ اور  
 دیر تک سب پر رفت طاری رہی۔

حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ ”ٹھیرو ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔“  
 حضرت خالد نے کہا کہ ”میں یہ نہیں چاہتا۔“

حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ ”لیکن میں اور مسلمان کبھی چاہتے ہیں۔“  
 چنانچہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت خالد بن سعید کے ساتھ مدینہ کے  
 باہر تک پیدل گئے۔ حضرت خالد بن سعید کی مشایعت جتنے مسلمانوں نے کی  
 کسی اور کی اتنی نہیں کی۔

حضرت عدی بن حاتم طالی کے سوتیلے بھائی حضرت ملحان بن زیاد اپنے



قبیلے طے کی تقریباً ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ

ہمیں جہاد کا شوق اور طلبِ ثواب آپ کی خدمت میں لایا ہے آپ ہم لوگوں سے بخوبی واقف ہیں ہم آپ کے جھنڈے کے نیچے اپنی قوم کے مرتدین سے لڑے اور ان کو مغلوب کر کے اسلام میں واپس لائے۔ لہذا آپ کسی اچھے افسر کی سرکردگی میں ہمیں جہادِ شام کے لئے روانہ کیجئے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ مجاہدین کو لیکر مدینہ طیبہ سے روانہ ہو چکے تھے حضرت ابو بکر نے ملحان بن زیاد سے فرمایا

میں نے سب سے افضل اور سب سے قدیم ہماجر سپہ سالار کو تمہارے لئے منتخب کیا ہے تم ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس چلے جاؤ میں تمہارے لئے انھیں کی جمعیت پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ سفر میں سب سے بہتر فریق اور حضرت میں سب سے بہتر دوست ہیں۔

حضرت ملحان بن زیاد اپنی جمعیت کے ساتھ جا کر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی فوج میں شامل ہو گئے، اور شام کے تمام معرکوں میں شریک رہے۔ قبائلِ یمن کے ساتھ ان کے بیوی بچے بھی تھے۔ قبیلہ انشم کے سردار ابن ذی اسلم نے حضرت ابو بکر سے پوچھا کہ ”ہم اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے جائیں یا آپ کے پاس چھوڑ جائیں؟“

چونکہ بہت سے مجاہدین اہل و عیال کو ساتھ لے جا چکے تھے۔ اس لئے حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ تم بھی اپنے اہل و عیال کو ساتھ ہی لے جاؤ۔



جس وقت اسلامی فوجیں شام میں داخل ہوئیں۔ ہرقل شہنشاہِ روم فلسطین میں تھا۔ اہل دربار نے اس سے کہا۔

عرب آپ سے لڑنے آئے ہیں۔ اس غرض سے انہوں نے زبردست فوجی تیاریاں کی ہیں۔ اُن کا قول ہے کہ ان کے رسول نے انہیں بشارت دی ہے کہ تم بالیقین اس ملک کے مالک بن جاؤ گے وہ اسی اعتقاد کے ساتھ یہاں آئے ہیں اور چونکہ وہ اپنے رسول کی بشارت کو حق سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لائے ہیں۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ ہم اس ملک پر حملہ کریں گے اس پر متصرف ہو جائیں گے اور اہل و عیال کے ساتھ یہاں آباد ہوں گے۔

شہنشاہ ہرقل نے کہا۔

ان کا یہ اعتقاد اُن کی قوت کو اور بڑھا دے گا۔ وہ اپنے دلوں میں ایک غیر متزلزل یقین اور اعتماد رکھتے ہیں۔ اس لئے اُن کا مغلوب ہونا بہت دشوار ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے روم و عرب کے امرا و معززین اور علماء و مشائخ کو جمع کر کے ایک سبق آموز اور ولولہ انگیز تقریر کی جس میں عیسائی مذہب کی فضیلت، روم و انوم کی عظمت، مسیح پرستوں کی بے عملی و غیرہ کا ذکر کر کے اُن کو جوش دلا یا اور جنگ کی ترغیب دی۔ وہاں سے کوچ کر کے دمشق اور حمص گیا۔ جو شام کے مشہور شہر تھے۔ اور وہاں بھی اس نے ایسی ہی تقریر کی۔ وہاں سے انطاکیہ گیا۔ اور اسے اپنا مرکز قرار دیکر وہیں قیام اختیار کیا۔



ان تقریروں کے علاوہ ہرقل نے نقیبوں اور داعیوں کو بھیج کر تمام ملک میں جنگ کا جوش و ولولہ پیدا کر دیا۔ چنانچہ ہر طرف سے رومی جنگ جو۔ انطاکیہ میں آ کر جمع ہونا شروع ہو گئے۔

## حضرت ابو عبیدہؓ کی پہلی فتح

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ اپنی فوج کے ساتھ داؤدی قری اور سے گذرتے ہوئے ماب پہنچے جو عمان کے علاقہ میں ہے وہاں کے باشندے مقابلہ میں آئے لیکن اسلامی جوش کے سیلاب کو روک نہ سکے شکست کھا کر شہر میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ آخر اہل ماب نے عاہدہ کر صلح کی درخواست کی۔ حضرت ابو عبیدہ نے جزیہ قائم کر کے ماب والوں سے صلح کر لی یہ شام کا پہلا شہر تھا جس نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر کے جزیہ دینا منظور کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ ماب سے روانہ ہو کر جاپہ پہنچے وہاں آپ کو شہنشاہ روم ہرقل کی تیاریوں کا علم ہوا۔ مخبر نے اطلاع دی کہ ہرقل نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جتنی فوج جمع کی ہے اتنی فوج اس کے بزرگوں نے بھی کسی کے لئے جمع نہیں کی تھی۔

## در پارِ خلافت سے خط و کتابت

ہرقل کی غیر معمولی تیاریوں کے متعلق حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حسب ذیل خط بھیجا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے بندے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ابو بکر کے نام ابو عبیدہ بن الجراح کا خط۔

آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔ میں آپ کے روبرو اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں تاکہ بعد از تم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو دائمی برکت عطا فرمائے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ہرقل شاہ روم شام کے ایک شہر میں جس کا نام انطاکیہ ہے مقیم ہے اور اس نے وہاں ہمارے مقابلے کے لئے بے شمار فوجیں جمع کی ہیں۔ مناسب معلوم ہوا کہ سر آپ کو صورت حال کی اطلاع دیدوں تاکہ آپ اس کے مطابق حکم صادر فرمائیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے خط کا یہ جواب لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انا بعد۔ مجھے تمہارا خط ملا۔ ہرقل شاہ روم کے بارے میں تم نے جو کچھ لکھا ہے اس سے آگاہ ہوا۔ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے واسطے شکست اور تمہارے اور مسلمانوں کے لئے اللہ کی طرف سے فتح ہے۔ تم نے لکھا ہے کہ ہرقل نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے عظیم الشان فوج جمع کی ہے۔ یہ بات ہم اور تم پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ جنگ کے بغیر کوئی قوم اپنے ملک و اقتدار سے دست کش نہیں ہو سکتی تھیں معلوم ہے کہ خدا کے فضل سے بہت سے ایسے مسلمان رومیوں سے



جہاد کرنے گئے ہیں جو موت سے اتنی ہی محبت رکھتے ہیں جتنی ان کے دشمنوں کو زندگی سے محبت ہے۔ وہ اپنی جنگ کا اللہ سے اجر عظیم حاصل کرتے ہیں، جہاد فی سبیل اللہ ان کو اپنی کنواری دہنوں اور مال و دولت کے خزانوں سے بھی زیادہ محبوب ہے، ایسے لوگوں میں کا ایک آدمی ہزاروں مشرکین سے بڑھکر ہے۔ لہذا تم ان مسلمانوں کو لیکر رومیوں سے مقابلہ کرو۔ اور ان مسلمانوں کی خاطر پریشان نہ ہونا جو تم سے دوید ہیں۔ اللہ نے کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ تاہم خدا نے چاہا تو میں تمہیں اتنی مدد بھیجوں گا کہ تم مطمئن ہو جاؤ گے۔ اور تمہیں مزید کمک کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ۔

## حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دربار خلافت سے کمک

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ برابر مجاہدین شام کو کمک بھیجنے کی فکر کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت ہاشم بن عقیہ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا۔ یہ فاتح شام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے، ہاشم بن عقیہ آئے تو حضرت ابو بکر نے ان سے فرمایا۔

ہاشم! یہ تمہاری خوش نصیبی ہے کہ تم بھی انہیں لوگوں میں ہو گئے جن کی مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے مسلمانوں کو ضرورت تھی اور جن کی خیر خواہی، اصابت رائے، نیک دلی اور شجاعت پر مسلمانوں کو قلبی اعتماد ہے۔ مجاہدین شام نے مجھ سے مدد مانگی



ہے اس لئے تم مسلمانوں کو لیکر روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں اختیار ہے کہ تم ابو عبیدہ کے پاس جانا یا یزید بن سفیان کے پاس۔

ہاشم نے حضرت ابو عبیدہ کی معیت پسند کی۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مسلمانوں کو جمع کر کے جہاد پر ایک بقیہ فرما دیا اور ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر سن کر لوگ حضرت ہاشم بن عقبہ کے مکان پر جمع ہونا شروع ہوئے۔ جب لوگوں کی تعداد ایک ہزار ہو گئی تو حضرت ابو بکر نے حضرت ہاشم بن عقبہ کو روانگی کا حکم دیا اور ان کو ضروری وصیت فرمائی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، انہوں نے حضرت ہاشم سے فرمایا

برا اور نرا سے اذیکہ تیرے تیرے کا ہر وار اور تیری تلوار کی ہر ضرب صرف خدا کے بزرگ و بزرگ کی رضا مندی کے لئے ہو، یاد رکھ لو دنیا سے جانے والا ہے اور خدا سے بدلہ ملنے والا ہے۔ اس دنیا سے تیرے عمل کے سوا کچھ ساتھ نہ جائیگا۔ اس لئے جو عمل کھلی ہو وہ نیک ہونا چاہیے۔

حضرت ہاشم نے عرض کیا۔

چچا! آپ میرے لئے فکر نہ کیجئے۔ اگر میں نیک نہ ہوں تو خود میری

بربادی ہے۔ میرا چلنا اور کھڑنا میری نشست و برخاست میری

تیز بازی و شمشیر زنی اگر بیکاری کے خیال سے ہوئی تو میری ہلاکت ہے۔

حضرت ہاشم نے مجاہدین کو لیکر مدینہ سے کوچ کیا اور شام پہنچ کر حضرت ابو عبیدہ کی فوج میں شامل ہو گئے، مکہ پہنچنے سے مجاہدین شام کو بڑی تقویت اور مسرت حاصل



ہوئی۔ حضرت ہاشم بن غنم کی روانگی کے بعد حمزہ بن مالک بھی اپنی اپنے قبیلے کے دو ہزار پیادوں کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچے، حضرت ابو بکر صدیق ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا، چند روز مدینہ کی چھاؤنی میں رکھنے کے بعد حضرت ابو بکر نے ان کو شام روانہ ہونے کا حکم دیا۔ انہوں نے پوچھا: ”آپ کے سوا میرا کوئی اور بھی انصر ہے۔“ حضرت ابو بکر نے فرمایا: ”ہاں! شام میں ہمارے تین سپہ سالار ہیں تم ان میں سے جس کی فوج میں چاہنا شامل ہو جانا۔“

حمزہ بن مالک مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے وہاں مسلمانوں سے پوچھا: ”دو بار رسالت میں سب سے زیادہ مرتبہ کس سپہ سالار کا تھا؟“ مسلمانوں نے بتایا: ”حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا۔“ حمزہ بن مالک نے کہا: ”خدا کی قسم میں ان کے سوا کسی کے پاس نہ جاؤں گا۔“ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ کے پاس گئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تمہاری آمد میں تمہارے جہاد میں اور ہماری رفاقت میں تمہیں برکت عطا کرے۔ انہیں اور تمہارے ساتھ لوگوں میں برکت دے۔

ابو الاعور سلمی جو ایک برجوش مسلمان تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق کی دعوت جہاد پر اپنی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ آئے۔ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔

ہمیں فائقہ کشتی اور خانہ ویرانی یہاں نہیں لائی ہے ہم حمایت دین کا جذبہ لیکر آئے ہیں، آپ چاہیں تو ہمیں اپنے پاس رکھیں اور چاہیں تو میدان



جہاد میں بھج دیں۔

حضرت ابو بکر نے فرمایا

میں تمہیں مجاہدین کی امداد اور شکرین سے جہاد کرنے کے لئے شام بھیجوں گا۔  
چنانچہ آپ نے انہیں شام روانہ کر دیا اور وہ بھی جا کر حضرت ابو عبیدہ کی فوج میں شامل ہو گئے۔  
اسی طرح مجاہدین کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور حضرت ابو بکر ان کو برابر شام بھیجتے رہے۔ چنانچہ حبیب بن مسلمہ کی میت میں دو سو مجاہدین روانہ کئے گئے جنہوں نے یزید بن ابی سفیان کی فوج میں جا کر شرکت کی۔

## ورپار خلافت میں حضرت ابو عبیدہ کا خط اور اس کا اثر

ابتداء میں جب اسلامی فوجیں ملک شام میں داخل ہوئیں تو شامیوں نے خیال کیا کہ کچھ مسلمان بے سار ت کر کے ادھر آ گئے ہیں ہم ان کو باسانی نیست و نابود کر دینگے پھر مسلمانوں کا تو مسلح سپت ہو جائے گا اور وہ شام کا رخ نہ کریں گے۔ لیکن اسلامی فوجیں مسلسل شام میں پہنچنے لگیں تو رومیوں کو اپنی غلط فہمی کا احساس ہوا۔ اور انہوں نے ہرقل شاہ روم کو خط لکھ کر اپنی فکر و نشوونما کا اظہار کیا۔ ہرقل نے ان کو بلا منت کی ادھر جواب دیا کہ جتنی تعداد تمام مسلمان حملہ آوروں کی ہے اس سے زیادہ تمہارے ایک شہر کی آبادی ہے اس لئے تم ان کا منہا بلہ کرو اور یہ بت سمجھو کہ میں تمہیں سب سے زیادہ مددگار پیچور وولگا گا میں تمہیں اتنی مدد بھیجوں گا کہ زمین بھر جائے گی۔

ہرقل شاہ روم کے جواب نے رومیوں کے حوصلے بڑھا دیئے انہوں نے اطراف و بلاد میں اپنے داعی و پیام بھج کر تمام ملک میں مسلمانوں کے منہا بلہ کا جوش پیدا کر دیا



حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو رومیوں کی سرگرمیوں کی اطلاع ہو  
 تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ خط لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں اسلام کے ذریعہ  
 سر بلندی عطا فرمائی، ایمان سے ممتاز فرمایا۔ اور جس معاملے میں  
 لوگ گمراہ ہو رہے ہیں اس میں ہمیں ہدایت کی روشنی بخشی وہ جسے چاہتا  
 ہے ہدایت بخشتا ہے۔ میرے شامی محضروں نے خبر دی ہے کہ شاہ  
 روم کے ہراول ہمارے قریب آپہنچے ہیں نیز یہ کہ شامیوں نے شاہ  
 روم سے مدد طلب کی تھی جس کے جواب میں اس نے لکھا ہے کہ کل  
 حملہ آور عربوں سے تمہارے ایک شہر کے آدمی بھی زیادہ ہیں۔ لہذا  
 ہمت سے کام لیکر ان کا مقابلہ کرو۔ میری کمک بھی پہنچ رہی ہے  
 مسلمان ان کے مقابلے کے لئے تیار ہیں اور ہمارے جاسوسوں  
 کے بیان کے مطابق شامی بھی آمادہ جنگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں  
 پر اپنی نصرت نازل فرمائے اور مشرکوں پر لعنت بھیجے، وہ ان کے  
 اعمال سے خوب واقف ہے۔ والسلام۔

حضرت ابو بکر صدیق نے اس خط کو پڑھ کر سابق الاسلام ہجرتین و انصار کو جمع  
 کیا اور جو اکابر قریش بعد میں اسلام لائے تھے ان کو بھی طلب فرمایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ انکو کیوں بلا رہے ہیں؟  
 حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ ابو عبیدہ کے خط کے بارے میں ان سے بھی مشورہ لینا



حضرت عمر نے کہا کہ یہ لوگ ایک زمانہ تک مسلمانوں سے برسر پیکار رہے اور انھوں نے اسلام کے نشانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی آخر خدا نے انھیں مغلوب کر دیا۔ مومنین سابقین کے ساتھ ان کو شریک مشورہ کرنا مومنین سابقین کی قربانیوں کی توہین اور ان کے حقوق کی ناقص قرار دینا ہی ہے۔

سردارانِ قریش و معززین مکہ کو حضرت عمرو کی گفتگو کا علم ہوا تو حارث بن ہشام سہیل بن عمرو اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل دربارِ خلافت میں حاضر ہوئے اور سب نے رو کر حضرت عمرو سے اپنے رنج و غم کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ اسلام سے پہلے ہمارے ساتھ آپ کی سختی بجا تھی لیکن اب ہمارے متعلق آپ کا یہ طرز عمل خلاف انصاف ہے۔ حضرت عکرمہ نے تو یہاں تک کہا کہ ”اب آپ ہم سے زیادہ ان لوگوں کے دشمن نہیں جو اسلام کے منکر اور مسلمانوں کے مخالف ہیں۔“

حضرت عمر نے ان لوگوں کی شکایتوں کے جواب میں فرمایا۔

خدا کی قسم! میں نے جو کچھ کہا وہ صرف مومنین سابقین کی خیر خواہی اور تم میں اور تم سے افضل مسلمانوں میں انصاف قائم کرنے کی غرض سے کہا۔

اس پر انہوں نے سردارانِ قریش نے پھر باری باری تقریباً کہیں۔ سہیل بن عمرو نے کہا جہاد فی سبیل اللہ کی وجہ سے تمہیں ہم پر فضیلت حاصل ہوئی ہے تو خدا کی قسم میں بکثرت جہاد کروں گا۔ تم گواہ رہو کہ میں خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے وقف ہوتا ہوں۔

حارث بن ہشام نے کہا۔



۸۰  
خدا کی قسم میں بھی اپنے کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے وقف کرتا ہوں ہیں  
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی جنگیں کی ہیں ان میں سے ہر  
جنگ کے عوض دشمنان خدا سے دو دو لڑائیاں لڑوں گا۔ اور رسول  
اللہ سے جنگ کرنے میں جتنا مال خرچ کیا ہے اس سے دو گنا مال راہ  
خدا میں صرف کروں گا۔

عسکر بن ابی جہل نے کہا۔  
گواہ رہو کہ میں بھی آج سے راہ خدا میں وقف جہاد ہوتا ہوں  
ان لوگوں کی تقریروں سے خوش ہو کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دعا کی۔

حضرت ابو بکر کے پاس سے جا کر سہیل بن عمرو نے اپنے ساتھیوں کو سمجھ  
کہ ان باتوں سے ہمیں ناراض نہ ہونا چاہیے۔ اسلام کی دعوت جس طرح آئی  
و گئی اسی طرح ہمیں بھی دینی لیکن انہوں نے اس کو قبول کر لیا اور ہم نے تاہم کہ  
یہ ہماری کوتاہی تھی۔ اگر تمہیں سابقوں اولین کے درجے معلوم ہو جائیں تو تم  
و اسائنش کی زندگی سے پیرا ہو جاؤ۔ خدا کی عبادتوں میں جہاد فی سبیل اللہ  
بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ لہذا چلو مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان  
ہو کر جنگ کرو۔ اور مر جاؤ۔ شاید اس طرح ہمیں بھی مجاہدین فی سبیل اللہ کا مرتبہ حاصل

## حضرت ابو عبیدہ کا رتبہ

شرفائے مکہ اور مدینہ کے مسلمانوں کی مستعدی دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق  
حضرت عمرو بن عاص کو طلب کر کے غلام کی روانگی کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ میں ان



کو تمھاری سرکردگی میں بھیجوں گا۔

عمر بن عاص نے کہا: کیا آپ سب کی افسری مجھے عطا نہ فرمائیں گے؟  
حضرت ابو بکر نے فرمایا: جن لوگوں کو تمھارے ساتھ روانہ کروں گا ان سب کے  
افسریں ہوں گے۔

عمر بن عاص نے کہا: "ان سب کا افسری مجھے مقرر کر دیجئے جو پہلے سے جا چکے ہیں۔  
حضرت ابو بکر نے فرمایا: "وہاں میرے دوسرے افسروں کی طرح ایک افسر  
تم بھی ہو گے۔ لیکن جب کسی مقام پر تمام افسر جمع ہونگے تو سب کے سپہ سالار ابو عبیدہ  
حضرت عمر بن عاصؓ فن جنگ کے بہت بڑے ماہر اور الوالعزم سپہ سالار تھے  
وہ حضرت ابو بکر کے سامنے تو خاموش ہو گئے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے  
ملکر کہا کہ وہ حضرت ابو بکر سے سفارش کر کے ان کو افواج شام کی عام سپہ سالاری  
دلاویں۔

حضرت عمرؓ نے صاف کہہ دیا۔ "وہ اے عمر! میں تم سے تھوٹ نہ بولوں گا  
میں اس معاملہ میں خلیفہ رسول کو کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ اور نہ وہ ابو عبیدہ  
پر تمھیں افسر بنانا منظور کریں گے۔ کیونکہ ابو عبیدہ کو ہم سب کے نزدیک تم پر  
بزرگی حاصل ہے۔"

روانگی کے وقت حضرت ابو بکر نے دوسرے افسروں کی طرح حضرت عمر بن  
عاص کو بھی ضروری وصیت کی ان کی فوج میں دوسرے شرفاء و معززین کے علاوہ  
سہیل بن عمرو، حارث بن ہشام، اور عکرمہ بن ابی جہل بھی تھے، جن کا ذکر اوپر  
آچکا ہے۔



حضرت ابو عبیدہ نے رومیوں کی تیاری کے متعلق حضرت ابو بکر کو جو خط لکھا تھا  
اسکا آپ نے ابھی تک جواب نہیں دیا تھا۔ اب آپ نے حسب ذیل جواب بھیجا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہارا خط پہنچا۔ تم نے دشمن کی تیاری اور اس بات کا ذکر کیا ہے  
کہ شاہِ روم نے اپنی رعایا سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ  
کے لئے اتنی فوجیں جمع کر دے گا جس سے زمین بھر جائے گی، خدا کی  
قسم شاہِ روم اور شاہیوں پر تمہاری وجہ سے زمین تنگ ہو چکی ہے  
بخدا میں ناپوس نہیں ہوں۔ انشاء اللہ تم اسکو بہت جلد اس کی جگہ  
سے نکھار پھینکے گے، تم اپنے رسالے کے دستے کو دیہاتوں میں  
پھیلا دو اور سد روک کر انھیں تنگی میں ڈال دو۔ دیکھو خبردار جب  
تک میرا حکم پہنچے رومیوں کے شہروں کا محاصرہ نہ کرنا لیکن اگر وہ بر  
سر مقابلہ ہو جائیں تو پھر تم بھی پیار ہو جانا اور خدا پر بھروسہ کرنا۔ دشمن  
کو جتنی مدد پہنچے گی۔ اس سے دو گنی مدد ہم تمہیں بھیجیں گے۔ خدا کے  
فضل سے نہ تمہاری تعداد کم ہے اور نہ تم کمزور ہو۔ خبردار اچھے  
یہ نہ سنتا پڑے کہ تم نے دشمن کے مقابلہ میں بزدلی کا اظہار کیا  
یا اور کئے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور فتح مند کرے گا۔ اور تمہارے  
دشمن کو مغلوب کر دے گا۔ تاکہ دیکھے کہ تم کہاں تک شکر جانتے ہو  
اور کہاں تک اچھے کام کرتے ہو۔ اور عمرو بن العاصؓ کے بارے  
میں تمہیں حسن سلوک کی ہدایت کرتا ہوں۔ خود عمرو کو بھی میں نے



ہدایت کر دی ہے کہ وہ شخصیں پورا پورا مشورہ دیں۔ وعلیکم السلام اور

## حضرت ابو عبیدہ کا حسن اخلاق

حضرت عمرو بن عاص مدینہ منورہ سے شام کو چلے تو راستے میں مسلمانوں کو جو  
ولایت اور ان کو اپنی فوج میں شریک کرتے ہوئے۔ اس طرح ان کے زیر علم جاہدین  
کی تعداد دو ہزار تک پہنچ گئی۔ اس شان کے ساتھ شام پہنچے تو حضرت ابو عبیدہ  
بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔

ابو عبیدہ اللہ (یہ عمرو بن عاص کی کنیت ہے) خدا نے تمہاری برکت  
اور اسے سے کتنی ہی جنگوں میں مسلمانوں کو برکت عطا فرمائی۔  
اگرچہ مجھے تمہارا افسر بنا دیا گیا ہے۔ لیکن میں بھی تمہارے سہی جیسا  
ایک آدمی ہوں اور تمہارے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا  
میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے برابر مشورہ دیتے رہو۔ میں کسی طرح  
تم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

عمرو بن عاص نے کہا۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس عمل  
کی توفیق بخشے جو مسلمانوں کے لئے باعثِ فلاح ہو۔

### مہر کہ عکرم و وائش

حضرت ابو عبیدہ کی فوج میں ایک مجاہد ابو امامہ باہلی تھے۔ ان کا بیان ہے  
کہ حضرت ابو بکر نے جن لوگوں کو حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ انہیں



میں بھی تھا۔ ہمیں سب سے پہلے عربہ و داتنہ کا معرکہ پیش آیا۔ رومیوں کے چھ  
 سپہ سالاروں نے ہمارا مقابلہ کیا اور ہر سپہ سالار کے ماتحت پان سو جنگجو  
 تھے۔ یعنی کل تین ہزار۔ رومی سپہ سالار مقام عربہ میں پہنچ کر خیمہ زن ہوئے  
 یزید بن ابی سفیان نے حضرت ابو عبیدہ کو اسکی اطلاع دی۔ آپ نے ہمیں  
 پانچ سو سواروں کے ساتھ یزید بن ابی سفیان کے پاس بھیجا۔ وہاں سے یزید  
 بن ابی سفیان نے بھی پانچ سو مجاہدین ہمارے ساتھ کر دیے اور خود بھی ہمارے  
 پیچھے روانہ ہو گئے۔

رومیوں کا سامنا ہوتے ہی ہم نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کا ایک سپہ سالار  
 مارا گیا۔ وہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے۔ ہم نے ان کا تعاقب کیا۔ اس کے  
 بعد رومی داتنہ میں جمع ہوئے۔ یزید بن ابی سفیان نے ہمیں وہاں بھی بھیجا، ہم نے  
 حملہ کر کے وہاں سے بھی رومیوں کو بھاگ دیا۔ اسی شکست نے رومیوں کو خوفزدہ  
 کر دیا۔ اور انھوں نے عام جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ ہر قلعہ بھی ان کو ہر طرف سے  
 بددیہنے لگا۔

## حضرت خالد بن ولید کا عراق سے شام میں تقرر

حضرت ابو عبیدہ نے شامیوں کی یہ جنگی سرگرمیاں دیکھیں تو جاہلیہ سے  
 حضرت ابو بکر کو یہ خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شامی رومیوں، مقامی باشندوں اور عیسائی عربوں نے



متفق ہو کر ہم سے لڑنے کا فیصلہ کیا ہے، ہمیں خدا کی نصرت کی  
 آمد۔ اس کے وعدہ کی ایفاء، اور اس کی کارسازی پر یقین ہے  
 میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو اس صورت حال سے مطلع کروں  
 انشاء اللہ آپ کوئی بہتر رائے قائم کر سکیں گے۔ والسلام  
 حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی حربی قابلیت اور شجاعت و بہادری کی  
 بنا پر دربار رسالت سے "سیف اللہ" کا لقب پا چکے تھے وہ اس وقت عراق میں  
 مجاہدین اسلام کے سپہ سالار تھے اور فتوحات پر فتوحات حاصل کر رہے تھے  
 حضرت ابو عبیدہؓ کا خط پڑھ کر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولید کو مندرجہ  
 ذیل مکتوب لکھا۔

اس مکتوب کو دیکھتے ہی عراق سے روانہ ہو جاؤ تمہارے عراق  
 پہنچنے کے وقت جو لوگ وہاں موجود تھے ان کو وہیں چھوڑ دینا لیکن  
 جو لوگ ہمارے ساتھ گئے تھے یا راستے میں ساتھ ہو گئے  
 تھے یا حجاز سے تمہارے پاس پہنچے تھے ان کو اپنے ہمراہ لے لینا  
 ساتھ میں اسباب کم رکھنا برابر چلتے رہنا یہاں تک کہ شام  
 پہنچ جاؤ۔ وہاں ابو عبیدہ اور ان کے ساتھیوں سے ملنا شام  
 پہنچنے کے بعد سپہ سالار اعظم کا منصب تمہیں حاصل ہو گا، والسلام  
 حضرت خالد بن ولید دربار خلافت کے حکم کے مطابق عراق سے شام کو روانہ  
 ہوئے۔ اور حضرت ابو عبیدہ کو ذیل کا خط لکھا۔  
 میں اپنے لئے اور آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ



وہ ہمیں قیامت کے عذاب سے مامون اور دنیا کی تمام برائیوں سے محفوظ رکھے۔ خلیفہ رسول کا مکتوب آیا ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں شام کو روانہ ہو جاؤں اور وہاں پہنچ کر غازیان اسلام کی قیادت اور ان کا انتظام اپنے ہاتھ میں لوں۔

خدا کی قسم انہیں نے خلیفہ رسول سے اس کی خواہش کی۔ نہ

ان سے اسکی تمنا ظاہر کی۔ لہذا آپ اس وقت جس مرتبہ پر ہیں

اسی پر قائم رہیں۔ نہ میں آپ کی نافرمانی کروں گا نہ آپ کی راہ

سے اختلاف کروں گا۔ نہ آپ کے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ

کروں گا۔ کیونکہ آپ مسلمانوں کے سرور ہیں، میں نہ آپ کی بزرگی

کا انکار کر سکتا ہوں اور نہ آپ کی رائے سے بے نیاز ہو سکتا

ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر اور آپ پر اتمام فضل فرمائے اور مجھے اور

آپ کو اپنی رحمت سے نوازے اور دوزخ کی آگ سے بچائے

والسلام علیک ورحمتہ اللہ

حضرت ابو عبیدہ کو جا بیہ میں یہ خط ملا۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا

اللہ تعالیٰ خلیفہ رسول کے کاموں میں برکت عطا فرمائے اور

خالد بن ولید کو زندہ رکھے۔

لیکن جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ حضرت ابو عبیدہ کے بجائے حضرت

خالد بن ولید سپہ سالار اسلام بنائے گئے ہیں تو ان کو بہت افسوس ہوا خصوصاً

حضرت سعید بن العاص کے خاندان کو جو حضرت ابو عبیدہ کا بہت ارادت مند تھا



لیکن حضرت ابو عبیدہؓ کے غلو ہوں و ایشیا کا یہ حال تھا کہ اپنے قول و عمل دونوں سے  
نوشنوی و رضا مندی کا اظہار کیا، اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت خالدؓ دونوں بزرگوں  
کے لئے دوائے خیر فرمائی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے عراق سے شام کی پجائیب کو فتح کیا آپ کی رکاب میں  
سارے آٹھ سو مجاہدین تھے جن میں تین سو مجاہدین و انصار تھے۔

عراق اور شام کے درمیان بڑے بڑے صعوبت ناک اور شوار گزار صحرا تھے  
جن میں انسان قدم رکھنے کا بھی حوصلہ نہیں کر سکتا لیکن اللہ کی حاکمیت کے قیام  
کے لئے اپنا سب کچھ وقف کر دینے والوں کے لئے لوزہ خیر مہربان ہے و خداوند پروردگار  
کرتے ہوئے ان کو عبور کر لیا۔ حدود شام میں داخل ہوئے کے بعد حضرت خالدؓ کے  
چھوٹے چھوٹے متعدد دستوں کے پیش آئے۔ آپ ار کہ اور قدمہ وغیرہ کو حلقہ اطمان  
میں داخل کرتے ہوئے بصری پر حملہ آور ہوئے جو شام کا ایک مشہور شہر اور حوران کا  
صدر مقام تھا۔

و بخار جو ایک روزی سپہ سالار تھا، پانچزار کی ایک زبردست جمیعت کے  
ساتھ مقابلے کو نکلا، مسلمانوں کی تعداد پہلے ساڑھے آٹھ سو تھی، بعد میں چار سو مسلمان  
اور آگئے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فوج کی ترتیب کے بعد سواروں کے دو  
حصے کئے اور دونوں کو حکم دیا کہ پہاڑوں پر چڑھ جائیں اور وہاں سے دشمنوں پر  
نوٹا پڑیں۔

اپنی کثرت تعداد کے زعم میں رومیوں سے فتوہ جنگ کی ابتداء کی، انہوں نے  
دو حصے نہایت سخت کئے۔ لیکن مسلمانوں کے پاس استقلال کو لغزش نہ ہوئی



حضرت خالد بن ولید اپنے دستے کے ساتھ قلب میں موجود تھے، رومیوں کے حملے کے چوم میں آپ کی آواز بلند ہوئی، -

مسلمانو! استقلال! تم پر خدا کی رحمت ہو، حملہ کرو، اگر تم محض خدا کی خوشنودی کے لئے لڑو گے تو یقین کرو کہ یہ ایک گھنہ دہ بھی تمہارے مقابلے میں نہ ٹھہر سکیں گے۔

یہ کہہ کر حضرت خالد بن ولید نے حملہ کیا، ساتھ ہی مسلمان بھی ٹوٹ پڑے اور جی مقابلہ کی تالاب نہ لاکر بھاگے اور قلعے میں پناہ گزیں ہو گئے، آخر میں انہوں نے طاعن قبول کر لی۔ اس کے بعد اہل عسسان پر حملہ کیا گیا۔ پھر عوطہ پر، یہاں بھی رومی مقابلے میں ٹھہر نہ سکے اور بھاگ کر دمشق چلے گئے،

حضرت خالد نے دمشق کا محاصرہ شروع کیا، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو حضرت خالد کے آنے کی اطلاع ہوئی تو آپ بھی جا بیہ سے کوچ کر کے حضرت خالد کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں حضرت ابو عبیدہ کو دربار خلافت کا حسب فرمان ملا۔ اما بعد۔ میں نے شام میں دشمنوں سے جنگ کر نیکی کے لئے خالد بن ولید کو سپہ سالار مقرر کیا ہے، اس لئے تم ان کی مخالفت نہ کرنا وہ جو بات کہیں ہو سنا اور ان کا حکم ماننا میں نے تمہارے بھائی ان کو اس لئے سپہ سالار مقرر نہیں کیا ہے کہ تم میرے نزدیک ان سے بہتر نہیں ہو۔ بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ میری جنگ میں ان کو جو مہارت حاصل ہے وہ تمہیں حاصل نہیں

اما بعد۔ فانی قد ولیت  
خالد القتال العدو با  
الشمام فلا تخافه واسمع  
له واطع امره فاني لما بعثته  
عليك ان لا تكون عندي  
خيرا مني ولكني ظننت ان  
له فطنة في امر ليست



اسرا و اللہ بنا و بک خیرا اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق خیر عطا فرمائے

والسلام

والسلام علیک

## معرکہ اجنادین

جس زمانہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے دمشق کا محاصرہ شروع کیا۔ حضرت یزید بن ابی سفیانؓ بقیعہ میں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ فلسطین میں اور حضرت شمر جہیل بن حسنہ بصری میں تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو اطلاع ملی کہ تمہیں کا حاکم "وردان" ایک زبردست فوج کے ساتھ آیا ہے اور حضرت شمر جہیل بن حسنہؓ کو دوسرے اسلامی سپہ سالاروں کی فوج سے جدا کروینا چاہتا ہے۔ ساتھ ہی یہ خبر بھی پہنچی کہ رومیوں کا ایک جرار لشکر اجنادین میں اتر آ رہا ہے اور اس کی حمایت میں مقامی باشندے بھی جمع ہو رہے ہیں۔

ان خبروں نے حضرت خالدؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو پریشان کر دیا۔ بیک وقت دو محاذوں پر بڑی فوجوں سے معرکہ آرا ہونا مسلمانوں کے لئے مناسب تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا "پیری رائے یہ ہے کہ رومیوں کے سینے سے پہلے ہم شمر جہیل بن حسنہؓ کے پاس پہنچ جائیں اور یکجا ہو کر ان کا مقابلہ کریں۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "نہیں یہ مناسب نہ ہوگا۔ رومی ہمارے سر پر اجنادین میں موجود ہیں۔ جہاں ہم شمر جہیل بن حسنہؓ کی طرف بڑھے کہ رومیوں نے ہمارے عقب کیا۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ ہم یہیں دشمن کا مقابلہ کریں اور شمر جہیل بن حسنہؓ کو صورت حال سے آگاہ کر کے اپنے پاس بلا لیں۔ ان کے علاوہ یزید بن ابی سفیانؓ



اور عمرو بن العاص کو بھی خط لکھیں کہ وہ بھی اسی جگہ چلے آئیں۔ پھر سب ملکر اجنادین میں دشمنوں سے معرکہ آرا ہوں۔

اسی مشورہ کے مطابق حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ دمشق سے اجنادین کی طرف کوچ کیا اور دوسرے سپہ سالاروں کو اس مضمون کے خطوط لکھے۔

اجنادین میں رومیوں کی ایک فوج اتری ہے جو تعداد میں بھی کم ہو اور قوت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ سے تباہ کر ڈالے گا میں نے جس روز تمہارے پاس یہ قاصد بھیجا ہے۔ اسی روز دشمن کے مقابلہ کیلئے اجنادین کی طرف کوچ کیا ہے۔ یہ خط دیکھتے ہی دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ تم پر خدا کی رحمت ہو پوری تیاری اور سچی نیت کے ساتھ کوچ کرو۔ اللہ تمہیں دو گنا اجر دے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے۔

دمشق سے جاتے ہوئے حضرت خالد فوج کے آگے تھے اور حضرت ابو

عبیدہ وہ دشمنوں کے ساتھ پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ دمشق والوں نے ایک ایک شہر سے نکل کر حضرت ابو عبیدہ پر حملہ کر دیا۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ نے نہایت دلیری کے ساتھ ان کا مقابلہ شروع

کیا۔ اور حضرت خالد کو معلوم ہوا تو وہ اپنا سال لے ہوئے بیٹے اور دشمنوں پر بوٹ بڑھے۔ آپ کے ایک ہی حملہ میں دشمنوں کے قدم اکٹھے

اور وہ دمشق کی طرف بھاگے۔ حضرت خالد نے تین میل تک ان کا تعاقب کیا وہ دمشق میں گھس کر پناہ گزیں ہو گئے۔



حضرت خالد بن ولید کا خطا پاکر حضرت شریحیل بن حسنہ نے مجاہدین کو تیار  
کا حکم دیا۔ اور ان کو لیکر اجنادین کی طرف کوچ کیا۔

وردان کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت شریحیل بن حسنہ کا تعاقب کیا۔ اسی  
درمیان میں اسے اجنادین کے رومیوں کا پیام ملا کہ تم ہمارے پاس آؤ ہم چاہتے  
ہیں کہ تمہیں سچے سالار بنا کر تمہارے زیر علم مسلمانوں سے لڑیں اور ان کو اپنے  
ہلکے سے نکال دیں۔ اس پیام سے وردان کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ اس نے  
سوچا کہ اجنادین پہنچنے سے پہلے حضرت شریحیل بن حسنہ کی فوج کو تباہ کر کے اپنا  
ایک کارنامہ پیش کر دے۔ چنانچہ اس نے بڑی تیزی سے مسلمانوں کا تعاقب  
کیا۔ لیکن حضرت شریحیل بن حسنہ مسلمانوں کو لے ہوئے حضرت خالد کے پاس  
پہنچ گئے۔ وردان رومیوں کے پاس اُترا۔

گئے

حضرت شریحیل بن حسنہ کے بعد بزید بن ابی سفیان اور عمر بن عاص بھی آئے  
حضرت خالد نے دوسرے روز صبح کو فوج کی ترتیب شروع کی۔ حضرت  
ابو عبیدہ کو قلب کا حضرت معاذ بن جبل کو مہینہ کا حضرت سعید بن عامر کو بیسر کا  
اور حضرت سعید بن زید کو رسالے کا افسر مقرر کیا۔

اس ترتیب اور صف بندی کے بعد حضرت خالد نے مجاہدین کی صفوں کے  
درمیان چکر لگا لگا کر ان کو جوش دلانا اور ان کا حوصلہ بڑھانا شروع کیا۔  
خواتین خیموں کے دروازوں پر کھڑی تھیں، سامنے سے کوئی مسلمان گذرتا  
تو ننھے ننھے بچوں کو آگے بڑھا کر کہتیں

دیکھو! ان بچوں کا خیال کرنا۔ اپنی عورتوں کو بھول نہ جانا، اپنی



عزت بچانا۔ اللہ کے نام پر لڑو۔

حلقے سے پہلے حضرت خالد نے ایک ایک قبیلہ اور ایک ایک صف کے سامنے جا کر یہ تقریر کی۔

اللہ کے بندو! اللہ کی راہ میں جنگ کرو۔ خیردار پیچھے نہ دکھانا۔ دشمنوں سے مرعوب نہ ہو جانا، خیروں کی طرح حملہ کرنا۔ تم آزاد اور شریف ہو۔ تم نے دنیا طلیسی سے انکار کر دیا ہے۔ تم خدا سے ابھر پانے کے مستحق بن چکے ہو۔ دیکھو! دشمن کی کثرت کبھی نہیں خوفزدہ نہ کر دے۔ خدا کی طرف سے ان پر نجات اور سزا نازل ہونے والی ہے، ان پر خدا کا قہر آئے گا۔ خیردار! میرے حملہ کرتے ہی تم بھی دشمنوں پر ٹوٹ پڑتا۔

حضرت معاذ بن جبل نے مجاہدین کو مخاطب کر کے کہا

مسلمانو! آج اپنی جانوں کو خدا کے ہاتھ بیچ ڈالو۔ اگر تم نے آج

رومیوں کو شکست دیدی تو یہ ملک ہمیشہ کے لئے دارالاسلام

بچائے گا اور تم خدا کی خوشنودی اور اجر عظیم حاصل کر لو گے۔

حضرت خالد بن ولید ظہرتک صرف مدافعت پر اکتفا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن

رومیوں نے مسلمانوں کے سینہ اور بیسیرہ پر متواتر دوحلے کر دئے اور مسلسل تیر

برسا کر مسلمانوں کو برم کر دیا۔ حضرت سعید بن زید نے جو حضرت عمر کے چچے تھے

اور اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ جوش میں آکر حضرت خالد سے کہا۔

ہم کیوں ان غلاموں کے تیروں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ تیروں کی بارش



سے ہمارے گھوڑے بھڑک رہے ہیں۔

انہی حضرت خالد نے اپنے رسالے کو حملے کا حکم دیا اور خود آگے بڑھ کر حملہ کیا۔

مجاہدین کے پہلے ہی حملہ میں رومیوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور ان کے قدم اکٹھے ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور قتل عام شروع کر دیا۔ مسلمان انکی

چھاؤنی پر قابض ہو گئے۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ تین ہزار رومی مارے گئے باقی بھاگ کر ایلیا، قیساریہ، حمص اور دمشق وغیرہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔

شعبہ ۲۸ جمادی الاول ۳۱ھ کو یہ جنگ ہوئی۔ حضرت خالد نے حضرت ابو بکر کو فتح کا خط لکھا۔ آپ نے خط پڑھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ ۱۵

شہدائے اجنادین میں حضرت عمرو بن العاص کے بھائی حضرت ہشام ابن العاص بھی تھے وہ سابق الاسلام اور دو ہجرتوں سے ممتاز تھے۔ مسلمانوں نے

رومیوں کا تعاقب کیا تو راستے میں انھیں ایک تنگ مقام ملا جس سے صرف ایک ایک آدمی گذر سکتا تھا۔ جو مسلمان اس مقام سے پار ہو گئے ان سے رومی لڑنے لگے۔

حضرت ہشام شہید ہو کر اس تنگ مقام میں گر پڑے۔ اب جو مسلمان وہاں پہنچتا تھا حضرت ہشام کی لاش پر گھوڑا لے جانا گوارا نہ کر کے وہیں رک جاتا تھا۔

حضرت عمرو بن العاص آئے تو انھوں نے کہا

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے بھائی کو شہید کیا اور اس کی روح

کو اٹھالیا۔ یہاں تو صرف اس کا جسم ہے۔ اس لئے تم لوگ

ان کی لاش پر سے گھوڑے لے جاؤ۔

۱۵ فتوح الشام از دی ۱۲



یہ کہہ کر آپ نے گھوڑا بڑھا یا۔ ساتھ ہی تمام لوگ چل پڑے۔ شہید راہِ حق کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اختتام جنگ کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے بھائی کی لاش کے ٹکڑوں کو بوردے میں بھر کر سپرد خاک کیا۔

## محاضرہ دمشق

اجنادین کی جنگ کے بعد حضرت خالد بن ولید حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور تمام سپہ سالارانِ اسلام و مشرق آئے اور چاروں طرف سے اس کا محاصرہ کر لیا گیا حضرت خالد بن ولید نے شہرِ بھاہ کے مشرقی دروازے سے ایک میل کے فاصلے پر ایک خانقاہ میں ٹیمہ والا چوآپ کے قیام کی نسبت سے "ویر خالد" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ حضرت ابو عبیدہ "باب الجابیہ" آئے، حضرت شریح بن حصہ "باب الفراءیس" پر حضرت عمرو بن العاص "باب نوما" پر اور حضرت یزید بن ابی سفیان "باب کسبان" پر متعین ہوئے۔

محاصرے کے بعد مسلمانوں اور رومیوں میں چھوٹے چھوٹے مقابلے شروع ہوئے ایک روز حضرت خالد فوج سے کرنگے اور بلغار کرتے ہوئے شہرِ بھاہ تک پہنچ گئے۔ رومیوں نے شہر میں گھسن کر پھانک بند کر لیا اور شہرِ بھاہ کے اوپر سے پتھر برسائے لگے۔ لڑائی کا سلسلہ جاری تھا۔ اسی دوران میں ایک روز حضرت خالد کو جاسوس نے خبر دی کہ ہرقل شاہ روم نے ایک بڑی فوج و مشق والوں کی مدد کے لئے روانہ کی ہے۔ جو بالکل سربر آہنچی ہے۔ یہ سن کر حضرت خالد نے

سیرۃ ابن ہشام



طے کیا کہ رومی فوج کو دشمن تک نہ پہنچنے دیا جائے اور دشمن کے باہر ہی اس سے مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اسباب اور امور توں کو حضرت زید بن ابی سفیان کے ساتھ محفوظ مقام میں بچھڑایا۔ اور خود حضرت ابو عبیدہ کو لیکر رومی فوج کی طرف بڑھے اس فوج کا سپہ سالار ”درنجار“ تھا جسکو حضرت خالد لہری میں شکست دے چکے تھے۔ اس کے ساتھ پانچ ہزار دشمن بہادران روم تھے۔ اور اتنے ہی رومی تھے وغیرہ کے اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اس طرح اس کی فوج کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

حضرت خالد نے دشمن کے قریب پہنچ کر فوج کی صف بندی کی حضرت معاذ بن جبل کو سینہ کا۔ حضرت ہاشم بن عقبہ کو میسرہ کا۔ حضرت سعید بن زید کو رسالہ کا اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو پیدل والوں کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔

فوج کی ترتیب و صف بندی کے بعد حضرت خالد نے چاہا کہ ایک ایک صف کے سامنے جا کر معائنہ کریں اور مجاہدین اسلام کو جوش و لائیں۔ لیکن ابھی آپ نے پہلی ہی صف کا معائنہ فرمایا تھا کہ رومیوں نے حضرت سعید بن زید پر حملہ کر دیا۔ حضرت سعید نے نہایت شجاعت و بہادری سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ مجاہدین اسلام بھی ہر طرف سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت معاذ بن جبل نے رومیوں کے سینہ پر حملہ کیا اور اس کو درہم درہم کر دیا۔ حضرت خالد میسرہ پر حملہ آور ہوئے اور اس کے قدم اکھاڑ دیئے۔ رسالہ نے حملہ کر کے رومیوں کو پوری شکست دیدی۔ مسلمانوں نے دشمنوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اور پورے لشکر کو لوٹ لیا۔ جو رومی مسلمانوں کی تیغ تھما سے بچ گئے۔ وہ بھاگ کر دمشق میں پناہ گزین ہو گئے۔



اور کچھ جموں اور انطاکیہ چلے گئے۔

اس جنگ میں پانسورومی بحالت مقابلہ کام آئے اور اتنے ہی تعاقب فرار کی حالت میں قتل و گرفتار ہوئے یہ جنگ "یوم صرح العفر" کے نام سے موسوم ہے اختتام جنگ کے بعد بہادران اسلام نے مظفر و منصور واپس آکر پھر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اہل و مشق نہ اطاعت قبول کرتے تھے اور نہ ان کو باہر نکل کر مقابلہ کی جرأت ہوتی تھی۔ ایک روز دمشق کے حاکم نے اپنے جاسوسوں سے مسلمانوں کی حالت دریافت کی، انہوں نے مسلمانوں کی نیکی و دیانت۔ خدا پرستی و شہید بیداری کا حال بیان کیا۔ حاکم نے کہا۔

"یہ لوگ رات کے راہب اور دن کے شیر ہیں۔ خدا کی قسم! میں نہ ان سے مقابلہ کر سکتا ہوں اور نہ ان سے جنگ کر کے کامیابی ممکن ہے"

چنانچہ اس نے صلح کی تحریک شروع کی۔ جو شرائط طے نہ ہونے کے باعث ناکام رہی

## حضرت ابو بکر کی وفات

اسی طرح دمشق کا محاصرہ جاری رہا کہ دو شنبہ ۲۲ جمادی الآخر ۳۱ھ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے۔

حضرت عمر نے اس واقعہ کی اطلاع دہی کی عرض سے حضرت ابو عبیدہ کو یہ مکتوب لکھا۔

خليفة رسول ابو بكر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ



إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حضرت ابو بکر پر خدا کی رحمت ہو جو حق کہتے تھے۔ عدل قائم کرنے کے لیے نیکی پر چلتے تھے اور نیک نفس انسان تھے۔ ہم ہر گناہ سے بچنے کے لئے خدا کی رحمت کے طلبکار اور اسی کی جانب رجوع ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وہ اپنی اطاعت کے عمل کی توفیق بخشے۔ اور آخرت میں باختریت مقام عطا فرمائے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

والسلام علیک ورحمتہ اللہ

خطا پڑھنے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت معاذ بن جبل کو بلایا۔ انھوں نے خطا پڑھ کر قاصد کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

ابو بکر پر خدا کی رحمت و رضوان ہو ان کے بعد مسلمانوں نے کیا فیصلہ کیا؟

قاصد نے کہا۔ حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا۔ الحمد للہ مسلمانوں نے بہت بہتر کیا جو اس تجویز کو قبول کر لیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا میں نے خطا پڑھ کر اس ڈر سے قاصد سے کچھ نہیں پوچھا کہ وہ کسی اور کا خلیفہ ہونا نہ بتائے۔

قاصد نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا حضرت عمر نے آپ سے مسلمانوں کی حالت دریافت کی ہے اور خالد بن ولید بیزید بن ابی سفیان اور عمرو بن العاص کا حال



نام بنام پوچھنا سب سے

حضرت ابن الامت نے فرمایا۔ تم خالد بہترین سپہ سالار اور مسلمانوں کے  
سب سے خیر خواہ ہیں، ان پر نہایت مہربانی رکھتے ہیں، ان کی فلاح و بہبود کا خیال  
رکھتے ہیں۔ دشمنوں پر حد سے زیادہ سخت ہیں، اللہ انہیں مسلمانوں کی طرف سے  
بہترین اجر عطا فرمائے، یزید بن ابی سفیان اور عمر بن العاص بھی اپنے طور  
و طریق اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں ویسے ہی ہیں جیسا انہیں میرے اور عمر کے  
نزدیک ہونا چاہئے۔“

قاصد نے پوچھا۔ سعید بن یزید اور معاویہ بن جبل کی حالت سے بھی آگاہ فرمائیے  
حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ یہ دونوں ویسے ہی ہیں جیسے تم انہیں دیکھ رہے ہو  
بلکہ جیسے جیسے ان کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ دنیا سے ان کی بے رغبتی زیادہ  
ہوتی جا رہی ہے۔ اور آخرت کا اشتیاق ترقی کرتا جا رہا ہے۔“

یہ سن کر قاصد چلنے کے لئے اٹھا، حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا سبحان اللہ  
تو اٹھیں جو اب تو لکھ دوں۔ یہ کہہ کر حضرت ابو عبیدہ نے اپنی اور حضرت معاویہ  
ابن جبل کی طرف سے حضرت عمرو کو ایک مشترکہ خط لکھا۔

سلام علیک، ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود

نہیں۔ اس کے بعد ہم رقم طراز ہیں۔ کہ اسے عمرو باہم نے تمہیں

اس حال میں دیکھا تھا جب تمہارے پیش نظر صرف اپنی ذات کا

معاذ تھا، مگر اب تم امت محمدیہ کے پورے دواملات کے

ذمہ دار بنائے گئے ہو، سیاہ و سفید کل تمہارے ہاتھ میں



ویدیا گیا ہے اب دشمن اور دوست، معزز اور حقیر، مکرور اور قوی  
 سب تمہارے سامنے بیٹھیں گے، تمہارے انصاف میں ہر شخص کا  
 حق و حصہ ہوگا۔ اس لئے اسے عمر باندھنا ہے کہ اب تم کیسے ثابت  
 ہوتے ہو اور کیا کرتے ہو؟

اسے عمر باندھنا نہیں وہ دن یاد دلاتے ہیں جب دلوں کی چانچ کی  
 جائیگی، پوشیدہ راز خراباں ہو جائیں گے، اور چھپی ہوئی برائیاں  
 ظاہر ہو جائیں گی، سب ملک القہار کے سامنے سرنگوں ہو جائیں  
 گے، وہ بادشاہ قاہرہ کی سطوت کے سامنے سب عاجز و مغلوب  
 ہیں۔ اس کے حضور سجدے میں پڑے ہوئے اس کے فیصلے کا  
 انتظار کر رہے ہوں گے اور اس کے عذاب کے خوف سے لرز رہے  
 اور اس کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔

اسے عمر باندھنا نہیں بتایا گیا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے  
 جو ظاہر کو پسند کریں گے باطن کے دشمن ہوں گے، ہم اس حالت  
 سے پناہ مانگتے ہیں، اس لئے اس خط کو اسی نگاہ سے دیکھنا،  
 جس نگاہ سے ہم دیکھ رہے ہیں۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قائد کی روانگی کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عاصم سے کہا کہ حضرت  
 عمر نے اپنے مکتوب میں نہیں لکھا ہے کہ ہم مسلمانوں کو حضرت ابو بکر کی وفات  
 سے آگاہ کریں، اس لئے جب تک حضرت عمر نہیں اس کے لئے حکم نہ دیں، کسی



سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا چاہیے، حضرت معاذ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔

## حضرت ابو عبیدہؓ و دوبارہ قیادتِ عظمیٰ پر

چند روز کے بعد حضرت عمرؓ کا خطاب پہنچا جس میں حضرت عمرؓ نے حضرت خالد کو افواجِ شام کی قیادتِ عظمیٰ سے علیحدہ کر کے اس منصب پر پھر حضرت ابو عبیدہؓ کو مامور کر دیا تھا۔ خط حسب ذیل ہے۔

اللہ کے بندے عمرؓ امیر المؤمنین کا خط ابو عبیدہ بن الجراح اور معاذ

ابن جبل کے نام۔

میں اللہ واحد کی حمد و ثنا کے بعد تم دونوں کو تقویٰ کی وصیت

کرتا ہوں، اس لئے کہ تقویٰ ہی میں تمہارے پروردگار کی

خوشنودی، تمہاری ذات کی بھلائی اور بحالتِ مصیبت فلاح

ہے۔ تمہارا مکتوب پہنچا تم نے لکھا ہے کہ تم مجھے ایسی حالت

میں دیکھ چکے ہو۔ میری نظر میں جب صرف میری ذات کا معاملہ

بھیبت رکھتا تھا تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی، یہ تمہاری

طرف سے درحقیقت میرے ساتھ تجاوز ہے۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ اب میں پوری اُمتِ محمدیہ کے معاملہ کا

تمہارا بنا دیا گیا ہوں، اب اعلیٰ اور ادنیٰ دوست اور دشمن

کمزور اور شہ زور سب ہی میرے سامنے بیٹھیں گے، اور

عدل میں سب کا کیساں حصہ ہوگا۔ اس لئے تم یہ جاننا چاہتے ہو



کہ اس صورت میں کیسا ثابت ہوتا ہوں، اس کا جواب یہ ہے  
کہ خود مجھ میں کوئی قوت و طاقت نہیں ہے تمام قوت و طاقت  
صرف اللہ ہی کی جانب سے مل سکتی ہے۔

تم نے مجھے آنے والے دن سے خوف دلایا ہے بے شک  
وہ دن روز و شب کی گردش کے ساتھ قریب چلا آ رہا ہے۔  
گردش ہرنے کو پھراننا۔ ہر دور کو نزدیک، ہر آئندہ چیز کو موجود  
کر دیتی ہے۔ اسی طرح قیامت کا دن بھی آجائے گا۔ جب دلوں کی  
جھاوٹ ہوگی۔ پوشیدہ راز ظاہر ہو جائیں گے۔ یہ تمام سرخرواں  
تمہارے عظمت و جلال کے سامنے ٹھم ہو جائیں گے۔ جنہیں وہ  
اپنے جبروت سے مقہور کر دے گا۔ چنانچہ اس کے حضور میں  
سب سب سب سب جو اس کے عذاب سے خوف زدہ، اس کے  
فیصلہ کے منتظر اور اس کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔  
اور تم نے لکھا ہے کہ اس امانت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے  
جو ظاہر کو پسند کریں گے اور باطن کے دشمن ہوں گے۔ مگر  
یہ زمانہ ایسے لوگوں کا نہیں۔ ایسے لوگ آخر زمانہ میں پیدا  
ہوں گے۔ جب کہ رغبت و بے رغبتی اللہ سے نہیں بلکہ خود  
لوگوں کی آپس میں ہوگی۔

دنیا کی حکومت و شاہی کی کچھ حقیقت نہیں ہے، کیونکہ  
ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔ ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں بھائی



کا بھائی کہیں چلا جائے، یا اس پر سردار بنادیا جائے تو اس سے  
 دوسرے کی دنیا و آخرت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ دنیا و سرور  
 اور حاکم اپنے بھائی کی نسبت فتنے سے زیادہ قریب اور اس خطرے  
 کے درمیان وقتا سے کہ گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ اس لئے کہ امارت  
 اسے گناہ کے لئے آگے بڑھا دیتی ہے۔ ہاں جس کو خدا محفوظ رکھے اس  
 کی دوسری بات ہے۔ لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔

خالد اس حال میں معزول کئے گئے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے صرح  
 و محبوب تھے۔ وہ مسلمانوں کے افسر بنائے گئے تھے اور انھوں  
 نے اپنے فرض کو بہت اچھی طرح انجام دیا۔ مسلمانوں کے لئے انکی  
 کوششیں محنتیں اور جفا کیشیاں بہت اہم اور فائدہ بخش ہیں۔

حضرت عمر کے خط کے مطابق حضرت ابو عبیدہ بن الجراح پھر مجاہدین شام کے سپہ سالار  
 ہو گئے۔ چنانچہ دمشق کے محاصرہ کا انتظام آپ کے ہاتھ میں آ گیا۔ آپ نے حضرت  
 خالد کو اسی مورچہ پر قائم رکھا جیسا آپ تھے اور یہ بھی طے کیا کہ جب دشمن سے متعلق  
 ہو تو اسلامی رسالہ کی عام سپہ سالاری حضرت خالد کے سپرد رہے گی۔

## دمشق کی فتح

اہل دمشق کو میدان میں آکر لڑنے کی ہمت نہ تھی۔ فیصل کے اوپر سے تیرا  
 ہتھیار سارے ہو گئے۔ اور مسلمان بھی انھیں چیزوں سے کام لے رہے تھے۔ ایک

رسالہ شام از دی ۱۲



ای طرح کا مقابلہ ہو رہا تھا کہ حضرت ابان بن سعید کو ایک تیر لگا اور وہ شہید ہو گئے۔  
 ابھی شام ہی میں عقبہ کی بڑی ام ابان سے ان کی فتادی ہوئی تھی۔ شوہر کی شہادت  
 کے بعد انہوں نے شہید کے تمام جنگی سامان اپنے بدن پر آراستہ کئے۔ اور میدان  
 میں آکر تیر اندازی شروع کی۔ رومی شہر کے اوپر سے لڑنے تھے ان کے آگے پادری  
 ہاتھ میں صلیب لئے فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ ام ابان بڑی تیر انداز  
 تھیں۔ انہوں نے ایسا تانک کر تیر مارا کہ صلیب پادری کے ہاتھ سے تھوٹ کر شہر پناہ  
 کے نیچے گر پڑی مسلمانوں نے وہ ڈر کر صلیب اٹھائی۔

روحی اس ذلت کو برداشت نہ کر سکے اور جوش میں آکر قلعے سے باہر نکل پڑے  
 اس غیر متوقع حملے سے مسلمان گھبرا گئے۔ مگر ام ابان اسی ثبات و استقلال کیساتھ  
 تیر چلا رہی تھیں۔ جو رومی صلیب لینے کے لئے آگے بڑھتا وہ ان کے تیروں کا  
 نشانہ بنتا۔ حاکم دمشق تو مابھی بڑی پادری سے لڑ رہا تھا۔ قدر انداز خاتون  
 ایسا تانک کر تیر مارا کہ ٹھیک تو مائی آنکھ میں جا کر لگا۔ وہ بھاگا اور پھر سامنے نہ آیا  
 ام ابان جوش بہاؤ میں یہ جہز پڑھ رہی تھیں۔

ام ابان تو اپنا انتقام لے	ام ابان واطلبی نبارک
اور ان پر پے در پے حملے کئے جا	موتی علیہم مولا المتدارک
رومی تیروں سے بیخ اٹھیں لے	قد خیر جمم القوم من بنالک

اہل دمشق کو بڑا بھروسہ تھا کہ حمص میں قیصر موجود ہے وہ مدد بھیجے گا۔ اور اس نے  
 حمص سے فوجیں روانہ کیں۔ مگر ذوالکلاع جمہری حمص و دمشق کے درمیان

۱۲ مسلمان عورتوں کی پادری مولانا سید سلیمان



متعین تھے، انھوں نے امدادی فوجوں کو وہیں روک لیا۔ اور دمشق تک پہنچنے  
 نہ دیا۔ رومیوں کو یہ بھی خیال تھا کہ مسلمان گرم ملک کے باشندے ہیں۔ شام کی  
 سردی برداشت نہ کر سکیں گے اور موسم سرما تک واپس چلے جائیں گے۔ مگر ان کو  
 یہ خیال بھی پورا نہ ہوا جس ستارے کا غروب ہونا اہل شام کے نزدیک موسم سرما کا  
 نشان تھا وہ غروب ہو چکا تھا۔ شدت سے سردی پڑ رہی تھی مگر مسلمان اپنے  
 مورچوں میں مطمئن پڑے تھے۔ اسی طرح یہ محاصرہ دو مہینے دس روز تک رہا اور  
 دوسری روایت کے مطابق چھ مہینے تک قائم رہا۔

مسلمانوں کے جاسوس ہر وقت اہل دمشق کے حالات معلوم کرتے رہتے  
 تھے۔ ایک روز شب کے وقت حضرت خالد کو اطلاع ملی کہ دمشق کے طریق کے  
 یہاں لڑکا پیدا ہوا تھا۔ آج اس کے یہاں دعوت تھی۔ اہل شہر نے خوب شہزاد  
 نوشکی کی ہے اور شام ہی سے نفاق ہو کر سو رہے ہیں۔ یہ بیات معلوم ہو سکی تھی  
 خالد اپنی خاص فوج کے ساتھ شہر نیاہ کی طرف بڑھے۔ شہر نیاہ کے نیچے پانی سے  
 بھری ہوئی نندقی تھی۔ حضرت خالد نے اسے مشک کے ذریعہ پار کیا۔ کھنڈ  
 اورہ سی ساتھ تھی۔ حضرت خالد نے قنقار اور محمد بن عدی کو کھنڈ کے ذریعہ  
 شہر نیاہ پر پھینکا دیا۔ انھوں نے کھنڈ کو کنگرے سے خوب مضبوط باندھ کر  
 کی سیڑھی نیچے لٹکادی۔ حضرت خالد نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ صبح وقت  
 کھنڈ اکبر کی حد تک بند ہو چکے مسلمان تو شہر نیاہ پر چڑھ جائیں۔ اور کچھ بھاگتے ہوئے  
 جائیں۔ اس کے بعد حضرت خالد بھی چند جہاں بازو قنقار کے ساتھ قنقار پر  
 چڑھ گئے۔ وہاں چند آدمیوں کو سیڑھی کی حفاظت کے لیے پھونک کر باقی آدمیوں



کے ساتھ شہر میں اترے اور جلدی سے پھاٹک پر پہنچ کر پہلے پہرہ داروں کو قتل کیا۔ پھر ایک تلوار قفل پر مار کر کڑے کاٹ ڈالے۔ ساتھ ہی آپ نے "اللہ اکبر" کا نعرہ مارا۔ نعرہ تکبیر سنتے ہی کچھ مسلمان فصیل پر چڑھ گئے اور کچھ پھاٹک میں داخل ہو گئے۔ رومی بھی ہوشیار ہو کر مقابلے میں آگئے۔ لڑائی ہونے لگی۔ مگر رومی بہت جلد بھاگ کھڑے ہوئے اور باب جا بیہ پر جا کر حضرت ابو عبیدہ سے مصالحت کر کے ان کو اندر بلا لیا۔ مفسلاً جو وسط شہر میں واقع تھا۔ حضرت خالد اور حضرت ابو عبیدہ سے ملاقات ہوئی۔

حضرت ابو عبیدہ <sup>رضی اللہ عنہ</sup> صلح منظور فرما چکے تھے، اس لئے حضرت خالد نے بھی تلوار نیام میں کر لی۔ شہر کا چٹنا حصہ حضرت خالد سے مل گیا تھا وہ برزور شمشیر فتح ہوا تھا۔ مگر پوسٹ شہر کی فتح بذریعہ صلح قرار دی گئی۔ اس لئے اہل دمشق نہ لوٹے گئے اور نہ یونڈی علام بنائے گئے۔

اہل دمشق نے فی کس ایک دینار۔ زمین سے نصف زمین اور دینار سے نصف دینار دینا منظور کیا۔

دمشق میں جو چیزیں شاہی ملک تھیں وہ وقف کر دی گئیں۔ دوران جنگ میں جو چیزیں ہاتھ آگئی تھیں وہ مسلمانوں میں تقسیم ہوئیں۔ اور ان میں سے ان لوگوں کو بھی نصف حصہ دیا گیا جو دمشق سے دور اس لئے متعین تھے کہ اہل دمشق تک مدونہ پہنچنے دیں۔

اردو کی بعض کتابیں جن کا ماخذ غالباً واقعہ کی فتوح الشام اور انگریزی کی کتابیں ہیں۔ یہ غلط واقعہ لکھا ہے کہ دمشق کی فتح کے بعد حضرت خالد نے دمشق



کی فتح کے بعد حضرت خالد نے دمشق میں اعلان کر دیا کہ تم  
 میں سے جو شخص ترک وطن کرنا چاہے اس کو امن ہے۔ لیکن تین روز  
 کے بعد مسلمانوں کو حق حاصل ہو گا کہ وہ انہیں جہاں پابین قتل کریں  
 کچھ اہل شہر نے اس کو منظور کیا۔ اور اپنے اہل و عیال کو لیکر  
 شہر سے باہر نکل گئے۔ ان کے ساتھ پوشیدہ طور پر کچھ مسلمان  
 بھی روانہ ہو گئے اور تین روز کی مدت پوری ہو گئی تو مسلمانوں  
 نے انہیں قتل کر دیا۔

علامہ رفیق باب مہری اس واقعہ کی نسبت اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ  
 میں نے مؤرخین متقدمین طبری بلاذری اور یعقوبی کی روایتوں میں  
 اس واقعہ کو تلاش کیا این اثر وغیرہ متاخرین کی تصانیف بھی پڑھیں  
 مگر کہیں یہ واقعہ نہ ملا۔ البتہ دو ہم عصر عیسائیوں کی کتابوں میں یہ  
 واقعہ موجود ہے جن میں ایک تو "تاریخ شام" ہے جو جرجی آفندی  
 کی تصنیف ہے اور دوسری "تاریخ دانی" ہے جو امین آفندی  
 شمشیل کی ہے۔ ان کتابوں کی زبان اگرچہ عربی ہے۔ لیکن انکی  
 عبارت شاہد ہے کہ وہ انگریزی سے ترجمہ ہیں۔ اس لئے کہ ان  
 میں عربیت کی ذرا بھی بو باس نہیں ہے۔ وہ دونوں مصنف  
 اس امر سے بالکل قاصر ہیں کہ ایسے واقعہ کی تحقیق ان معتبر تاریخوں  
 سے کرتے جنکے مصنفین نے پھرے پڑے کسی اثر کو نظر انداز نہیں کیا ہے  
 کسی کو تفصیل سے بیان کیا ہے کسی کو جمل سے مگر فتح کے اونی سے اونی



واقعہ کو بھی بیکلام ترک نہیں کیا ہے۔ جب ان کا یہ عام دستور ہے تو وہ اس واقعہ کے متعلق بالکل خاموش کیونکر رہ سکتے تھے؟ معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کے کسی مؤرخ نے جو مسلمانوں کے معائب کے تحس اور محاسن کے اخفا کے بڑے حرین ہوتے ہیں۔ پایہ اعتبار سے بالکل ساقط اور محرف کتب مغازی "فتوح الشام" وغیرہ سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے یا روٹیوں کی تاریخ سے لیا ہے۔ جو لغویات لویسی کے عادی ہیں اور تبعاً فارح قوم کی مذہبت میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔

علامہ رفیق نے در ایضاً بھی اس واقعہ کی تردید کی ہے۔ جن مؤرخین نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مسلمان تین روز کے بعد لاذقیہ کی طرف سے ہو کر آئے اور اہل دمشق کو قتل کر ڈالا۔ اگر مسلمان واقعی ایسا کرتے تو ان کو ایسے مقامات سے گزرنا پڑتا جن میں رومی فوجیں بھری پڑی تھیں۔ مسلمانوں کی ایک مختصر جماعت ان مقامات سے کیونکر گذر سکتی تھی؟

## حکمہ لعلبک

حضرت ابو عبیدہ نے دیکھا کہ دمشق فتح ہو جائے گا تو آپ نے حضرت

سے سواغمری حضرت عمر مؤلفہ علامہ رفیق بک مصری، ۱۲۰



عمر بن العاص کو اردن اور فلسطین کی جانب بھیجا یا اور ہدایت فرمائی کہ بڑے بڑے شہروں اور قلعوں سے چکر بھرادی علاقوں پر حملے کرنا اور اگر کہیں کے باشندے صلح کی درخواست کریں تو ان سے صلح کر لینا۔ حضرت عمر بن العاص کی روانگی کے بعد حسب توقع دمشق فتح ہو گیا۔

دمشق کی فتح سے پہلے باشندگان دمشق نے شاہنشاہ روم سے مدد طلب کی تھی اس نے دو سو سو سالاروں کے ساتھ دس ہزار فوج روانہ کی تھی۔ لیکن بعلبک میں پہنچ کر رومیوں کو اطلاع ملی کہ دمشق فتح ہو گیا اس لئے وہ بعلبک میں ٹھہر گئے۔

حضرت عمر بن العاص نے حضرت ابو عبیدہؓ کے حکم کے مطابق اردن فلسطین کے سرحدی علاقوں پر حملے کر کے رومیوں میں بھل و ڈال دی۔ اسی درمیان میں آپ کو فتح دمشق کی اطلاع موصول ہوئی یہاں تک یہ بھی معلوم ہوا کہ دمشق کی فتح سے ان علاقوں کے باشندے بہت برا فروختہ ہو رہے ہیں اور خطر محسوس کر رہے ہیں کہ دمشق کی طرح ان شہروں پر بھی مسلمان قابض نہ ہو جائیں۔ اس لئے تمام رومی اور عرب عیسائی مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکلنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے شاہ روم ہزقل سے مدد طلب کی ہے اور اس نے بعلبک کی فوج کو ان کی امداد کا حکم دیا ہے۔ اس اطلاع کے بموجب حضرت عمر بن العاص نے حضرت ابو عبیدہؓ کو خط لکھا

دمشق کی فتح رومیوں کو بہت گراں گذری ہے۔ اس لئے اردن اور فلسطین کے باشندوں نے جمع ہو کر عہد و پیمانہ کیا ہے اور



مستم کھائی ہے کہ جب تک مسلمانوں کو ملک سے باہر نہ کر دیں گے  
 اہل و عیال میں واپس نہ جائیں گے۔ خدا انکی قسموں کو باطل کر دیا  
 اور ان کی آرزوؤں پر پانی پھیرنے والا ہے۔ وہ کافروں کو  
 مسلمانوں پر کامیاب ہونے کی راہ بھی نہ دے گا۔ آپ اس  
 معاملہ میں اپنی رائے سے آگاہ فرمائیے۔

استصواب رائے کے لئے حضرت ابو عبیدہ نے اس خط کو افسروں کے سامنے  
 پیش کیا۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے رائے دی کہ عمر بن العاص کے پاس  
 مکاتھجکر ان کو حملے کا حکم دیجیئے۔ اور آپ ہمیں مقیم رہیئے۔  
 حضرت خالد نے اس رائے کی مخالفت کی اور فرمایا کہ اگر آپ بعلبک  
 کی رومی فوج کا رخ دیکھئے۔ اگر وہ اردن اور فلسطین کی جانب کوچ کرے تو آپ  
 بھی عمر بن العاص کے پاس پہنچئے۔ اور پوری قوت سے مقابلہ کیجئے اور  
 اگر بعلبک کی فوج اپنی جگہ رہے تو آپ ہمیں مقیم رہ کر عمر بن العاص کے پاس  
 امداد بھیجئے اور ایک فوج بعلبک روانہ کیجئے۔

حضرت ابو عبیدہ سنہ ۱۰ھ کے پسند فرمائی اور حضرت شرجیل بن حسنہ  
 کو حضرت عمر بن العاص کی جانب روانہ کیا اور پندرہ روزوں کے بعد ان سے فرمایا کہ میں  
 بعلبک کی رومی فوج کو تمہارے پاس تک پہنچنے نہ دوں گا۔ اور تمہیں برابر دیکھتا  
 رہوں گا۔ حضرت شرجیل بن حسنہ دو ہزار آٹھ سو مجاہدین کو لیکر حضرت عمرو  
 بن العاص کے پاس پہنچ گئے۔

حضرت شرجیل بن حسنہ کی روانگی کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے حضرت



خالدؓ سے فرمایا کہ بعلبک و اہل فوج کے مقابلے پر کون جائے گا؟ میں نے کہا آپ

یا زبیرؓ؟

حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ ”میں“

چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے آپ کو پانچ ہزار مجاہدین کے ساتھ روانہ کیا

آپ نے چلتے وقت حضرت خالدؓ کی مشالعت کی اور فرمایا کہ۔

خالد! میں تمہیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دشمن

کے سامنے ہنچ کر چھیر چھپاؤ میں وقت صرف نہ کرنا۔ نہ اسے قلعوں

میں سامان رسد اور مزید امداد کے حصول کا انتظار کرنے کا

موقع دینا۔ فوراً لڑائی شروع کر دینا۔ اگر تم نے انہیں شکست

دید ہی تو ان کی امید منقطع ہو جائے گی۔ ان کا توصلہ پسند

ہو جائے گا۔ اور وہ بد دل ہو جائیں گے۔ اگر تمہیں کمک کی

ضرورت ہو تو لکھنا میں تمہاری پوری مدد کروں گا۔ اگر تم مجھے

طلب کرو گے تو میں خود بھی فوراً پہنچ جاؤں گا۔“

حضرت خالد کے بعلبک پہنچنے سے پہلے وہاں کی رومی فوج اردن روانہ ہو چکی

تھی اور عام باشندوں میں سے بھی ایسے لوگوں کو ساتھ لیتی گئی جو فوجی خدمت کے

قابل تھے۔

حضرت خالد بن ولید نے بعلبک پر حملہ کیا، بہت سے رومی قتل و اسیر

ہوئے اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔



## اردن میں مجاہدین کا اجتماع

حضرت خالد کی واپسی کے بعد مسلمانوں نے اردن کی طرف کوچ کیا حضرت خالد ڈیڑھ ہزار سواروں کے ساتھ بطور ہراول آگے تھے، جس وقت آپ اردن کے قریب پہنچے رومی فوج کا ایک حصہ اردن میں داخل ہو چکا تھا اور دوسرا حصہ راستے میں تھا۔ حضرت خالد نے اس حصہ پر حملہ کیا، بہت سے رومی مارے گئے۔ باقی بھاگ کر لشکرگاہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضرت خالد کے بعد حضرت ابو عبیدہ بھی پہنچ گئے۔

اب تک رومی مقام "بیسائٹ" میں مقیم تھے، لیکن اب وہ اس علاقہ کے دوسرے مقام "فحل" میں منتقل ہو گئے۔ جہاں آگے چل کر ایک زبردست جنگ ہوئی۔ رومیوں کی تعداد تیس چالیس ہزار سے کم نہ تھی۔ لیکن ان کو مسلمانوں کی غیر معمولی شجاعت و بہادری کا بخوبی تجربہ ہو چکا تھا، اور یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ مسلمانوں کے ساتھ خدا کی کھلی ہوئی نصرت ہے۔ چنانچہ مزید ملک کے انتظار میں وہ جنگ سے گریز کر رہے تھے۔ انھوں نے خندقیں کھود کر ان کو پانی سے لبریز کر دیا تھا۔ تاکہ مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔ لیکن مسلمان خندقوں میں گھس کر رومیوں پر چھاپے مارتے،

عیسائی قبائل رومیوں کو برابر فوجی امداد بھیجتے رہتے تھے جن سے ان کی تعداد ترقی کرتی جا رہی تھی۔ حضرت ابو عبیدہ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ قریباً کی آبادیوں پر چھاپے ماریں۔ تاکہ وہ دشمنوں کو ہمدرد بھیج سکیں، یہ کارروائی بہت مفید ثابت ہوئی۔



# رومی سر داروں کے ساتھ حضرت معاذ کی دلیرانہ گفتگو

ایک روز رومیوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم اس ملک کے باشندے نہیں ہو، جو گھبروں، جبر، انگور اور میوے پیدا کرتا ہے۔ اس لئے تمہیں یہاں رہنے کا حق حاصل نہیں ہے تم اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔ جو فقر و فاقہ اور بد بختی و بد نصیبی کا مسکن ہے اور نہ ہم اتنی فوجوں سے تمہارا مقابلہ کریں گے کہ تم ملک خالی کر کے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد ہم خود تمہارے پر حملہ آور ہوں گے اور جب تک تمہیں اور تمہارے اہل ملک کو ہلاک نہ کر ڈالیں گے واپس نہ ہوں گے۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم نے ہمیں پیغام دیا ہے کہ ہم اس ملک کے باشندے نہیں ہیں اس لئے ہم یہاں سے چلے جائیں۔ ہماری طرف سے اس پیغام کا جواب یہ ہے کہ ہم اس ملک کو ہرگز نہ چھوڑیں گے، اس لئے کہ زمین خدا کی ہے اور تمہارے انسان خدا کے بندے ہیں۔ خدا ہی تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے وہ جسے چاہتا ہے ملک بخشتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ اس لئے تمہارے ہاتھوں میں ذلیل کر دیا۔ اور تمہارے ملک کا ہمیں وارث بنا دیا۔ اس لئے اب ہم اس ملک سے نہیں جا سکتے۔

تم نے ہمارے ملک کی نسبت یہ کہا کہ وہ فقر و فاقہ کا ملک ہے۔ لیکن



اب خدا نے اس کے بچائے ہیں یہ ملک عطا کر دیا ہے ہیں یہ ہر طرح کی آفات  
 و خوشحالی ہے نہریں جاری ہیں اور میوؤں کی فراوانی ہے۔ لہذا تم اس خیال میں  
 نہ رہنا کہ ہم اس ملک سے چلے جائیں گے، ہم یہاں رہیں گے، اور تمہیں ختم کر دوں  
 گے۔ آپ کے ملک تک جانے کی زحمت نہ کریں گے، ہم تو خود ہی تمہارے پاس آئے  
 ہیں۔ اگر تم ہم سے لڑو گے، تو ہم بھی انشاء اللہ اس وقت تک دم نہ لیں گے  
 جب تک تمہارا تختہ نہ کر ڈالیں گے۔

حضرت ابو عبیدہ کے اس دلیرانہ جواب نے رومیوں کو یقین دلا دیا کہ مسلمانوں  
 پر کسی دلی کا اثر نہیں ہو سکتا، اس لئے انہوں نے حضرت ابو عبیدہ کے پاس  
 کہلا بھیجا کہ آپ اپنا ایک ٹائڈہ ہمارے پاس بھیجئے جو ہم سے بالمشافہ گفتگو  
 کرے، ممکن ہے کہ مفاہمت کی کوئی شکل پیدا ہو جائے، حضرت ابو عبیدہ  
 نے حضرت معاذ بن جبل کو بھیجا،

حضرت معاذ بن جبل رومی لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اتر  
 پڑھے، اور اس کی لگام پکڑنے سے ہونٹے آگے بڑھے، رومی افسروں نے غلاموں  
 کو حکم دیا کہ آپ کے ہاتھ سے گھوڑا لے لیں، لیکن آپ سے گھوڑا اپنے سے  
 انکار کر دیا، اور فرمایا کہ میں اپنے گھوڑے کی لگام کسی کے ہاتھ میں نہ دوں گا  
 چنانچہ آپ اسی سپاہیانہ نشان سے آگے بڑھے۔

اسلامی پیغمبر کو اپنے جاہ و چشم سے مرعوب نہ کرنے کے خیال سے رومیوں نے  
 بڑی شان و شوکت سے دربار آراستہ کیا تھا، اور ایسے ذریعہ برق اور  
 رنگت فرشتے بھیجے تھے، جن سے دیکھنے سے آنکھوں میں خیرگی پیدا ہوتی تھی



حضرت معاذؓ لب فرش پہنچ کر رک گئے، وہاں بھی ایک روحی نے بڑھکر آپ  
کا گھوڑا مانگا۔ اور کہا کہ

آپ سرداروں کے پاس تخت پر تشریف لے چلے یہ انتہائی  
عزت ہے جو آپ کو دی جا رہی ہے ہر شخص کو ان کی ہم نشینی کا  
شرف حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن مسلمانوں میں آپ کو جو قدر و منزلت  
حاصل ہے اس کو یہ جانتے ہیں۔ اس لئے انھیں پسند نہیں کہ وہ بیٹھ  
ہوں اور آپ کھڑے ہوں۔

حضرت معاذؓ نے جواب دیا۔

ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں مخلوق کی تعظیم کے لئے  
کھڑے ہونے سے منع فرما دیا ہے۔ اس لئے ہم صرف حق کی  
عبادت و اطاعت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ میں یہاں تمہاری  
تعظیم کی غرض سے نہیں کھڑا ہوں۔ میرے کھڑے ہونے کی وجہ یہ  
ہے کہ میں قیمتی قالینوں پر چلنا اور مکلف فرشتوں پر بیٹھنا گناہ  
سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ تم نے ان کو اپنی قوم کے کمزور لوگوں پر  
ظلم کر کے حاصل کیا ہے۔ اور یہ چیزیں دنیا کی زینت اور فریب  
ہیں۔ خدا نے ہمیں دنیا سے بے رغبت رہنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی  
نذرت فرمائی ہے۔ اور اسراف و تکبر سے منع فرمایا ہے اس لئے  
میں زمین ہی پر بیٹھوں گا۔

آپ یہ کہہ کر گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے۔



رومیوں نے کہا

اگر تم ہمارے برابر آ کر بیٹھتے تو یہ تمہارے لئے عزت و شرف کا باعث تھا، لیکن تم غلاموں کی طرح اتنی دور بیٹھ گئے اور خود اپنی توہین و تذلیل کے باعث ہوئے۔

یہ سن کر حضرت معاذ کو جلال آگیا۔ آپ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور فرمایا تم جس شرف و اعزاز کی طرف مجھے بلا رہے ہو وہ تم نے اپنی قوم پر ظلم کرنے کے حاصل کیا ہے، یہ دنیاوی عزت جس سے خدا نے بے رغبت رہنے کا حکم دیا ہے۔ تمہاری نظر میں عزت ہے تو وہ تمہیں مبارک ہو۔ تم اس سے خوش ہو، لیکن ہمیں اس قدر و منزلت کی ضرورت نہیں نہ ہم کسی ایسی چیز کی خواہش رکھتے ہیں جو خدا سے دور کرنے والی ہو۔ لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ظلم و جبر سے تم نے جو شان و شوکت حاصل کی ہے اور عزیبوں کو لوٹ کر تم نے جو دنیاوی مال و منال جمع کیا ہے وہ خدا کے نزدیک بھی قابل وقعت ہے تو یہ تمہاری جہالت و نادانی ہے۔ معصیت و سرکشی میں مبتلا ہو کر اور انبیائے کرام کے بتائے ہوئے راستے سے انحراف کر کے خدا کی رضا و خوشنودی حاصل نہیں کیا جاسکتی،

تم کہتے ہو کہ میں غلاموں کی طرح زمین پر بیٹھ گیا میں بے شک خدا کا بندہ ہوں اور یقیناً میں نے غلاموں کا سا کام کیا کہ خدا کے پچھائے ہوئے فرش زمین پر بیٹھ گیا، میں خاصان خدا پر اپنے کو



ذرا برابر بزرگی نہیں دیتا۔

تم نے یہ بھی کہا کہ میں نے زمین پر بیٹھ کر اپنی توہین و تذلیل کی، اگر تمہاری نظر میں یہ توہین و تذلیل ہو اور خدا کے نزدیک میری حالت اس کے برعکس ہو تو مجھے تمہاری کچھ پروا نہیں، اور اگر تم یہ کہو کہ جس فرشتہ پر تم بیٹھے ہو اس پر مقبولان خدا بیٹھتے ہیں تو یہ تمہاری نادانی ہے، ان کے لئے کہ خدا تو ان کو پسند فرماتا ہے جو خدا کی خوشنودی کے لئے خاکساری اختیار کرتے ہیں اور اس کی مخلوق سے قریب ہیں، وہ نہ بالکل دنیا میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور نہ عرصہ آخرت کے حاصل کرنیکی سعی سے دستکش ہوتے ہیں۔

حضرت معاذ کی فلو جس و تقویٰ سے لبریز گفتگو سن کر رومی سردار حیران رہ گئے اور تعجب سے ایک دو سر سے کاٹنے لگے۔ انہوں نے پوچھا: "کیا مسلمانوں میں سب سے افضل آپ ہی ہیں؟"

حضرت معاذ نے جواب دیا: "معاذ اللہ! ایسی بہت سے کہیں سب سے پرانے

اس جو آپ سے کہیں اور بھی حیرت میں ڈال دیا اور وہ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا: "معاذ اللہ! حضرت معاذ نے ترجمان فرمایا کہ آپ نے سرداروں سے پوچھو: انہیں کچھ اور کہتا ہے یا میں جاؤں؟"

اس کا پہلا رومی سرداروں نے آپ سے پھر سوال کیا: تم کس سے کیا جانتے ہو؟ اور میں کس پیر کی دعوت دیتے ہو؟ اور تم ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو؟ حبش کا ملک تم سے



قریب تھا تم نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ ایران کے بادشاہ اور  
 شہزادے دونوں مر چکے ہیں۔ اب وہاں عورتیں عکرائی کر رہی ہیں تم  
 نے ادھر کا بھی رخ نہیں کیا، اور ہمارے ملک پر پڑھو آگے، جس کا  
 بادشاہ زندہ ہے جس کے پاس بے شمار فوج و سپاہ ہیں۔ جو نہایت  
 طاقتور ہے، ہمارے کسی شہر یا قلعہ پر قبضہ کر کے یا کسی فوج کو شکست  
 دے کر تم یہ سمجھتے ہو کہ مغلوب کر لو گے؟ یا اتنے سے جنگ کا خاکہ  
 ہو جائے گا؟ علامہ بریں یہ تو بتاؤ کہ جب تم ہمارے نبی اور ہماری  
 کتاب پر ایمان رکھتے ہو تو تمہارا ایم سے لڑنا کیونکر جائز ہے۔“  
 حضرت معاذ نے جواب میں ایک تقریر کی جس میں ہر مسئلے کا جواب دیا۔ آپ  
 نے فرمایا۔

سب سے پہلے میں اس خدا سے واحد و یکتا کی ستمناش کرتا ہوں  
 اور اس کے پیغمبر و رسولوں کو سلام بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد تمہیں  
 خدا کی طرف بلاتا ہوں، تم خدا سے واحد و یگانہ اور محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم پر ایمان لاؤ۔ ہماری طرح تازہ پڑھو، ہمارے قبلے کی طرف رخ  
 کرو۔ ہمارے رسول کے طریقہ پر چلو، صلیب توڑ ڈالو۔ شراب چھوڑ  
 سو کے گوشت سے پرہیز کرو، اس کے بعد ہم تم ایک ہو جائیں گے  
 تم ہمارے دینی بھائی بن جاؤ گے، ہمارا تمہارا نفع نقصان ایک  
 ہو جائے گا۔ اور اگر تم کو اس دعوت کے قبول کرنے سے انکار  
 ہو تو زبردستی بنکر جزیہ دینا قبول کرو، ہم تم سے جنگ ہو تو



کر دیں گے، اگر تم نے یہ بات بھی قبول نہ کی تو ہمیں کوئی اور صورت منظور نہیں تھیں۔ تمہیں بہر حال میدان میں آنا اور ہم سے مقابلہ کرنا ہوگا پھر خدا ہمارے تمہارے درمیان جو فیصلہ چاہے گا کر دے گا، یہ ہے ہماری دعوت کا خلاصہ، ہم نے حبش اور ایران کو چھوڑ کر پہلے تم پر اس لئے حملہ کیا کہ تم ہم سے زیادہ قریب ہو۔ اور ہماری نگاہ میں غیر مسلم قومیں یکساں ہیں، ہماری کتاب میں تم سے لڑنے کی ممانعت نہیں ہے، بلکہ اللہ نے اس میں فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ  
يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَ  
لِيَجِدُوا فِيكُمْ غُلَّةً  
مومنو! ان کافروں سے جنگ کرو  
جو تم سے قریب ہیں، اور یہ اس لئے  
کہ وہ تمہارے اندر سختی محسوس

کریں۔

اس حکم کے مطابق ہم نے تم سے آغاز جنگ کیا۔ لیکن ہماری ایک فوج ایران پر بھی گئی ہے۔ اور وہاں مصروف جنگ ہے امید ہے کہ وہاں بھی مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ تمہارا بادشاہ زندہ ہے۔ تمہارے پاس بے شمار فوجیں ہیں اور تمہاری تعداد زمین کے ذروں کے برابر ہے۔ اس لئے تم کہتے ہو کہ ہم تم پر غلبہ نہیں پاسکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا نقطہ نظر غلط ہے ہر طرح کا اختیار صرف خدا کو حاصل ہے اور اس کے دست قدرت میں سب کچھ ہے۔ جب خدا کچھ کرنا



چاہتا ہے تو فرماتا ہے کہ ہو جاؤ وہ ہو جاتا ہے۔ پس اگر تمہارا بادشاہ  
ہرقل ہے تو ہمارا بادشاہ ہمارا خدا ہے۔ جو جل ہے۔“

ہمارا امیر و حاکم ہمارے ہی میں کا ایک شخص ہے۔ وہ جب تک ہمارا  
دینی کتاب پر چلتا اور ہمارے نبی کی سنت پر قائم ہے ہم اسے حاکم  
مانتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنا طریقہ بدل دے تو ہم اسے معزول کر دیں  
چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں۔ زنا کرے تو اسے تازیانے  
لگائیں۔ اگر وہ ہم میں سے کسی کو گالی دے تو وہ بھی اسی طرح کی  
گالی کا مستوجب ہو۔ اگر وہ کسی کو چوٹ پہنچائے تو اس کو بھی  
وہی ہی چوٹ پہنچانی جائیگی۔ نہ وہ ہم سے پروہ کرتا ہے۔ نہ ہم سے  
شکرانہ پیش کرتا ہے۔ نہ وہ مال غنیمت میں ہم سے زیادہ حق رکھتا  
ہے وہ بالکل ہماری طرح کا ایک آدمی ہے۔

انہیں اپنی بے شمار فوجوں پر بھروسہ ہے۔ لیکن ہم نہ فوجوں پر  
بھروسہ کرتے ہیں نہ انہیں اہمیت دیتے ہیں۔ نہ ان کو حصول فتح  
کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ چاہے وہ کتنی ہی طاقتور ہوں، آسمان کے  
تاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں، ہم اپنی طاقت  
و تعداد پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ بھروسہ رکھتے ہیں خدا کے پروردگار  
پر۔ ہم صرف اللہ عزوجل پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس کے حکم سے  
کتنی ہی چھوٹی جماعتوں نے بڑی بڑی فوجوں پر فتح و غلبہ حاصل  
کر لیا اور کتنی ہی بڑی بڑی طاقتور فوجیں تباہ و برباد ہو گئیں



كَم مِّنْ قَوْمٍ قَالُوا قَوْلًا

فِي عَهْدِكُمْ ثُمَّ يَنصَرُونَ اَللّٰهُ

وَ اَللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ؕ

کثرت سے بہت ہی چھوٹی

جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں

پر خدا کے حکم سے غالب آگئی

ہیں اور اللہ تعالیٰ انتقام

والوں کا سزا دیتے ہیں۔ سورہ بقرہ

تم پوچھتے ہو کہ جب ہم تمہارے رسول اور تمہاری کتاب کو پڑھتے

ہیں تو تم سے لڑنا کیونکر وارہکتے ہیں۔ بے شک ہم تمہارے رسول

پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ اللہ کے بندوں میں سے ایک

بند سے اور اس کے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر تھے، خدا کے

نزدیک وہ آدم کی طرح تھے جن کو اس نے سٹی سے پیدا کیا پھر

ان سے کہا ہو جا۔ بس وہ ہو گئے۔

لیکن تمہارے نبی کی نسبت ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں

کہ وہ خدا تھے یا تین معبودوں میں سے ایک، نہ ہم خدا کے لیے بیٹا

یا بیوی تسلیم کرتے ہیں نہ اس کے ساتھ کسی اور کو قابل پرستش سمجھتے

ہیں خدا ایک ہے اور تم خدا کے بارے میں جو ناگفتنی کہتے ہو۔ اس

سے وہ بالکل پاک ہے۔ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تم وہی عقائد

رکھو جو ہم رکھتے ہیں، اور ہمارے نبی کو اس طرح مانو جس طرح تمہاری

کتاب میں ان کا ذکر ہے، اور ان سب باتوں کو قبول کرو جو ان پر

خدا کی طرف سے آئی ہیں۔ اور خدا کی توحید کا اقرار کرو تو ہماری

تمہاری کوئی لڑائی نہیں ہم تم ایک ہو جائیں گے اور تمہارے معاون

بنکر تمہاری حمایت میں تمہارے دشمنوں سے لڑیں گے۔



حضرت معاذ کا یہ واضح اور قطعی جواب سن کر رومی سمجھ گئے کہ فرار و ہجرت کا  
مسلمانوں سے کام نہ لانا ممکن نہیں ہے اس لئے انھوں نے ترغیب و تحریکوں کے  
ذریعے مسلمانوں کو رہنمائی کرنے کی راہ اختیار کی۔ انھوں نے کہا  
تم تو باہمی اختلاف کو اور وسیع کر رہے ہو۔ لیکن ہم ایک اور صورت  
پیش کر رہے ہیں۔ اگر تم اسے مان لو تو تمہارے لئے بہتر ہے ورنہ  
تمہیں اس کا اختیار بھگتنا پڑے گا۔

بقاؤ کا علاقہ اور اردن کا وہ حصہ جو تمہارے ملک سے ملا  
ہوا ہے لے لو اور ہمارے باقی ملک کو خالی کر دو، اور عہد کرو  
کہ ہم سے پھر کسی علاقہ کا مطالبہ نہ کروں گے۔ تم یہاں سے واپس  
جا کر ایران پر حملہ کرو۔ چپ تک ایران فتح نہ ہو جائیگا۔  
ہم ہر طرح تمہاری مدد کرتے رہیں گے۔

اس پیش کش کے جواب میں حضرت معاذ نے فرمایا۔  
ان علاقوں پر تو ہمارا قبضہ ہو ہی چکا ہے۔ لیکن ہم نے تم سے  
جو تین مطالبات کیے ہیں ان میں سے تم چپ تک کسی ایک کو منقولہ  
نہ کر لو گے۔ اگر وہ سب ملک بھی ہمیں دے دو جس پر ابھی ہمارا  
قبضہ نہیں ہوا تو بھی ہمارا تمہارا جھگڑا ختم نہ ہوگا۔

اس پر رومی سرداروں نے برا فروختہ ہو کر کہا۔  
ابھی بات ہے اب واپس جاؤ ہم کل ہی مار کر تمہیں بہاؤں پر رکھ گاؤ  
حضرت معاذ نے چلتے ہوئے جواب دیا۔



کل کا حال خدا کو معلوم ہے۔ لیکن اتنا ہم بھی کہے جاتے ہیں کہ یا  
 تو ہم مر کر ختم ہو جائیں گے یا کھنکھیں اس ملک سے نکال دیں گے۔

## رومی سفیر حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں

حضرت معاذ اور رومیوں میں جو گفتگو ہوئی تھی، اسے حضرت معاذ حضرت  
 ابو عبیدہ سے بیان ہی کر رہے تھے، کہ رومی سپہ سالار کا دوسرا قاصد یہ پیغام لیکر  
 پہنچا۔

آپ نے جن صاحب کو بھیجا تھا ان کی باتیں صلح و انصاف سے بالکل  
 بعید تھیں۔ معلوم نہیں آپ کو ان سے کہاں تک اختلاف یا اتفاق  
 ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں اپنا ایک نمائندہ بھیجیں جو  
 آپ کے سامنے ایسی تجویزیں پیش کرے جو انصاف و اتحاد پر مبنی  
 ہوں، اگر آپ نے یہ تجاویز منظور کر لیں تو یہ بات طرفین کے لئے  
 موجب فلاح ہوگی۔ اور اگر آپ نے ان کو رد کر دیا تو آپ کو سخت  
 نقصان اٹھانا پڑے گا۔

حضرت ابو عبیدہ کی اجازت کے مطابق رومی سفیر اسلامی لشکر گاہ میں آیا۔  
 اسکی آنکھیں وہاں بھی زخمی جاہ و جلال تلاش کر رہی تھیں، اس کا خیال تھا کہ  
 سپہ سالار اسلام کا بھی شاندار خیمہ ہو گا، حاجب و زبان ہوں گے، حشم  
 و خدم ہوں گے۔ لیکن جب اسے یہاں اس قسم کی کوئی چیز نظر نہیں آئی تو  
 اس نے حیران ہو کر پوچھا۔



مسلمانوں! تمہارے سرواڑہ کہاں ہیں؟

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سامنے ہی زمین پر بیٹھے تھے، کندھے پر کمان لٹک  
ری تھی اور ہاتھ میں تیر تھا جسے آپ الٹ پلٹ رہے تھے، مسلمانوں نے کہا  
یہ کیا بیٹھے ہیں۔

رومی سفیر کے تصور میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ ایسی اولوالعزم اور شجاع فوج  
کا سپہ سالار اس معمولی حالت میں ہوگا۔ اس لئے اسے یقین نہیں آیا، اس نے حضرت  
ابو عبیدہ سے پوچھا۔ ”کیا واقعی آپ ہی اس فوج کے سپہ سالار ہیں؟“

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ ”ہاں!“

رومی سفیر نے کہا۔ ”کیا آپ کا خیال ہے کہ فرش یا قالین پر بیٹھنے سے آپ  
خدا کے نزدیک نامقبول ہو جائیں گے۔ یا وہ آپ کو اپنے لطف و کرم سے محروم  
کر دے گا۔“

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ ”مجھے سچی بات کہنے میں کچھ تامل نہیں ہے، میرے  
پاس نہ قالین اور فرش ہے اور نہ دینار و درہم، اس کمان و تلوار و غیرہ جنگی  
سامان کے سوا میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ آخر مجبور ہو کر سچے اپنے اس بھائی (معاذ  
سے قرض لینا پڑا۔ علاوہ ازیں اگر میرے پاس قالین یا فرش ہوتا جب بھی یہ ممکن  
نہ تھا کہ میں اس پر بیٹھتا۔ اور مسلمانوں کو زمین پر بیٹھنے دیتا۔ اس لئے کہ کیا معلوم  
کہ خدا کے نزدیک مجھ سے بہتر وہی ہوں۔ ہم اللہ کے بندے زمین پر چلتے ہیں۔ اسی  
پر بیٹھتے ہیں۔ اسی پر کھاتے اور سوتے ہیں۔ لیکن اس سے خدا کے نزدیک  
ہمارا درجہ کم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس طرح ہمارے انوار زیادہ اور صرنبہ بلند ہوتا



بھی وجہ ہے جو ہم اپنے پروردگار کے سامنے خاکساری کرتے ہیں۔ خیر اب تم اپنے آگے کی غرض بیان کرو۔

رومی سفیر نے کہا

خدا کے نزدیک صلح سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ ہے نہ جنگ سے زیادہ ناپسند۔ آپ ہمارے ملک میں گھس آئے ہیں، اور فساد و بد امنی پھیلا رہے ہیں میں آپ کے سامنے ایک مفید تجویز پیش کرتا ہوں، آپ کی تمام فوج کوئی آدمی دو دو دینار اور ایک کپڑا دوں گا، آپ سب سالار ہیں، آپ کو ایک ہزار دینار دیے جائیں گے، اور آپ کے خلیفہ کو دو ہزار دینار، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے ملک کو بالکل خالی کر دیں اگر آپ چاہیں گے تو ہم بقاء کا علاقہ اور اردن کا وہ حصہ بھی آپ کو دیدینگے جو آپ کے ملک سے ملا ہوا ہے مگر اسی شرط پر کہ آپ ہمارے باقی تمام شہروں اور آبادیوں کو خالی کر دیں اور قسم کھا کر عہد کریں کہ آپ اس شرط کی خلاف ورزی نہ کریں گے

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

خدا نے ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایا۔ ان پر کتاب حکیم نازل کی اور تمام عالم پر رحم فرما کر اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف بلائیں اور بتایا کہ خدا ایک ہے غالب و حکیم ہے، عزت والا ہے، ہر شئی کا خالق ہے۔ کوئی چیز اس کے مثل نہیں لوگ اس کو واحد و بے ہمتا مانیں۔ اس کے لئے زن و فرزند نہ ٹھہرائیں



اس کی عبادت میں دوسروں کو شامل نہ کریں۔ اس کے سوا جن چیزوں کی بھی لوگ پرستش کرتے ہیں وہ خدا کی مخلوق ہیں اور خدا کے رسول نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم مشرکوں کے پاس جائیں تو انہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کی دعوت دیں جو شخص ہماری اس دعوت کو قبول کرے وہ ہمارا ادنیٰ بھائی ہو اور پھر اس کا اور ہمارا نفع و نقصان ایک ہے اور جو اس دعوت کو قبول نہ کرے۔ اس سے ہم جزیرہ کا منگلا لپیہ کریں۔ پھر اگر وہ اسے بھی منظور نہ کرے تو اس سے لڑیں۔ اس لڑائی میں اگر ہم مارے جائیں تو ہم شہید ہوں گے، اور جنت پائیں گے اور دشمن مارا گیا، تو وہ دوزخ میں جائیگا۔ اس لئے اگر تم میری بات مان لو تو بہتر ہے ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ ہمارے تمہارے درمیان خدا کا فیصلہ صادر ہو جائے۔

رومی سفیر نے کہا: "تو آپ کسی اور صورت پر مصالحت کے لئے تیار نہیں ہیں؟"

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: "نہیں۔"

رومی سفیر چلا گیا، اور حضرت ابو عبیدہ نے بجا ہدین کو حکم دیا کہ صحیح اسپتہ اپنے جھنڈے کے نیچے ہو جو درہ ہیں۔

## حضرت ابو عبیدہ کا خط و دربار خلافت کو

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیکر حضرت عمرو



رضی اللہ کی خدمت میں یہ خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

ابو عبیدہ بن الجراح کا خط اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کے نام  
سلام و علیک۔ خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں  
اس کے بعد آپ کو معلوم ہو کہ رومی "فحل" میں مقیم ہیں اور اہل  
ملک اور عیسائی عرب ان کے ساتھ ہو گئے ہیں انہوں نے ہمارے  
پاس کہلا بھیجا کہ تم ہمارے ملک سے نکل جاؤ جس میں جو گنہوں  
میوے اور انگور پیدا ہوتے ہیں، بچیں یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں  
ہے تم اپنے ملک میں واپس جاؤ جو بدبختی اور قحط و محتاجی کا مسکن ہو  
اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم اتنی کثیر فوج سے تم پر حملہ آور ہوں گے کہ  
تمہارے لئے ہمارا مقابلہ کرنا ناممکن ہو جائے گا، پھر ہر  
آخری دم تک تمہارا چھپاؤ چھوڑیں گے۔

اس کے جواب میں ہم نے کہلا دیا ہے کہ ہم اس ملک سے  
نکلنے والے نہیں ہم اس میں داخل ہو چکے ہیں۔ خدا نے ہمیں اس  
کا وارث بنا دیا ہے۔ اور اس کو تم سے چھین کر ہمارے حوالے  
کر دیا ہے، ساری زمین اللہ کی ہے، تمام انسان اللہ کے بندے  
ہیں، اللہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے، وہ جس کو چاہتا ہے ملک دیتا  
ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت  
دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، یہ سب ہے کہ ہمارا ملک



فقروفاقہ کا مسکن ہے لیکن اب خدا نے اس کے بجائے ہمیں تمہارا  
 ملک عطا کر دیا ہے جس میں رزق کی افراط، معیشت کی ارزانی اور  
 میوؤں کی کثرت ہے، اس لئے یہ خیال نہ کرنا کہ ہم یہاں سے چلے  
 جائیں گے، ہم یہیں رہیں گے، اگر تم یہاں سے چلے نہ جاؤ گے، تو  
 ہم تمہیں اپنے پاس آنے کی رحمت نہ دیں گے، بلکہ خود تمہارے پاس  
 پہنچیں گے اور دیکھیں گے کہ تم کس طرح یہاں رہتے ہو۔

یہ خط میں نے آپ کو اس حالت میں لکھا ہے کہ اللہ پر اعتماد،  
 اس کے فیصلے کو تسلیم، اور اس کی نصرت پر یقین کرنے کے  
 دشمن پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو رہا ہوں، اللہ ہمیں اور آپ  
 کو اور تمام مسلمانوں کو ہر مکار کے مکر اور حاسد کے حسد سے  
 محفوظ رکھے، اللہ اہل دین کی مدد فرمائے۔ اور ان کو فتح  
 اور قوت و اقتدار عطا کرے۔

حضرت ابو عبیدہ نے ایک قبلی کے ہاتھ یہ خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی  
 خدمت میں روانہ کیا۔ اور ایک فوج رومیوں کے مقابلے کے لئے بھیجی،  
 لیکن رومی میدان میں نہیں آئے۔ اس لئے جنگ نہیں ہوئی۔

نبطی نے مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عمر کو خط دیا، آپ نے خط پڑھ کر  
 نبطی سے پوچھا کہ ”ابو عبیدہ نے رومیوں کے مقابلے کے لئے روانہ ہونے  
 وقت یہ خط لکھا ہے، تجھے معلوم ہے کہ مقابلے کا نتیجہ کیا ہوا؟“

قاصد نے کہا ہاں میں اس وقت وہاں سے روانہ ہوا جب مسلمان



میدان جنگ سے واپس آچکے تھے، رومی مقابلے کے لئے نہیں نکلے اس لئے جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ مسلمان بہت مسرور و مطمئن ہیں۔ اور ان کی حالت بہت اچھی ہے۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابو عبیدہؓ نے تو صحیح ہی تجھے خطا دیکر روانگی کا حکم دیا، تو اتنی دیر کر کے کیوں روانہ ہوا؟  
 قاصد نے جواب دیا کہ میں نے سوچا کہ خط میں حملے کا ذکر ہے۔ آپ اس کے نتیجہ پر پوچھیں گے اس لئے نتیجہ دیکھ کر روانہ ہوا،  
 حضرت عمرو نے پوچھا کہ تیرا دین کیسے ہے؟  
 قاصد نے کہا کہ "عیسائی"!

حضرت عمرو نے فرمایا کہ تو اس قدر عقلمند ہو کر گمراہی میں کیوں مبتلا مسلمان ہو جا۔

حضرت عمرو کی تلقین پر قاصد مسلمان ہو گیا۔  
 حضرت عمرو نے حسب ذیل جواب دیکر قاصد کو روانہ کیا،  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے بندہ سے عمرو ابیلہ رضی اللہ عنہ کا خط ابو عبیدہ کے نام سلام علیکم۔ میں اللہ کی ستائش کرتا ہوں تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ وہ بیوں نے تمہارے مقابلہ میں اہتمام کیا ہے اور تمہیں جنگ کی دعوت دی ہے۔ تم سے وہ بیوں کو بہت درد جواب دیا، اگر میرا خط پہنچتا ہے تو تم کو فتح و کامیابی حاصل ہو چکی ہو



ہم پر اور تم پر اللہ کا احسان ہے اور نقصان پہنچا ہو تو تمہیں اس سے ملول و شکستہ خاطر نہ ہونا چاہیے، نہ اپنے اندر صغف آنے دینا چاہیے۔ کیونکہ بالآخر تمہیں کو علیہ اقتدار حاصل ہوگا، ملک اللہ کا ہے وہ اس کو تم پر ضرور فتح کر دے گا، تاکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی تصدیق ہو جائے، اس لئے ثابت قدمی سے کام لو۔ جو لوگ ثابت قدم رہتے ہیں انہیں کو خدا کی معیت حاصل ہوتی ہے، دشمن کے مقابلہ میں جاؤ تو خدا ہی مدد طلب کرو، وہ ضرور تمہاری مدد فرمائے گا، دشمن کا سامنا ہو تو یہ دعا پڑھتا۔

الہی! تو ہی اپنے دین کا مددگار ہے تو نے ہمیشہ اپنے دوستوں کی حمایت کی ہے، الہی! آج بھی ان کی نصرت فرما، انہیں غلبہ عطا کر، ان کو ان کی حالت پر نہ چھوڑ دے ورنہ ان کا کیا کچھ بھی نہ ہو سکیگا۔ ان کا ساتھ دے اپنی رحمت سے ان کی مدافعت کر، سچا مددگار اور حمد کا حقیقی سزاوار تو ہی ہے، آمین

## جنگِ خنس

پہلے روز مسلمان میدان جنگ میں گئے اور رومیوں کے مقابلے میں نہایت جرات سے واپس چلے آئے، لیکن دوسرے روز حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت امیر کو جنگ اردن کے تمام حالات فوج الشام از دی سے ماخوذ ہیں ۱۳



خالد بن ولید کو میدان جنگ میں بھیجا تو رومیوں کی زیر دست سوار فوج مقابلے کے لئے نکلی حضرت خالد بن ولید کے ساتھ حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی تھے جو اسلامی لشکر میں حضرت خالد کے بعد سب سے زیادہ شہ سوار اور بہادر سمجھے جاتے تھے حضرت خالد نے ان کو حملے کا حکم دیا، حضرت قیس نے رومیوں پر مسلسل حملے کئے۔ جن کے جواب میں رومیوں کی طرف سے بھی ہمتواتر حملے ہوئے اتنے میں رومیوں کا دوسرا بہت بڑا رسالہ نمودار ہوا، حضرت خالد نے ہبیرہ بن مسروق کو اس کے مقابلہ کا حکم دیا، کھوڑی دیر کے بعد تیسرا رسالہ نظر آیا جو پہلے دونوں رسالوں سے بھی بڑا تھا، اس کی قیادت ایک نامور رومی سپہ سالار کر رہا تھا، اس نے حضرت خالد کے سامنے پہنچ کر اپنے نصف رسالے کو حملے کا حکم دیا،

رومیوں نے حملہ کیا لیکن حضرت خالد کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی رومی سپہ سالار نے باقی نصف حصہ کو بھی حملے کا حکم دیا، وہ حملہ آور ہوا۔ مگر حضرت خالد کو انکی جگہ سے ہلانہ سکا۔ اب رومی سپہ سالار نے دونوں حصوں کو جمع کر کے ایک ساتھ حملہ کیا، لیکن مجاہدین اسلام اب بھی ثابت قدم تھے جب رومی اپنی پوری طاقت صرف کر کے واپس جانے لگے تو حضرت خالد نے مسلمانوں کو آواز دی کہ دشمن اپنی طاقت صرف کر چکا اب تمہاری باری ہے اس لئے پوری قوت سے میرے ساتھ حملہ کرو، دیکھو سستی سے تعاقب کرنا، خبر دلا رہنا، عقلمندی کو پاس بھی نہ آنے دینا، اللہ تم پر رحم فرمائے۔

یہ کہہ حضرت خالد رومیوں پر ٹوٹ پڑے، قیس بن ہبیرہ اور ہبیرہ بن



مسروق نے بھی حملہ کر دیا۔

رومی نہایت سہرا سیمہ ہو کر بھاگے، مسلمانوں نے تعاقب شروع کیا۔ رومیوں کی صفیں دہم دہم ہو گئیں، اور وہ ایک پر ایک گرتے پڑتے سخت نقصان اٹھا کر اپنی لشکرگاہ میں گھس گئے۔

مسلمان مظفر و منصور اپنی لشکرگاہ میں آئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے مسلمانوں کی کامیابی پر خدا کا شکر ادا کیا، حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو کہا "رومی ہم سے مرعوب ہو چکے ہیں وہ ہمارے مقابلہ میں آنے سے گریز کریں گے، اس لئے میری رائے ہے کہ کل پھر ان پر حملہ کر دیا جائے، ورنہ آج کی شکست کا اثر ان کے دل سے کم ہو جائے گا۔ اور ان کی ٹوٹی ہوئی ہمت پھر بندہ جائے گی"

حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ رائے پسند کی اور مسلمانوں کو ہدایت کر دی کہ وہ دوسرے روتہ حملے کے لئے تیار رہیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ رات کے تیسرے ہی پہر اٹھ گئے اور مسلمانوں کو جہاد کا جوش دلانے لگے۔ آپ نے فجر کی نماز بھی اندھیرے ہی میں ادا کی اور فوج کی صف بندی شروع کر دی۔

یہیہہ کا افسر حضرت معاذ بن جبلؓ کو بنایا، بیسہ کی افسری ہاشم بن عقیل کو دی، پیدل فوج کی افسری پر سعید بن عمرو بن نفیل کو مامور کیا، اور رسالہ کی سپہ سالاری حضرت خالد کو دی۔



# حضرت ابو عبیدہؓ کی جنگی تقریر

حضرت ابو عبیدہؓ گھوڑے پر سوار ہوئے اور فوج کو لیکر میدان جنگ کی طرف بڑھے۔ فوج کی ترتیب و صف بندی کے بعد آپ ایک ایک صف کے سامنے جا کر اس کا معائنہ فرماتے تھے۔ اور اس طرح جہاد کی ترغیب دیتے تھے۔

اللہ کے بند و اہل ثابت قدمی کے ذریعے نصرت الہی کے حقدار بن جاؤ، خدا کی معیت انھیں کو حاصل ہوتی ہے جو ثابت قدم ہوتے ہیں۔ میں بشارت دیتا ہوں جو مارا جائے گا وہ درجہ شہادت سے سرفراز ہوگا، اور جو زندہ بچے گا وہ فتح و غنیمت حاصل کرے گا، دل کو مضبوط رکھو اور شمشیر و نیزہ اور تیر سے کام لینے کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔

خدا کی قسم خدا کے یہاں کا ثواب اور اس کی خوشنودی صرف اسکی اطاعت اور ثابت قدمی سے حاصل کی جاسکتی ہے اور یہ توفیق الہی کے بغیر ممکن نہیں، مسلمان وہی ہے جو دشمنان خدا سے مقابلہ کرنے میں حمت و چالاک ہو،

پہلے روز کی لڑائی سے رومیوں کو تجربہ ہو چکا تھا کہ مسلمان ان سے زیادہ شہسوار اور شجاع ہیں۔ ان کا رسالہ مسلمانوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انھوں نے اس طرح صف بندی کی کہ دو پیدوں کے



درمیان میں ایک تیر انداز اور دوسرا نیزہ باز تھا۔ ایک سوار کو رکھا اور تین صفیں صرف پیدلوں کی رکھیں، تقریباً پچاس ہزار رومی تھے اور ان کی صفیں اتنی لمبی لمبی تھیں کہ ان کا آخری کنارہ نظر نہ آتا تھا

حضرت خالد نے اپنے رسالے کو تین حصوں پر تقسیم کیا۔ ایک حصہ کو قیس بن ہبیرہ کی قیادت میں دیا، دوسرے حصہ کا اقتدار ہبیرہ بن مسروق کو بنایا۔ اور تیسرا حصہ اپنی ماتحتی میں رکھا۔

اس ترتیب و تقسیم کے بعد حضرت خالد نے قیس بن ہبیرہ کو حملے کا حکم دیا اور ہبیرہ بن مسروق کو ہدایت فرمائی کہ تم اپنے رسالے کو بالکل تیار رکھو اور جب دیکھو کہ میں نے حملہ کیا اور رومیوں کی صفیں ٹوٹ گئیں تو تم بھی حملہ کر دو، یہ ہدایت فرما کر آپ ایک بلند جگہ پر نمودار ہوئے۔ رومیوں نے آپ کو روکنے کے لئے ایک فوج بھیجی۔ آپ اپنی جگہ خاموش کھڑے تھے کہ رومی فوج کا ایک حصہ اصل شکر سے علیحدہ ہو کر آگے بڑھے تو آپ اس پر حملہ آور ہوئے، چنانچہ رومی آپ کے خیال کے مطابق آگے آگے تو آپ نے آواز دی

”مسلمانو! لو خدا نے تمہارے واسطے شکار بھیج دیا ہے“

یہ کہہ کر آپ رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ بہت سے رومی مارے گئے اور باقی سخت نقصان اٹھا کر پسپا ہوئے

دوسری طرف قیس بن ہبیرہ نے رومی ہبیرہ پر حملہ کر دیا۔ رومیوں نے ہبیرہ کے لئے ایک رسالہ بھیجا۔ لیکن قیس بن ہبیرہ آگے بڑھتے ہوئے



رومی بیسیرہ تک پہنچ گئے، ان کے رسالے میں ایک شہسوار واثمہ بن الاسفح  
تھے ان کے مقابلہ کے لئے ایک بہت بڑا رومی افسر نکلا، واثمہ نے تیز پڑھتے  
ہوئے اس پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے ایک ہی ہاتھ میں اس کا کام تمام کر دیا  
قیس بن امیرہ لڑتے جاتے تھے اور ان کے ہاتھ سے شمشیر اور نیزے لوٹتے  
جاتے تھے، چنانچہ ان کے ہاتھ سے تین تلواریں ٹوٹیں اور بیسیوں نیزے ٹوٹے  
وہ تیز پڑھتے جاتے تھے، اور شیر کی طرح حملے کرتے جاتے تھے، ان کا  
ہاتھت رسالہ اس شجاعت و بہادری سے لڑا کہ رومیوں کو بھاگ کر اپنے  
شکرگاہ میں پناہ لینی پڑی۔

بیسیرہ بن مسروق نے جو حضرت خالد کے رسالے کے ایک حصے  
کے افسر تھے۔ رومیوں پر حملہ کیا اور اس کے منہ میں و بیسیرہ کو تیز و زبر  
کر دیا، لیکن رومیوں کا قلب اپنے مقام پر جما ہوا تھا اور سختی سے مقابلہ کر رہا  
تھا، اسی حالت میں بیسیرہ بن مسروق اپنے گھوڑے سے گر پڑے، ایک  
رومی ان سے لپٹ گیا اور کشتی ہونے لگی، بیسیرہ بن مسروق نے اس کو  
پٹک کر قتل کر دیا، اس کے بعد دوسرا رومی لپکا، بیسیرہ نے اسے بھی پچھاڑ  
کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے، ایک مجاہد سالم بن ربیعہ تھے، انھوں  
نے رومی کو تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا سر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اتنے میں  
ایک رومی سالم پر حملہ آور ہوا اور ایک وار ایسا کیا کہ وہ چوندھیا گئے۔  
فوراً بیسیرہ نے پہنچ کر رومی کو موت کے کھاٹ اتار دیا۔

رومیوں نے بیسیرہ بن مسروق اور سالم بن ربیعہ کو ہر طرف سے گھیر



لیا اور قریب تھا کہ ان کو شہید کر دیں، اتنے میں حضرت خالدؓ پہنچ گئے اور انھوں نے رومیوں کو مار کر ان کی چھاؤنی تک بھگا دیا،

حضرت ہاشم بن عقبہ اسلانی میسرہ کے سپہ سالار تھے، جب رومیوں نے ان کی ماتحت فوج پر سخت ہجوم کیا اور ان کو اندیشہ ہوا کہ مسلمانوں کے قدیم اکھڑ جائیں گے تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے اور اپنے علم کو جنبش دیکر بولے کہ :-

خدا کی قسم میں اس کو جیت تک دشمن کی صف میں گاڑنے لوں گا،  
واپس نہ لاؤں گا، تم میں سے جس کو ہمت ہو میرا ساتھ دے ورنہ  
علیحدہ ہو جائے۔

حضرت ہاشم کے یہ دواہ انگیز کلمات سن کر مسلمان جوش سے لہریز ہو گئے اور حضرت ہاشم کے ساتھ سب نے حملہ کیا، رومیوں نے تیروں سے جواب دیا مسلمان زور سے پھینکنے کے لئے جھک جاتے تھے اور سپر سے آڑ کر لیتے تھے حضرت ہاشم بن عقبہ نے کہا

مسلمانو! میری جان تم پر فدا ہو، کیا دیکھتے ہو، دونوں جہان کی  
نعمت تمھارے سامنے ہے،

ایک رومی ہاشم بن عقبہ کی طرف لپکا، انھوں نے ایک ہی ضرب میں اسے  
موت کے گھاٹ اتار دیا، اب دونوں طرف سے تلواریں چلنے لگیں  
اتنے میں حضرت خالدؓ پہنچے اور انھوں نے رومی میسرہ پر حملہ کر دیا، آپ  
کی زبان پر یہ رجز تھا :-



میں انھیں ہندی تلوار سے مارتا ہوں

اور ہدایت یافتہ منقبوین کے کی طرح ضرب لگاتا ہوں

جھوٹے اور کمزور کی طرح ضرب نہیں لگاتا

اضربہم بصارم محمد

ضرب صلیب لدین ہاد محمد

لاواہن القول لا محمد

اس طرف جنگ کی شدت دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ بھی پیدل فوج کے ساتھ آگے اور بلائے ناگہانی کی طرح رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ زبردست جنگ ہو رہی تھی، حضرت عمرو بن سعید ایک بزرگ صحابی تھے، ان کو ہر طرف سے رومی گھیرے ہوئے تھے۔ عبد اللہ بن قرط نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر رومیوں پر حملہ کیا، رومیوں کی پھیر پھٹی تو عبد اللہ بن قرط ان کے پاس پہنچے دیکھا کہ ابرو بزرگ تلوار کا کاری زخم ہے اور خون بہہ کر آنکھوں میں بھر گیا ہے جس سے پلک نہیں جھپکائی جاتی، عبد اللہ بن قرط نے کہا کہ آپ کو فلاح و مراد منجی کی بشارت ہو، خدا کے فضل سے آپ اچھے ہو جائیں گے اور فتح و کامیابی سے بہرہ ور ہوں گے۔

حضرت عمرو بن سعید نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جلد ہی فتح عطا فرمائے گا اور میرے لئے اس زخم کو شہادت کا ذریعہ بنا دے گا، میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہی ایک زخم اور سوغات میں لے جاؤں، میرے عزیز بھائی خدا کے نزدیک شہادت کا بہت بڑا ثواب ہے، اور اہل دنیا دنیا سے بہت کم محفوظ رہ سکتے ہیں۔

حضرت عمرو بن سعید یہ فرماتے رہے تھے کہ رومیوں نے دوبارہ زخم کیا۔ حضرت عمرو بن سعید تلوار لے کر ٹوٹ پڑے، ہولناک جنگ شروع ہو گئی۔



رومیوں کا ہجوم دور ہوا تو آپ اس حالت میں نلے کہ شہید ہو کر زمین پر پڑے تھے اور آپ کے جسم مبارک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے۔

حضرت خالد اور حضرت ابو عبیدہ کے پہنچ جانے سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور تمام افسران اسلام نے مل کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ رومیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور ان کو شکست ہو گئی، مسلمانوں نے رومیوں کی لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا۔ رومی بھاگ کر قلعے میں پناہ گزیں ہوئے، مسلمان تعاقب کرتے ہوئے قلعہ تک پہنچے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا، آخر رومیوں نے امان طلب کی اور اس شرط پر ان کو امان دیدی گئی کہ کسی کو قتل نہ کیا جائے گا سب کو معافی دیدی جائے گی جو رومی روم کو اپس جانا چاہے گا وہ چلا جائے گا۔ اور جو رہنا چاہے گا وہ جزیرہ دیکر رہے گا،

اس فتح سے علاقہ اردن کے تمام بڑے بڑے مقامات پر اسلامی پرچم لہرانے لگا

## حضرت ابو عبیدہ کا دربار خلافت کو نامہ فتح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابو عبیدہ بن الجراح کا خط امیر المؤمنین عمرؓ کے نام  
سلام علیک۔ خدا کی حمد و ستائش کے بعد آپ کو معلوم ہو کہ خدا  
نے مسلمانوں کو مظفر و منصور فرمایا، اور منکرین پر اپنا قہر و غضب  
نازل کیا، رومیوں سے ہماری جنگ ہوئی۔ جو پہاڑی اور ساحلی  
علاقوں سے سمٹ کر ہمارے مقابلے کے لئے آئے تھے۔ ان



کا خیال تھا کہ ان کو کسی طرح شکست نہیں ہو سکتی، چنانچہ وہ بڑی  
 کبر و تاز کے ساتھ میدان میں آئے، لیکن ہمارا توکل صرف خدا پر  
 تھا اور وہی ہمارا مرجع تھا، ہم بھی اپنی پیدل اور سوار فوج کے  
 ساتھ میدان میں نکلے، دن بھر سخت جنگ ہوتی رہی، آخر اللہ  
 نے مشرکوں کو شکست دی، مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا  
 اور ان کو قتل و گرفتار کرتے پڑھے چلے گئے یہاں تک کہ رومی  
 قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے، ان کی فوج مغلوب ہو گئی اور  
 شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس لئے آپ کو اور آپ کے  
 ساتھ تمام مسلمانوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اپنی  
 دین کو غلبہ عطا فرمایا، اور دشمنوں کو مغلوب کیا۔ دعا کیجئے کہ

اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی کامل رحمت نازل فرمائے۔ والسلام علیک

فعل کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت عمرو بن العاص

اور حضرت شہر جمیل بن حسنہ کو بیسان کی طرف روانہ کیا، ان دونوں سپہ سالاروں

نے شہر کا محاصرہ کیا، یہ محاصرہ کئی روز تک قائم رہا، اس درمیان میں مسلمانوں

اور عیسائیوں میں تقابلیے بھی ہوتے رہے۔ لیکن آخر میں عیسائیوں نے امان

طلب کی اور شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

ابوالاعور سلمی طبریہ کی فتح پر مامور کئے گئے تھے، انہوں نے بھی شہر کا محاصرہ

کر رکھا تھا۔ طبریہ والوں کو خبر ہوئی کہ بیسان کے باشندوں نے مسلمانوں کی



لماعت قبول کرنی تو انھوں نے بھی صلح کر کے شہر مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔

## جنگ مرج الروم

معرکہ فحل میں مسلمانوں کو جو فتح عظیم حاصل ہوئی اس سے تمام اردن پر مسلمانوں کا اقتدار قائم ہو گیا، مسلمانوں کے اس غلبہ اقتدار سے بیت المقدس اور قیساریہ کے عیسائی بہت گھبرائے۔ انھوں نے بیت المقدس کی قلعہ بندی کر کے قیساریہ میں فوجیں جمع کرنی شروع کیں۔

حضرت ابو عبیدہ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے افسران سلام کو جمع کر کے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

مسلمانو! خدا نے تم پر بہت احسان کیا، امن و امان اور عافیت و سلامتی عطا فرمائی، رومیوں پر مظفر و منصور کیا ان کے شہر اور قلعے تم پر فتح کر دیئے، سلاطین کی اس نثرین کا تم کو مالک بنا دیا۔ پیرا اور وہ تھا کہ میں تم کو لیکر بیت المقدس اور قیساریہ پر حملہ کروں، لیکن اس خیال سے رک گیا کہ دونوں شہروں کے باشندوں نے مقابلے کی زبردست تیاریاں کر رکھی ہیں اور ممکن ہے کہ ان کو مزید ملک بھی پہنچ جائے، لیکن اب دیکھتا ہوں کہ ہمارا اس طرح خاموش بیٹھنا مناسب نہیں ہے، اس طرح بیٹھے رہنے سے اندیشہ ہے کہ جو لوگ

۱۲ ابن خلدون - ابن خلدون ۱۲



ہمارے حلقہ اطاعت میں داخل ہو چکے ہیں وہ بھی ہمیں کمزور  
سمجھ کر عہد اطاعت توڑ دیں اور ہمارے دشمنوں سے مل جائیں  
اس لئے میری رائے ہے کہ ہم یہاں سے دمشق چلیں، اور وہاں  
سے دوسرے مفتوحہ علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے حمص پر حملہ کریں  
اگر ہم نے حمص کو فتح کر لیا تو شام کے تمام شہر اور قریے جزیہ دینے  
اور صلح کرنے پر مجبور ہو جائیں گے،

افسران اسلام نے حضرت ابو عبیدہ کی رائے سے اتفاق کیا، آپ نے  
اردن کے مفتوحہ علاقہ کو حضرت عمر بن العاص کے سپرد کیا، اور حضرت  
خالد بن ولید کو حکم دیا کہ اپنے رسالے کے ساتھ دمشق کو روانہ ہوں، اور ان کی  
روانگی کے بعد خود بھی دمشق کی جانب کوچ کیا،

پہلے قیصر روم کو خبر ملی کہ مسلمان حمص پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو اس نے  
ایک زبردست فوج دمشق کی طرف روانہ کی تاکہ وہ مسلمانوں کو حمص تک پہنچنے  
موقع نہ دے، اور ممکن ہو تو دمشق پر قبضہ کرے، اس فوج کا سپہ سالار  
توذر تھا، اس نے دمشق کے مغرب میں بمقام مرج الروم پڑاؤ ڈالا۔  
توذر کے پیچھے قیصر نے ایک اور فوج اس کی مدد کے لئے شمش کی قیادت  
میں روانہ کی۔ یہ فوج بھی تعداد میں توذر کے لشکر کے برابر تھی،  
حضرت ابو عبیدہ نے توذر کے مقابلے کے لئے حضرت خالد کو مقرر کیا  
خود شمش کے مقابلے پر گئے۔

توذر مرج الروم سے دمشق کی جانب بڑھا تو حضرت خالد اس سے



حضرت یزید بن ابی سفیان دمشق کے حاکم تھے، وہ مجاہدین کو لبیکر  
 نوذر کے مقابلے کے لئے نکلے۔ ادھر تو ذرا اور حضرت یزید بن ابی سفیان  
 اس جنگ شروع ہوئی، اس طرف عقب سے حضرت خالد نے نوذر پر  
 حملہ کر دیا۔ اس طرح دونوں طرف سے اسلامی فوجوں نے رومیوں کو تباہ کر ڈالا،  
 حضرت خالد نے نوذر کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور جوش کے لہجے فرمایا۔

نحن قتلنا نوذرا شوذرا  
 وقبلہ ما قد قتلنا حیدرا  
 ہم نے نوذر اور شوذر کو قتل کیا  
 اور اس سے پہلے ہم حیدر کو قتل کر چکے ہیں

نحن اذرنا الضیفۃ الاکیدرا

اور ہمیں نے سیاہ جنگل کا احاطہ کیا

مرج الروم میں حضرت ابو عبیدہ اور شمش کا مقابلہ ہوا، اس لئے شمش  
 نوذر کی مدد نہ کر سکا، حضرت خالد بھی نوذر کے مقابلے سے فارغ ہو کر شمش  
 کے مقابلے میں پہنچ گئے، بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی، بے شمار رومی مارے  
 گئے، شمش بھی کام آیا۔ جو رومی بچے وہ بھاگ کر حمص میں پناہ گزیں ہوئے۔

## حمص کی فتح!

مرج الروم کی جنگ کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حمص کی طرف  
 پیش قدمی کی، حضرت خالد بن ولید اپنے رسالے کے ساتھ آگے آگے تھے۔

سے فوج الشام ازدی، ابن اثیر، الشہر مشاہیر الاسلام ۱۲



راستے بقیاع اور بعلبک بڑا، بقیاع کے باشندوں نے آسانی سے اطاعت قبول کر لی۔ بعلبک کے باشندوں نے مقابلہ کرنا چاہا۔ لیکن حضرت خالد بن ولید کے ایک محقر سے دستے نے ان کا حوصلہ لپیٹ کر دیا اور وہ قبول اطاعت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید حمص کے قریب پہنچے تو ایک زبردست رومی فوراً مقابلے کے لئے نکلی۔ حضرت خالد نے مجاہدین کو آواز دی کہ مسلمانو! سختی سختی! اور رومیوں پر ٹوٹ پڑو۔ رومی ایک ہی حملے میں بھاگ کھڑے ہوئے اور جا کر شہر میں گھس گئے،

حضرت خالد نے مسیرہ بن مسروق کی سرکردگی میں ایک دستہ آگے بڑھایا، ایک ندی کے کنارے رومیوں کا ایک رسالہ ملا، مسیرہ بن مسروق نے حملہ کر کے اسے لہکا دیا، اس حملے میں ایک حمیری مجاہد نے جن کا نام شہزاد تھا نہایت جان بازی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ انھوں نے تہناسات سواروں کو قتل کیا اور جوش میں بڑھے ہوئے آگے چلے گئے، وہ دریائے کنارے آگے گھوڑے کو پانی پلا رہتے تھے، کہ دوسرے کنارے سے رومی سواروں ایک دستے نے جس میں تیس رومی تھے، ان کو دیکھا، اور چاہا کہ دریائے اتر کر ان پر حملہ کریں۔

شہزاد نے رومیوں کو دیکھا تو انھوں نے خود اپنے گھوڑے کو دریا ڈال دیا اور اس پار پہنچ کر رومیوں پر حملہ آور ہوئے، آپ جس کے سر پر پہنچ گئے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے، اس طرح آپ نے گیارہ سواروں



قتل کیا اس کے بعد رومی بھاگ کر ایک گرجا میں پناہ گزیں ہوئے، شہر جمیل نے  
تعاقب کرتے ہوئے گرجا میں داخل ہو گئے، گرجا میں بھی بہت سے رومی تھے  
انہوں نے پتھراؤ کر کے اس بہادر مجاہد کو شہید کر ڈالا،

حضرت ابو عبیدہ نے حمص کے دروازے پر پہنچ کر جس کا نام ”رستن“  
تھا مقام کیا اور شہر کے چاروں طرف فوجیں پھیلا دیں۔

ہرقل قبصر روم پہلے حمص ہی میں تھا، لیکن جب مرج الروم میں توڑا اور شہر  
مارے گئے تو وہ حمص کو باہان کے سپرد کر کے ”ارہا“ چلا گیا اور وہاں سے  
اس نے اہل جزیرہ کو اہل حمص کی امداد کا حکم بھیجا، اہل جزیرہ حمص والوں کی  
مدد کے لئے روانہ ہوئے، لیکن حضرت سعید بن سعد بن ابی وقاص نے جو عراق  
میں جہاد کر رہے تھے اہل جزیرہ کو روک لیا اور حمص تک پہنچنے نہیں دیا۔

اہل حمص کو امید تھی کہ مسلمان سرودی کی تکلیف برداشت نہ کر سکیں گے  
اور محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے، لیکن ان کا خیال غلط ثابت ہوا،  
مسلمانوں نے نہایت سختی سے محاصرے کو قائم رکھا،

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے دیکھا کہ اہل حمص نہ اطاعت قبول  
کرتے ہیں نہ باہر نکل کر مقابلہ کرتے ہیں تو آپ نے شہر پناہ کے انہدام کا  
حکم دیا۔ مجاہدین نے اکثر جگہ سے شہر پناہ کو منہدم کر دیا۔ اور اسی طرف  
سے شہر پر حملہ کیا، اہل شہر نے دیکھا کہ مسلمان بزور بازو شہر میں داخل  
ہو جائیں گے تو وہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی خدمت میں حاضر ہوئے  
اور اس شرط پر اطاعت قبول کر لی کہ ہر مسلمان وارد کو ایک رات اور دن



جہان رکھیں گے اور جمہوں کے پورے علاقے کی جانب سے ایک لاکھ ستر ہزار  
درہم سالانہ جزیہ دیا کریں گے۔

قبول اطاعت کے بعد انھوں نے شہر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے سپرد کر دیا۔

## لاذقیہ کی فتح

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عبادہ بن صامت کو جمہوں کا حاکم مقرر کر کے  
ان کو وہاں چھوڑا، اور خود "حماة" کی طرف کوچ کیا، حماة والے حضرت ابو عبیدہ  
کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انھوں نے بھی جمہوں کی شرطوں پر صلح کر لی،  
اسی طرح حضرت ابو عبیدہ "شیراز" اور "معرۃ النعمان" گئے اور وہاں کے  
باشندوں نے بھی اطاعت قبول کر لی، معرۃ النعمان کے بعد لاذقیہ پر حملہ  
ہوا، لاذقیہ والوں نے شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا، حضرت ابو عبیدہؓ نے شہر کا  
محاصرہ کیا۔ یہ ایک مستحکم شہر تھا، اور اہل شہر میدان میں آکر مقابلہ نہیں کرتے تھے  
اس لئے شہر کے فتح ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی، آخر حضرت ابو عبیدہ  
نے ایک تدبیر سوچی، لاذقیہ سے باہر کسی قدر ہٹ کر بڑے بڑے غار کھدوائے  
جب غار تیار ہو گئے تو اس طرح مسلمانوں کو لیکر وہاں سے ہٹے کہ لاذقیہ والوں  
نے سمجھا "مسلمان محاصرہ اٹھا کر واپس چلے گئے، اور رات کے وقت چپکے سے  
آکر ان غاروں میں چھپ رہے، دوسرے روز اہل لاذقیہ شہر پناہ کا دروازہ  
کھول کر کاروبار کے لئے باہر نکلے تو مسلمانوں نے یکایک ان پر حملہ کر دیا، وہ



جو اس ہو کر شہر کی طرف بھاگے، ان کے ساتھ مسلمان بھی شہر میں داخل ہو گئے۔

## در پار خلافت سے خط و کتابت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابو نعیدہ کا خط اللہ کے بندے امیر المؤمنین حضرت عمر کے نام  
سلام علیکم، تمام حمد و ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اور  
آپ کو شام کا سب سے بہتر، آباؤ، مستحکم، اور دولت مند شہر،  
جس سے کفار کو ہر جگہ سے زیادہ مدد ملتی تھی نہایت آسانی سے  
بخش دیا،

امیر المؤمنین! اللہ آپ کو معنوار سے - اور آپ کو  
خوشخبری ہو کہ ہم تمہیں کے علاقے میں پہنچے، وہاں مشرکوں کی  
پرست برہمی جمعیت تھی، لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں ہمارا  
رحم ڈال دیا، ان کی تمام تدبیریں کمزور کر دیں اور انہیں مجبور  
کر دیا چنانچہ انہوں نے ہم سے صلح کی درخواست کی اور تہذیب  
و سنی پر آمادگی ظاہر کی، ہم نے ان کی درخواست منظور کر لی اور  
انہوں نے امان نامہ لکھوا کر شہر ہمارے حوالے کر دیا،  
اب ہم اس شہر کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں جہاں بادشاہ خود  
فوجوں کے ساتھ موجود ہے، ہم نہشتا سبوں کے شہنشاہ اور



مجاہدوں کے ناصر و محافظ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں فتح  
و غلبہ عطا فرمائے اور عصبیاں شکارِ مشرکوں کو اُن کی بد اعمالیوں  
کی سزا دے۔  
والسلام علیک

اس خط کے جواب میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ کو لکھا  
تمہارا خط ملا جس میں تم نے مجھ سے کہا ہے کہ میں خدا کی حمد و ثنا کروں  
کہ اس نے ہم کو زمین پر غلبہ عطا فرمایا، ہم پر قلعے فتح کر دیئے  
ہمیں دنیا میں اقتدار بخشا، ہم پر اداہ تم پر احسان کیا، اور ہمیں ادا  
تخصیص امتحان میں بہتر ثابت کیا، بے شک خدا کی حمد و ثنا  
کبھی ختم نہیں ہو سکتی، نہ حد شمار میں آ سکتی ہے۔

تم نے لکھا ہے کہ اس طرف سوار روانہ کئے ہیں جس طرف  
روم کا بادشاہ اپنی فوجوں کے ساتھ موجود ہے، لیکن تم پیش قدمی  
روک دو، سواروں کو اپنے پاس واپس بلا لو، اور جب تک  
یہ سال نہ گزر جائے اور ہم کوئی دوسرا فیصلہ نہ کریں نقل و حرکت  
موقوف رکھو، ہر کام میں ہمارا حقیقی مددگار خدا ہے بزرگ و  
برتر ہے۔  
والسلام

حضرت ابو عبیدہؓ نے بیسرہ بن مسروق کو حلب کی جانب روانہ  
کھا، حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق ان کو واپس بلا لیا، اس کے بعد حضرت  
خالد بن ولید کو دمشق جانے کا حکم دیا، خود حمص کے باہر نکل کر اقامت  
اختیار کی اور حضرت عمرو بن العاص کو جو اردن میں مقیم تھے وہیں برقرار



تاکہ شام میں اسلامی طاقت کا توازن قائم رہے، اسلئے

## رومیوں کی عظیم الشان تیاریاں

جس زمانہ میں ہمیں پرمسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ قیصر ہرقل انطاکیہ میں مقیم تھا۔ مختلف مفتوحہ مقامات کے رومی بھاگ بھاگ کر انطاکیہ میں پناہ گزیں ہوئے جن میں بہت سے امراء اور افسران جنگ بھی تھے، ایک روز قیصر نے دربار منعقد کیا اور ان سب کو طلب کر کے کہا۔

خدا تمہیں غارت کرے تم مسلمانوں کے مقابلے سے بھاگے

کیوں؟ کیا وہ بھی تمہاری ہی طرح آدمی نہیں ہیں؟

ایک سردار نے۔ ”بے شک آدمی ہیں۔“

قیصر۔ ”تمہاری تعداد زیادہ ہے یا ان کی؟“

ایک سردار۔ ”ہماری تعداد زیادہ ہے۔ ہر میدان جنگ میں مسلمان ہم

سے کم ہوتے ہیں۔“

قیصر۔ ”خدا تمہیں نباہ کرے، پھر کیا وجہ ہے کہ ہر جنگ میں تمہیں کو شکست

دہریمت ہوتی ہے؟“

اس سوال نے دربار پر سکوت طاری کر دیا۔ لیکن ایک بوڑھے سردار

نے کھڑے ہو کر جواب دینے کی اجازت چاہی، قیصر نے اجازت دیدی۔

سردار نے کہا۔ ”ہماری شکست و ناکامی کا سبب یہ ہے کہ مسلمان ہمارے

سلسلہ فتوحات شام ازدی،



حملے میں ثابت قدم رہتے ہیں لیکن ان کے حملے سے ہمارے قدم اکھڑ جاتے ہیں یعنی سچے جوش و دلولے کے ساتھ حملہ کرتے ہیں اور ہمارے حملوں میں افسردگی و پشیمانی ہوتی ہے۔“

قیصر۔ ”تیرا بڑا ہوا۔ آخر تم میں اور مسلمانوں میں یہ فرق کیوں ہے؟“  
 سردار۔ ”میں اس کی وجہ بھی جانتا ہوں، مسلمان رات کو نمازیں پڑھتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں، عہد کے پابند ہیں وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے آپس میں سنی و انصاف سے پیش آتے ہیں۔ لیکن ہماری یہ حالت ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں، حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، بد عہدی، غصہ اور ظلم ہمارا شعار ہے، لوگوں کو بدی کا حکم دیتے ہیں، نیکی سے روکتے ہیں ملک میں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔“

قیصر۔ ”خدا کی قسم! تم نے سچ کہا، اب میں شام سے چلا جاؤں گا، جب تمہارا یہ حال ہے تو شکست و ناکامی اور ذلت و پشیمانی کے سوا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔“

سردار۔ ”برائے خدا شہنشاہ، ایسا ہرگز نہ کریں ابھی تو جنگ کے تمام ارمان ہمارے دل ہی میں ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شام کو جو ارضی بہشت ہے مسلمانوں کے سپرد کر دیا جائے۔“

قیصر۔ ”تم یہ کیسے کہتے ہو کہ ابھی تمہارے جو صلے پورے نہیں ہوئے تم مسلمانوں سے کتنی لڑائیاں لڑ چکے ہو۔ لیکن ہر میدان میں تمہیں



شکست و ناکامی ہوئی اور تمہیں ذلیل و خوار ہو گئے۔“

سردار۔ ”شہنشاہ کے پاس ریگ کے ذروں کے برابر فوج ہے جو ابھی تک میدان میں نہیں آئی ہے، اس لئے مسلمانوں سے جنگ کئے بغیر شام سے واپس کشا ہونا مناسب نہیں ہے۔“

ابھی پورے سردار اور قبصر ہرقل میں گفتگو ہو رہی تھی کہ بیت المقدس اور قیساریہ کے باشندوں کے نمائندے حاضر ہوئے، اور انہوں نے کہا کہ ہم ابھی تک بادشاہ کے وفادار اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں، بشرطیکہ قبصر ہرقلی مدد کرے، ورنہ ہم مجبوراً مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لیں گے۔“

پورے سردار کی گفتگو کے ساتھ قیساریہ اور بیت المقدس کے نمائندوں کی آمادگی نے قبصر ہرقل کو بہت تقویت پہنچائی، اس نے مسلمانوں سے ایک عظیم الشان جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ اس نے اپنے مقبوضات کے تمام حاکموں کے پاس فرمان بھیجے کہ بالغ لڑکوں سے لیکر پورے تک فوج میں بھرتی کئے جائیں۔ اور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے انطاکیہ بھیج دیں۔ اس فرمان سے تمام مملکت میں جوش و خروش اور عزم و حوصلہ کی لہر دوڑ گئی۔ ملک کے ہر گوشہ سے جنگجو عیسائی فوج کے فوج انطاکیہ پہنچنے لگے۔ مشائخ و رہبان بھی جو دنیاوی معاملات سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے گرجوں اور خانقاہوں سے نکل پڑے، حضور سے ہی عرصہ میں نین لاکھ کا عظیم الشان لشکر انطاکیہ میں جمع ہوا گیا۔“



قیصر ہر قتل نے باہان کو جو نہایت نامور بہادر تھا سپہ سالار اعظم کے منصب پر مہمور کیا، کونج کے وقت قیصر نے دو لاکھ درہم باہان کو دیئے اور ایک ایک لاکھ درہم اسکے ماتحت سپہ سالاروں کو عطا کئے۔ اور فوج کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

یہاں روم مسلمانوں نے شام پر قبضہ کر لیا ہے، مگر وہ امی پر اکتفا کرنا نہیں چاہتے۔ تمہارا اصلی وطن بھی ان کا ہدف نظر ہے یہ بھی واضح رہے کہ مسلمان صرف املاک و اموال پر قناعت کرنے والے نہیں، وہ اس وقت تک مطمئن نہ ہوں گے، جب تک تمہاری ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کو لونڈی نہ بنالیں گے۔ اور تمہارے رؤساء و عمائد کو اپنے غلاموں کے حلقے میں داخل نہ کر لیں گے، اس لئے عزم و استقلال سے کام لو، اور انہی عزت و آبرو اور حریت و آزادی کی حفاظت میں جانیں قربان کر دو۔

## افسران اسلام کی مجلس شوریٰ

جاسوسوں نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ روم کا عظیم نشان لشکر حملہ آور ہونے کے لئے آرہا ہے۔ یہ خبر پا کر حضرت ابو عبیدہ نے افسران اسلام کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ تقریر کی۔  
مسلمانو! اور مومنو! اللہ نے تمہیں بارہا آزمائش میں مبتلا کیا اور



کا بیاب فرمایا، اس نے تم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی نصرت سے تمہیں فتح و ظفر عنایت کی۔ اس ذات بزرگ و بزرگ نے ہر جنگ میں انجام کار وہی کیا جو تم چاہتے تھے، اب تمہارے دشمنوں نے تمہارے خلاف پھر اجتماع کیا ہے اور تمہاری جانب پیشقدمی شروع کر دی ہے، ہمیں جا سوس نے اطلاع دی ہے کہ رومی فوجیں بحر و بر سے روانہ ہو کر ہر قلعے کے پاس انطاکیہ میں جمع ہوئیں اور وہاں سے تین حصوں میں تقسیم ہو کر ہماری طرف بڑھ رہی ہیں، ہر حصے میں بے شمار سپاہی ہیں، میں نے پسند نہ کیا کہ دشمنوں کی حالت سے تمہیں لاعلم رکھوں، بلکہ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ دشمنوں کی صحیح حالت سے تمہیں آگاہ کر دوں تاکہ تم مجھے مشورہ دو، اور میں خود بھی اپنی رائے تمہارے سامنے پیش کروں، کیونکہ میں بھی تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں،

حضرت ابو عبیدہ کے بعد حضرت یزید بن ابی سفیان نے کھڑے ہو کر کہا

آپ پر خدا کی رحمت ہو، آپ نے بہت اچھا کیا کہ ہمیں دشمنوں کی حالت سے آگاہ کر دیا۔ میں اپنی رائے پیش کرتا ہوں، اگر درست ہو تو اسے قبول فرمائیے۔ ورنہ جس بات میں مسلمانوں کی بھلائی ہو وہ کہیے، میری رائے میں



آپ شہر حمص کے باہر نکل کر مورچہ قائم کریں، اور عورتوں اور بچوں کو شہر میں رہنے دیں، اور حضرت خالد بن ولید کو دمشق سے اور عمر بن العاص کو اردن سے یہیں بلا لیں تاکہ متفقہ قوت سے دشمنوں کا مقابلہ کریں،

یزید بن ابی سفیان کے بعد حضرت نضر جلیل بن حسنتہ اٹھے اور انھوں نے کہا کہ یہ نہایت نازک موقع ہے، اس وقت مسلمانوں کی فلاح و بہبود کو ہر بات پر مقدم رکھنے کی ضرورت ہے خواہ اس کے لئے کسی بھائی کی مخالفت ہی کیوں نہ کرنی پڑے، اس میں کچھ شک نہیں کہ یزید بن ابی سفیان مسلمانوں کے نہایت خیر خواہ ہیں، لیکن میں اپنے بھائی کی رائے سے مخالفت کرنے پر مجبور ہوں، میرے خیال میں مہری رائے یزید بن ابی سفیان کی رائے سے بہتر ہے، حمص کے باشندے ہمارے دشمن کے ہم مذہب ہیں۔ اس لئے یہ متاسف نہیں کہ ہم اپنے اہل و عیال کو ان کی اندر چھوڑ دیں، اس صورت میں خطرہ ہے کہ ہمیں مصروف جنگ دیکھ کر اہل شہر دشمنوں کو خوش کرنے کے لئے ہمارے اہل و عیال کو قتل کر دیں۔“

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلے میں ان لوگوں کو ذلیل و خوار کر دیا ہے، وہ تمہارے دشمنوں کی حکومت کی نسبت تمہاری



حکومت کو زیادہ پسند کرتے ہیں لیکن تم نے ان کے متعلق اندیشہ ظاہر کیا ہے اس لئے ہم ان کو شہر سے باہر نکال کر اور مسلمانوں کے اہل و عیال کو شہر میں رکھ کر فصیل اور پھاٹکوں پر پہرے مقرر کر دیں گے اور خود یہیں رہ کر دمشق اور اردن سے آنے والے بھائیوں کا انتظار کریں گے۔

حضرت شرجیل بن حسنہ نے حضرت ابو عبیدہ کی رائے پر یہ اعتراض کیا۔ ہمیں اس کا حق نہیں ہے کہ باشندوں کو شہر سے نکال دیں کیونکہ ہم صلح نامہ میں صاف طور پر لکھ چکے ہیں کہ ان کے گھر اور جان و مال کی حفاظت کریں گے، اور ان کو شہر سے نہیں نکالیں گے۔

حضرت ابو عبیدہ نے یہ اعتراض قبول کیا اور دوسرے لوگوں سے اظہارِ رائے کے لئے کہا۔

دوسرے اصحاب نے رائے دی۔

آپت ہمیں مقیم رہ کر دربارِ خلافت سے کمک طلب کریں اور دمشق و اردن سے بھی مسلمانوں کو اپنے پاس بلا لیں۔

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔

تم جتنا سمجھ رہے ہو اس سے معاملہ کہیں زیادہ اہم ہے مجھے اندیشہ ہے کہ جب تک ہماری درخواست دربارِ خلافت تک پہنچے گی

و دشمن ہم پر حملہ کر دے گا۔

میسرہ بن مسروق نے کہا۔



ہم کو نہ قلعوں اور مورچوں کی عادت ہے اور نہ ہم شہروں کے باشندے  
ہیں ہم تو خشک اور ریگستانی ملک کے رہنے والے ہیں اس لئے  
آپ رومیوں کے قلعوں کو چھوڑیے اور ہمیں ایسے علاقوں میں لے  
چلیے جو ہماری سر زمین سے مشابہ ہو۔ اور وہاں تمام اسلامی قوت  
کو بکجا کر کے دربار خلافت کو ملک کے لئے لکھئے۔

تمام لوگوں نے میسرہ بن مسروق کی رائے کو پسند کیا  
حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے نزدیک جمہوں کو چھوڑنا مناسب نہ تھا  
لیکن اختلاف بچنے کے لئے انھوں نے اس رائے کو قبول فرمایا۔

## جمہ سے مسلمانوں کا کوچ

مسلمان جمہوں سے کوچ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے، روانگی کے وقت انھوں  
نے اہل شہر کے ساتھ جس انصاف پسندی اور دیانت داری کا سلوک کیا اسکی  
مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔  
حبیب بن مسلمہ خراج کی وصولی کے افسر تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے  
انھیں بلا کر فرمایا کہ ”اہل جمہوں سے جتنا خراج وصول ہوا ہے اسے جب تک میں  
کوئی حکم نہ دوں محفوظ رکھنا۔ اور جن لوگوں کے ذمہ خراج کی رقم باقی ہے۔  
اسے بھی جب تک میں حکم نہ دوں وصول نہ کرنا۔“

یہ ہدایت سن کر حبیب بن مسلمہ چلے تو آپ نے ان کو پھر بلا یا اور فرمایا کہ  
اہل شہر سے جو رقم وصول ہو چکی ہے وہ سب انھیں واپس کر دو، کیونکہ حبیب ہم



معاهدہ صلح کے مطابق ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تو ہمیں ان کی رقم رکھنا جائز نہیں، تم شہر والوں سے کہدینا کہ ہم بدستور صلح پر قائم ہیں اور اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک وہ خود صلح سے پھرنے جائیں، رقم کی واپسی کے بارے میں کہدینا کہ ان سے یہ رقم ان کی حفاظت کے معاوضے کے طور پر وصول کی گئی تھی، لیکن اس وقت ہم ان کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس لئے یہ رقم واپس دیدی جا رہی ہے، ہم یہاں سے دوسرے مقام پر جا رہے ہیں، جہاں اپنی طاقت کو یکجا کر کے دشمنوں سے جنگ کریں گے، اگر خدا نے ہمیں فتح دی، تو ہم پھر یہاں اسی صلح نامہ کو راج کر دیں گے، بشرطیکہ اہل شہر کو انکار نہ ہو۔“

حبیب بن مسلمہ نے اہل شہر کو حضرت ابو عبیدہ کے ارشادات سے آگاہ کر دیا، اور انھیں خراج کی رقم واپس کر دی۔

اہل حمص کو مسلمانوں کے جانے کا بہت صدمہ ہوا، انھوں نے کہا: ”خدا روٹیوں پر اپنا قہر و غضب نازل کرے اور تمہیں کامیاب واپس لائے، اگر اس وقت بجائے تمہارے وہ ہوتے، تو ایک پیسہ بھی واپس نہ کرتے، بلکہ جتنا لوٹ سکتے چلتے وقت اور لوٹ لیتے۔“

## در بار خلافت سے نامہ پیرا

حمص سے روانہ ہونے کے ایک رات پہلے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے سفیان بن عوف کو یہ خط دیکر مدینہ طیبہ روانہ کیا،



رومیوں کے پایہ تخت سے جا صوبوں نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ لوگ  
 نے ہمارے مقابلے کے لئے اتنی فوجیں جمع کی ہیں، جتنی انھوں  
 نے کسی قوم کے مقابلے کے لئے کبھی جمع نہیں کی تھی اور وہ ہمارے  
 کوچ کر چکے ہیں، اس لئے اطلاع کے مطابق ہم نے اپنے رفقاء کو جمع  
 کر کے ان سے رائے طلب کی سب نے بالاتفاق یہ رائے دی  
 کہ ہمیں اپنے موجودہ مقام سے کسی دوسرے نمونوں مقام پر منتقل  
 ہو جانا چاہیے۔ اور وہاں مجتمع ہو کر آپ کی ہدایت حاصل کرنی چاہیے  
 ہیں جس شخص سے ہاتھ خط بھیج رہا ہوں وہ معتمد علیہ اور تمام حالات  
 سے واقف ہے، آپ اس سے جو بات چاہیں دریافت کر سکتے ہیں۔  
 ہم خدائے غالب و داناسے مدد چاہتے ہیں وہ ہمارے لئے  
 کافی اور بہترین کارساز ہے۔

سفیان بن عوف خط لیکر مدینہ منورہ گئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت  
 میں حاضر ہوئے حضرت عمر نے خط پڑھ کر فرمایا۔ "بتاؤ مسلمانوں نے کیا کیا؟"  
 سفیان بن عوف۔ ہم رات کو حمص سے چلے، مسلمانوں نے فجر کی نماز پڑھ کر  
 حمص سے دمشق کے لئے روانہ ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ امید ہے کہ اسی  
 کے مطابق عمل کیا ہوگا۔

یہ بات حضرت عمر پر بہت شاق گذری، ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا  
 انھوں نے فرمایا۔ "مسلمانوں نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کیوں دشمنوں کے مقابلہ  
 سے ہٹ گئے؟ اللہ نے انھیں ہر معرکہ میں فتحیاب کیا تھا، جس ملک کو انھوں



نے بزور قوت فتح کیا تھا اُسے کیوں چھوڑ دیا؟ میرے نزدیک انھوں نے غلط فیصلہ کیا، اور وہ کمزوری میں مبتلا ہو گئے۔ جس سے دشمنوں کا جو مسلہ بڑھ گیا ہو گا۔“

سفیان۔ ”امیر المومنین! جو لوگ موقع پر موجود ہوتے ہیں، ان کی رائے ان لوگوں سے ضرور مختلف ہوتی ہے جو موجود نہیں ہوتے، واقعہ یہ ہے کہ شہنشاہ ہر قل نے ہمارے مقابلے کے لئے جتنی فوجیں جمع کی ہیں اتنی فوجیں نہ اس نے کبھی جمع کی تھیں، نہ کسی اور نے کسی کے مقابلہ کے لئے جمع کی ہوگی، ہمارے جاسوسوں کا بیان ہے کہ رومیوں کی ایک فوج پہاڑ سے اترنے لگی تو دوپہر دن سے دوپہر رات تک اترتی رہی، اسی سے باقی رومی فوجوں کا اندازہ فرمایا۔“

حضرت عمرؓ۔ بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے مسلمانوں کے فیصلہ کو ناپسند کیا بالآخر اسی میں خدانے مسلمانوں کی بہتری کی، اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو میں اس فیصلے کو ناپسند نہ کرتا۔ اچھا یہ تو بتاؤ، مسلمانوں نے یہ فیصلہ بالاتفاق کیا؟

سفیان۔ ”جی ہاں۔“

حضرت عمرؓ۔ ”الحمد للہ! مجھے امید ہے کہ اللہ نے انھیں بہتری ہی پر متفق کیا ہو گا۔“

سفیان۔ مسلمانوں کی مدد فرمائیے، آغاز جنگ سے پہلے مسلمانوں کے پاس مدد پہنچ جانی چاہیے۔ چونکہ یہ جنگ فیصلہ کن ہوگی، اس لئے اگر اس میں خدانے ہمیں فتح دی تو رومی اس ہی طریقہ تباہ ہو جائیں گے۔“



جس طرح عاد و ثمود تباہ ہو گئے۔

حضرت عمرؓ تم واپس جا کر مسلمانوں کو خوشخبری دینا کہ سعید بن عامر رضی اللہ عنہما انشاء اللہ مدد لے کر آ رہے ہیں۔

اس گفتگو کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ کے خط کا یہ جواب لکھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ کے بندے عمرؓ امیر المؤمنین کا خط ابو عبیدہ بن الجراح

اور ان کے ساتھی مہاجرین و انصار و تابعین اور مجاہدین کے نام

السلام علیکم۔ اللہ کی حمد و ستائش کے بعد واضح ہو کہ مجھے

معلوم ہوا کہ تم حمص سے دمشق چلے گئے اور جن علاقوں کو خدا

نے تمہارے لئے فتح کر دیا تھا، ان کو تم نے خود بخود دشمنوں

کے لئے خالی کر دیا، مجھے یہ بات پسند نہیں آئی، لیکن جب مجھ

معلوم ہوا کہ فیصلہ تمہارے تمام دشمنوں اور نیکو کاروں کی

متفقہ رائے سے ہوا ہے تو میں سمجھ گیا کہ اللہ کے فضل و کرم سے

بعید تھا کہ تم نیکی، بھلائی اور بہتری کے سوا کسی اور چیز پر متفق

ہوتے، اس خیال کی بنا پر میری ناپسندیدگی میں کمی ہو گئی،

تمہارے قاصد نے مدد کی درخواست کی ہے۔ اس خط کے

پہنچنے سے پہلے ہی انشاء اللہ مدد روانہ کر دوں گا، لیکن واضح

رہے کہ ہم نے دشمن کے بڑے بڑے لشکروں کو بڑی بڑی

فوجوں کی قوت سے شکست نہیں دی، اللہ کی نصرت نازل



ہونے کا یہی سبب نہیں ہے کہ فوج کی تعداد زیادہ ہو، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ بڑے بڑے لشکروں کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ اپنے تھوڑے سے دوستوں کو اپنے بہت سے دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نصرت نازل فرمائے اور اپنے اور تمہارے دشمنوں پر سختی اور ذلت نازل کرے

والسلام علیکم

## مسلمانوں کی تشویش پریشانی

صبح کی نماز کے بعد مسلمان حمص سے دمشق کے لئے روانہ ہوئے دمشق کے قریب پہنچنے پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے آگے بڑھ کر مجاہدین کا استقبال کیا، حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کو تھلبے میں وہ تمام باتیں سمجھا دیں جن کی بنا پر مسلمانوں نے حمص کو چھوڑا تھا، حضرت خالدؓ نے کہا کہ وہیں رہ کر دشمنوں سے مقابلہ کرنا تھا، وہاں سے ہٹنا اچھا نہیں ہوا، لیکن جب مسلمانوں کے اتفاق رائے سے ایسا ہوا ہے تو اللہ کے نزدیک اس میں کوئی بہتری ہوگی دمشق میں دو روز قیام کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے سوید بن کلثوم کو حکم دیا کہ اہل دمشق سے خراج و جزیہ کی جتنی رقم وصول کی گئی ہے سب واپس کر دی جائے اور ان سے کہہ دیا جائے کہ ہم اپنے عہد پر بدستور قائم ہیں، ہم واپس آکر پھر تمہیں پوری امان دیں گے۔ اور صلحنامہ کی تمام شرطوں



کو پورا کریں گے،

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے افسران اسلام کو جمع کر کے ان سے  
آئندہ اقدام کے لئے مشورہ طلب کیا۔

سب سے پہلے حضرت یزید بن ابی سفیان نے کھڑے ہو کر کہا۔  
میرے رائے ہے کہ ہم یہاں سے نکل کر جابیہ میں مقام کریں اور  
وہیں عمرو بن العاص کو بھی بلا لیں، اور دشمنوں سے  
مقابلہ کریں۔

حضرت شریک بن حسنہ نے رائے ظاہر کی کہ  
جس طرح ہم نے کچھ ملک کو خالی کیا ہے باقی علاقوں کو بھی خالی  
کر کے سرحد میں چلے جائیں، وہاں سے دار الخلافہ قریب ہو گا۔  
ملک آنے کے بعد ہم حملہ آور دشمن سے مقابلہ آرا ہوں، اور  
اگر وہ سرحد تک ہمارا تعاقب نہ کریں تو ہم خود آگے بڑھ کر اس پر  
حملہ کریں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اس رائے کی سخت مخالفت  
کی اور نہایت جوش کے ساتھ فرمایا کہ

ابو عبیدہ بن الجراح! اللہ آپ کو سنوارے، کیا دشمن اس قدر  
شدید نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جتنا نقصان مسلمان خود اپنے  
ہاتھوں اٹھانے پر تیار ہیں، تم ایسے علاقوں سے دستکش ہونا  
چاہتے ہو جن کو اللہ نے تمہارے لئے فتح کر دیا ہے جن کی جنگوں



ہیں رومیوں کے متعدد رؤساء اور ممتاز ترین سپہ سالار مارے جا چکے ہیں، عظیم الشان فوجیں تباہ ہو چکی ہیں، اگر مسلمان ان علاقوں کو خالی کر دیں گے۔ اور رومی از سر نو ان پر قابض و مسلط ہو جائیں گے، تو مسلمانوں کا ان کو دوبارہ فتح کرنا کتنا دشوار ہو جائے گا؟ کیا یہ تمہارے لئے روادار کہ ان کو اور بلقاء وار دن کے علاقوں کو کسی مجبورہ کے بغیر خالی کر دو؟ عدا کی قسم یہاں سے واپس جانے کے بعد اگر دوبارہ یہاں آنا چاہو گے تو تمہیں سخت مصیبتوں کا سامنا ہونا پڑے گا۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت معاذ بن جبل کی تائید کی اور فرمایا کہ

معاذ بن جبل نے بہت درست کہا اور نہایت خیر خواہانہ مشورہ دیا۔ ہمارے لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ جن لوگوں سے ہم جزیہ و خراج لے چکے ہیں اور عہد و پیمانہ کر چکے ہیں کہ ہم انکی حفاظت کریں گے۔ ان کو کسی عذر و وجہ کے بغیر چھوڑ دیں۔ اگر تمام لوگ پسند کریں تو ہم جبا بیہ میں چل کر منہ نام کریں اور عمرو بن العاص کو بھی وہیں بلا لیں اور دشمنوں سے لڑیں۔

حضرت خالد بن ولید نے فرمایا۔ "کیا آپ جبا بیہ میں دشمنوں سے بہتر



ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ حضرت عمر بن العاص کے بیٹے حضرت  
 عبداللہ اپنے باپ کا خط لے کر پہنچے۔ خط کا مضمون حسب ذیل تھا۔  
 بیت المقدس اور اردن کے بہت سے باشندے جنہوں نے  
 ہم سے معاہدہ صلح کیا تھا۔ اپنے عہد سے منحرف ہو گئے ہیں،  
 یہ سن کر کہ رضی فوج کا سیلاب زور و شور سے بہنا چلا آ رہا  
 ہے اور مسلمان اپنے مفتوحہ علاقوں کو خالی کر کے بھاگ رہے  
 ہیں یہ لوگ دلیر ہو گئے ہیں اور آمادہ بغاوت ہیں، ان  
 لوگوں نے حلفاً عہد کیا ہے کہ ہم پر حملہ آور ہوں گے اس  
 لئے آپ اپنے قبیلے سے آگاہ کیجئے۔ اگر آپ یہاں آئیں  
 تو میں یہاں ٹھیرا رہوں اور اگر شام کے کسی دوسرے مقام  
 پر جائیں تو میں بھی وہیں پہنچوں۔ اگر آپ کے نزدیک یہاں  
 رہنا ضروری ہو تو مجھے مدد بھیجئے۔ تاکہ میں دشمنوں کا مقابلہ  
 اور ماتحت علاقے کی حفاظت کر سکوں۔ لوگوں کے حوصلے  
 بڑھ گئے ہیں، اور وہ ہمیں ہیج سمجھنے لگے ہیں۔ اگر انھیں  
 ہماری حضورؐ کی مکروری کا بھی احساس ہو گیا اور وہ حملہ  
 کرنے کا موقع پا گئے تو حملہ سے باز نہ آئیں گے۔

والسلام

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت عمر بن العاص کو یہ جواب



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

تھارے بیٹے عبد اللہ تمھارا خط لیکر میرے پاس آئے، تم نے لکھا ہے کہ مفسدہ آگاہ فساد ہیں اور تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ مسلمانوں کے رومیوں کے مقابلے سے ہٹ جانے کے باعث ان کے دل بڑھ گئے ہیں، لیکن اللہ کا فضل ہے کہ مسلمانوں کی پسپائی کوتاہ بینی اور کمزوری کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں کی ایک متفقہ جنگی تدبیر ہے، اس حکمت عملی کا مقصد یہ ہے کہ دشمن اپنے شہروں اور قلعوں سے نکل کر کھلے مقام میں آجائے اور مسلمان یکجا ہو کر اور مزید امداد منگا کر ان سے کامیاب مقابلہ کر سکیں،

ہم چاہتے ہیں کہ دشمن کی تمام قوتیں بھی ایک جگہ جمع ہو جائیں پھر ہم خدا کی اس نصرت کے بھروسہ پر جو ہمیشہ اس کے دوستوں پر مبذول رہتی ہے اس طرح حملہ آور ہوں کہ کوئی روحی نہ اپنی مال کو بچا سکے نہ اپنی بیوی کو اور نہ خود اپنی جان کو، نہ پہاڑوں میں پناہ پاسکے نہ قلعوں کی حفاظت میں بیٹھ سکے بلکہ تمھیں ارڈالنے اور امن طلب کرنے پر مجبور ہو جائے

سنة الله التي قد خلت من قبل ولن تجد لسنة  
الله تبديلاً

تم اپنے ساتھی مسلمانوں سے کہدو کہ میں مجاہدین اسلام

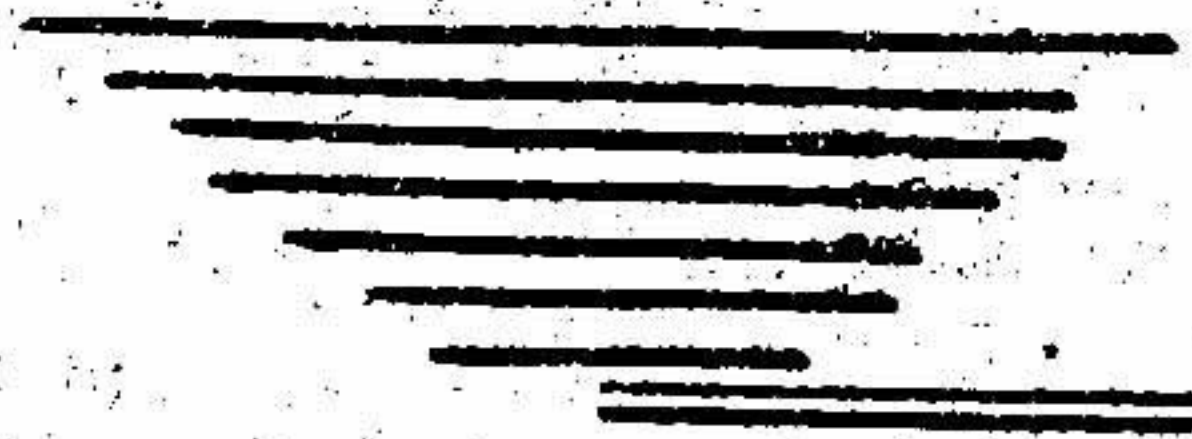


کو لیکر آ رہا ہوں، اس لئے انھیں چاہیے کہ وہ اللہ کے ساتھ  
اپنا حسن ظن قائم رکھیں اور دشمنوں پر ذرا بھی کمزوری ظاہر  
نہ ہونے دیں ورنہ دشمن خوش ہو کر طعنے زنی کریں گے اور شوخ  
و بے باک ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور انھیں اپنی نصرت  
سے سرفراز فرمائے اور اپنی بخشش نازل کرے، والسلام،

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عبداللہ کو یہ خط دے کر فرمایا کہ اپنے والد سے  
کہہ دینا کہ اس خط کے پیچھے میں بھی آ رہا ہوں، مسلمانوں کو بھی اس بات سے  
آگاہ کریں۔

عبداللہ! تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جن کے ذریعہ اللہ مسلمانوں  
کی پشت پناہی کرتا، اور ان کے حوصلے بڑھاتا۔ اور ان کے دل مضبوط  
کرتا ہے، تم زمرہ صحابہ میں سے ہو اور اصحاب رسول کو اللہ نے عام مسلمانوں  
پر فضیلت دی ہے تم اپنے باپ پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ جانا، بلکہ ایک طرف  
تو تم مسلمانوں کو جہاد کے لئے اکسانا، ان کو اللہ کی نصرت کا یقین دلانا اور  
ثابت قدمی کی تلقین کرنا اور دوسری طرف تمہارے والد بھی اسی طرح  
مسلمانوں کو تلقین و ہدایت کریں۔

حضرت عبداللہ نے جواب دیا کہ میں انشاء اللہ وہی طرز عمل  
اختیار کروں گا جس سے آپ خوش ہوں گے،





## حضرت عمرو بن العاص کی مدبرانہ کارروائیاں

حضرت عبداللہ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا خط لاکر اپنے باپ حضرت عمرو بن العاص کو دیا۔ انھوں نے مسلمانوں کو جمع کر کے وہ خط سنایا اور حسب ذیل تقریر کی۔

”ارون کے جن لوگوں نے ہم سے معاہدہ امن کیا ہے وہ کان

کھول کر اچھی طرح سنیں کہ اگر ان میں کا کوئی شخص بیت المقدس

کیا یا بیت المقدس کا کوئی آدمی اسکے پاس ہو اور وہ اسے

میرے حوالے نہ کر دے تو اس سے اللہ کی نانت ساڑنا ہو

اور یہ بھی سن لو کہ جن لوگوں نے مجھ سے معاہدہ کیا ہے وہ

بیت المقدس چلنے کے لئے فوراً تیار ہو جائیں۔ کیونکہ میں نے

بیت المقدس پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں ان سے برابر

لڑتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو میں تمام جنگجو لوگوں کو

قتل کر کے ان کے اہل و عیال کو غلام بنا لوں گا یا وہ جزیہ

ادا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

اس تقریر کے بعد آپ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا۔ اور ان کو

لیکر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ دو میل چل کر آپ نے مقام کیا

اور ارون کے باشندوں میں منادی کرادی کہ جو لوگ ہتھیار لگا کر ہمارے

شکر میں نہ آجائیں گے اور ہمارے حکم پر عمل نہ کریں گے۔ وہ اللہ کی امان



سے خارج سمجھے جائیں گے۔“

اس منادی کا بہ اثر ہوا کہ اردن کے باشندے اپنے گھروں سے نکل پڑے، جو لوگ رٹنے کے قابل تھے وہ ہتھیار لگا کر فوج میں شامل ہو گئے اور دوکانداروں نے مجاہدین کے لئے دوکانیں لگا دیں۔

حضرت عمرو بن العاص نے اہل اردن پر اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو افسر بنا کر اور پانسو مجاہدین کو ساتھ کر کے ان کو آگے روانہ کیا، چنانچہ حضرت عبداللہ علیہما السلام اور مسلمانوں کی مشترکہ فوج لیکر آگے بڑھے۔

اس کارروائی سے حضرت عمرو بن العاص کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف تو اردن کے باشندوں کی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں کا سدباب ہو جائے اور دوسری طرف بیت المقدس کے باشندے مدافعت کی فکر میں مبتلا ہو جائیں اور اسلامی فوج پر حملہ آور نہ ہو سکیں۔ اس کارروائی کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ بیت المقدس کے باشندے جو اردن میں رہ کر یہاں کے باشندوں کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ و فساد کر رہے تھے بھاگ کر بیت المقدس چلے گئے اور خبر دی کہ اسلامی لشکر حملہ کے لئے آ رہا ہے۔ اس خبر سے بیت المقدس کے باشندے گھبرائے اور حملے کی جگہ مدافعت کی فکر میں پڑ گئے۔

حضرت عمرو بن العاص نے اسی کارروائی پر بس نہیں کیا بلکہ بیت المقدس کے باشندوں کے نام ایک الٰہی طبع بھی روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عمر بن العاص کا خط بیت المقدس کے بطریقوں کے نام  
جو لوگ ہدایت کی راہ اختیار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت  
اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں ان پر  
سلامتی ہو۔

اس کے بعد ہم اپنے پروردگار کی بہت بہت حمد کرتے ہیں اور  
بے شمار تعریف و ثنا کرتے ہیں کہ اس نے اپنا رسول بھیج کر ہم پر رحم  
فرمایا، اپنی رسالت سے سرفراز کیا۔ اپنے دین سے عزت  
بخشی، اپنی اطاعت کے ذریعہ طاقت دی، اپنی توحید و اقلیوں  
کے عرفان سے ممتاز کیا، اللہ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ ہم  
اس معبود حقیقی کے ساتھ کسی کو شریک کرتے ہیں نہ اس کے سوا  
کسی کو خدا سمجھتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرتے تو یہ ہماری شدید غلطی ہوتی  
اس کی ذات پاک اور بے انتہا بلند ہے۔ اور اس کی تعریفیں  
بے شمار ہیں، ہم اس کی حمد کرتے ہیں کہ تمہارے کفر کی وجہ سے  
اس نے تم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ تم کو گروہ گروہ بنا دیا ہے  
تمہارا ہر فرقہ اپنے ہی گوراہ راست پر سمجھتا ہے اور اپنی  
حالت خوش ہے۔ تمہارے بعض فرستے حضرت عیسیٰ بن مریم  
کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور بعض ووحداؤں کے قائل  
ہیں۔ اور بعض تین خداؤں کو مانتے ہیں۔ جو لوگ خدا کے ساتھ



دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں وہ غارت ہو جائیں۔ اللہ  
 کی ذات ہر طرح کے شرک سے ارفع و بلند ہے، ہم خدا کی  
 ستائش کرتے ہیں کہ اس نے تمہارے بطریقوں کو ہلاک کر ڈالا  
 تمہاری عزت و عظمت زائل کر دی، تمہارے حاکموں کو اس ملک  
 سے نکال دیا، تمہارے ملک و وطن اور تمہاری دولت و حکومت  
 نکال پھینکا، وارث بنا دیا، تمہاری ذلت و تباہی کا سبب یہ ہے کہ  
 تم مشرک ہو۔ ہم نے تمہیں اللہ و رسول پر ایمان لانے کی جو دعوت  
 دی اسے رد کر چکے ہو، عرض تمہاری بد اعمالیوں ہی وجہ سے خدا  
 نے تمہیں فقر و فاقہ، خوف و دہشت اور ذلت و بربادی میں  
 ڈال دیا ہے۔ دیکھو میرا خط جارہا ہے، اسے دیکھتے ہی مسلمان  
 ہو جاؤ اور اپنے کو تباہی سے بچاؤ۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو میرے  
 پاس حاضر ہو جائیں تمہاری جان و مال کے لئے معاہدہ امن لکھ کر  
 تم پر جزیہ مقرر کر دوں جیسے تم بحالت مغلوبیت ادا کرتے رہنا  
 ورنہ خدا کے واحد و بیکتا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں پیدل اور  
 سوار زبردست فوج کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوں گا۔ اور  
 اس وقت تک تمہیں نہ چھوڑوں گا جب تک تمہارے رہنے  
 والوں کو قتل کر کے تمہارے اہل و عیال کو غلام نہ بنا لوں گا  
 اور تمہیں اس قوم کی طرح نہ کر دوں گا جو موجود تھی اور معدوم ہو گئی  
 ایک عیسائی قاصد خط لیکر بیت المقدس گیا وہاں کے باشندوں نے



کہا کہ ہم نے اپنے مجزوں کو مسلمانوں اور رومی فوجوں کی حالت معلوم کر نیکی  
 لئے بھیجا ہے۔ ان کے واپس آنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ رومی مسلمانوں  
 کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو ہم ان کا ساتھ دینگے ورنہ مسلمانوں کی اطاعت قبول کرینگے  
 مجزوں نے آکر اطلاع دی کہ رومیوں کا عظیم الشان لشکر مسلمانوں سے  
 لڑنے کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ جو تین حصوں پر تقسیم ہے اور ہر حصے میں ایک لاکھ  
 سے زیادہ آدمی ہیں۔

یہ اطلاع پا کر باشندگان بیت المقدس نے مسلمانوں کی اطاعت  
 قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

## عیسائیوں پر رومیوں کے مظالم

جن علاقوں کو مسلمانوں نے غالی کر دیا تھا ان سے رومی فوج گذری  
 تو یہ الزام رکھ کر کہ ان علاقوں کے باشندوں نے کیوں مسلمانوں کی اطاعت  
 قبول کر لی تھی۔ ان پر سخت مظالم کئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمانوں کی اطاعت  
 قبول کرنے پر مجبور تھے۔ تم نے بزوری سے کام لیا، ہم کو بے پار و مددگار چھوڑ کر  
 بھاگے مسلمان آئے اور ہم نے ان کی اطاعت قبول کر لی،

رومی سپاہی ہر وقت شراب کے نشہ میں چور رہتے، اسی حالت  
 میں حرام کاریاں کرتے، غیر مسلم آبادیوں کو لوٹتے اور اپنے افسروں کی  
 نافرمانیاں کرتے، ایک جگہ باہان سپاہیوں کے سامنے تقریر کر رہا تھا  
 اور سمجھا رہا تھا کہ باشندوں پر اس طرح کے مظالم نہ کریں۔ اسی حالت میں



ایک مظلوم نے کھڑے ہو کر باہان سے فریاد کی کہ

بادشاہ کی عمر دراز ہو۔ میں اسی مقام کا رہنے والا ہوں میرے

پاس تقریباً سو بکریاں تھیں، میرا لڑکا انھیں چرا رہا تھا، حضور

کے ایک بڑے افسر نے بکریوں کے گلے کے قریب مقام کیا اور

جتنی بکریاں چاہیں خود لے لیں اور اپنے ماتحتوں کو بھی اجازت

دی دی، چنانچہ انہوں نے ساری بکریاں پکڑ لیں، میری بیوی کو

معلوم ہوا تو وہ افسر کے پاس گئی اور اس نے کہا کہ جتنی بکریاں

آپ نے لے لی ہیں وہ تو آپ لے لیں، مگر آپ کے ماتحتوں نے

جو بکریاں پکڑی ہیں انھیں واپس دلا دیں، افسر نے میری بیوی

کی طرف دیکھا اور اسے خمیہ میں لے جانے کا حکم دیا، عورت

کو خمیہ میں دیر ہوئی اس لئے لڑکے کو شبہ ہوا۔ اور اس نے

جھانک کر خمیہ میں دیکھا، افسر اس کی عصمت دری کر رہا تھا

اور وہ رو رہی تھی۔ لڑکے نے یہ دیکھ کر شور کیا۔ جس پر افسر نے

لڑکے کو قتل کر دیا، اس نے سنا تو لڑکے کی لاش پر گیا، افسر نے

میرے قتل کا بھی حکم دیا، حکم پاتے ہی سپاہی مجھ پر لوٹ پڑا

میں نے ہاتھ سے اپنے کو بچانے کی کوشش کی، اس کوشش میں

میرا ہاتھ کٹ گیا، میں فرہاد کے پاس آیا ہوں۔

باہان نے پوچھا، تو اس افسر کو پہچانتا ہے؟ وہ افسر باہان کا خاص

تھا اور دربار میں موجود تھا، فریاد سے افسارے سے اس کو بتایا، اس



فسر اور اس کے ساتھی بہت برا فزوخہ ہوئے اور تقریباً دو سو آدمیوں نے  
 حملہ کر کے اسے ٹکرے ٹکرے کر ڈالا۔

باہان بیٹھا دیکھتا رہا اور کسی نے اسکی پروا نہ کی۔

## یرموک میں اسلامی اجتماع

یرموک اردن کی ایک وادی ہے۔ مسلمانوں نے رومیوں سے مقابلہ  
 کرنے کے لئے اسی مقام کو تجویز کیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور  
 دوسرے افسران اسلام یہیں جمع ہوئے، سب سے پہلے حضرت خالد بن لید  
 مقدمۃ الجیش کے ساتھ یہاں پہنچے، ان کے بعد حضرت ابو عبیدہ  
 ابن الجراح کا لشکر پہنچا، حضرت عمرو بن العاص بھی یہیں آگئے۔

جب تمام افسران اسلام یرموک پہنچ گئے تو حضرت ابو عبیدہ نے ان کو  
 جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کیا۔

حضرت یزید بن ابی سفیان نے کہا۔ ”میری رائے ہے کہ آپ  
 مسلمانوں کو لیکر یہاں سے آئدہ چلیں اور دربار خلافت کو رومیوں کی  
 پیادہ یوں کی اطلاع دے کر وہیں تک کا انتظار کریں۔“

حضرت عمرو بن العاص۔ ”میرے خیال میں رومیوں کے دوسرے  
 شہروں کی طرح آئدہ بھی ایک رومی شہر ہے۔ اس لئے وہاں مقام کرنا بے سود  
 ہے، یہیں مقام فصرح میں چلکر ٹھہرنا چاہیے اور دربار خلافت سے کمک  
 آنے پر رومیوں سے لڑنا چاہیے۔“



حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اب تک خاموش تھے، حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ آپ بھی اپنی رائے ظاہر کیجئے۔

حضرت خالد نے جواب دیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر ہم نفس اور دنیا کے واسطے زیادہ سے ہیں تو ہم بے شک دشمنوں سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ ہم سے بہت زیادہ قوی ہے، لیکن اگر ہم اللہ کے لئے لڑتے ہیں، اور خدا کی مدد سے جنگ کرتے ہیں تو خدا کی قسم دنیا کی تمام فوجیں بھی رومیوں کی مدد کے لئے آجائیں تو بھی ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں،

آپ بولتے جاتے تھے تھے اور آپ کا جوش بڑھتا جاتا تھا۔ آپ نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا۔ ”کیا آپ میری بات مانیں گے۔“

حضرت ابو عبیدہ۔ ضرور مانوں گا۔!

حضرت خالد۔ مسلمانوں کے اندرونی معاملات کا نظم تو آپ اپنے اختیار میں کیجئے۔ اور جنگی معاملات میرے سپرد کیجئے۔ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور دشمنوں پر فتح دے گا۔

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد کو سپہ سالار بنا دیا۔

حضرت قیس بن ہبیرہ نے مقتوحہ علاقوں کا تحلیل کر کے قرح جانے کی سخت مخالفت کی اور کہا۔ ”خدا ہمیں پھر بھی اس سر زمین میں واپس نہ لائے اگر ہم مقتوحہ علاقے سے ایک اینچ زمین بھی خالی کر کے کہیں اور چلے جائیں۔“ مسلمانوں! کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ یہ بہتی ہوئی نہریں، یہ پرفضا دریا، یہ سرسبز اور لہلہاتے ہوئے کھیت، یہ انگور اور



انار کے باغ، سونا، چاندی اور ریشم کے ذخیرے چھوڑ کر پھر اسی سرزمین میں واپس جاؤ جہاں گوہ جیسے جانور کھانے کو ملیں گے اور جہاں فقر و فاقہ اور رنج و محن کے سوا کچھ نہیں ہے؟ تم کہتے ہو کہ ہمارے مقتول جنت میں داخل ہوتے ہیں اور اس لازوال عیش و راحت سے پرہ ور ہوتے ہیں جس کی کہیں مثال نہیں، پھر مجھے بتاؤ کہ تم جنت کو چھوڑ کر کیوں بھاگتے ہو اور کہاں بھاگتے ہو؟ کیا تم قرح اور حجر جیسے مقاموں کو جنت پر ترجیح دینا چاہتے ہو؟ اللہ نے اس کا ساتھ دے نہ اس کی حفاظت کرے جو اس جگہ کو چھوڑ کر وہاں جانے کا ارادہ کرے،

حضرت ابو عبیدہ - قیس! تم نے سچ کہا،

مسلمانو! تم اپنے ملک کو واپس جانا چاہتے ہو، اور اس ملک اس کی دولت، اس کے شہر، قلعے اور آبادیوں کو دشمنوں کے لئے چھوڑ دینا چاہتے ہو؟ حالانکہ ان تمام چیزوں کو خدا نے تمہارے واسطے فتح کر دیا ہے۔ آخر یہ کونسی عقلمندی ہے کہ تم سارے ملک کو خالی کر کے پھر واپس آنا اور اڑھرنو جنگ کرنا چاہتے ہو، حالانکہ اللہ نے تمہیں ان زحمتوں سے فارغ کر دیا ہے، خدا کی قسم یہ گمراہی کی راہ ہے،

حضرت خالد نے بھی جوش میں پکار کر فرمایا۔

قیس! اللہ تعالیٰ تمہیں جزا سے خیر دے، جو تمہاری راہ ہے



ہے وہی رائے میری بھی ہے۔ خدا کی قسم جب تک اللہ ہمارے اور  
دشمنوں کے درمیان فیصلہ نہ کر دے گا۔ ہم یہاں سے ہٹنے والے  
نہیں۔

یسرہ بن مسروق غسی نے کھڑے ہو کر حضرت ابو عبیدہ سے کہا۔  
اللہ آپ کو ستوارے، آپ اس جگہ سے نہ ہٹیں، اللہ پر پھر وہ  
کہیں، اور دشمن سے لڑیں خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ اللہ آپ  
کو ضرور منصور و منظر کرے گا۔ اور اگر آپ یہاں سے چلے  
گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کبھی واپس نہ آسکیں گے، ہم  
دشمنوں سے لڑ چکے ہیں، اجنادین و فحل کے میدانوں میں  
ان کے بہادروں اور سرداروں کو قتل کر کے ان مقامات  
سے ان کو نکال چکے ہیں، پھر ہم کیوں ان کے لئے ہمارے  
ملک کو خالی کر دیں۔

اس رائے اور مشورے کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے  
اعلان فرمایا کہ

میں یہاں سے ہرگز نہ ہٹوں گا، میں خالد بن ولید کو سپہ سالار  
بنا چکا ہوں، جب تک اللہ ہمارے اور دشمنوں کے درمیان  
فیصلہ نہ کر دے گا۔ میں اپنی جگہ پر جما رہوں گا۔

رومی لشکر کو جمع کرنا ہوا۔ اسلامی فوج کے قریب مقام دیر الجبل  
اترا۔ جنگ شروع کرنے سے پہلے باہان نے چاہا کہ مسلمانوں پر



بند کر دے پچھانچہ انھوں نے رومیوں کے نام فرمان جاری کر دیا کہ مسلمانوں کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کریں۔ لیکن اردن ایک تدریجی علاقہ تھا اور اس پر مسلمانوں کا قبضہ تھا اس لئے اس بندش سے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

اب باہان نے چاہا کہ اردن کے راستہ پر قبضہ کر لے اور وہاں سے رومیوں کی امداد روک دے۔ اس غرض سے اس نے ایک عظیم الشان رسالہ پندرہ ایک ہجرت سالہ کی سرکردگی میں روانہ کیا۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، تو انھوں نے دو ہزار سواروں اور کچھ پیادوں کو حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں رومیوں کے مقابلے کے لئے بھیجا، رومیوں کے بالمقابل پینچر حضرت خالد نے رسالہ کی کمان حضرت قیس بن ہبیرہ کو دیدی اور خود پیادوں کی کمان سنبھالی اور حضرت قیس کو حملے کا حکم دیا۔ ایک سخت جنگ کے بعد اسلامی رومیوں کو شکست دیدی تو وہ پیدل مسلمانوں کی طرف بڑھے، ادھر سے حضرت خالد نے بڑھ کر حملہ کیا اور رومی فوج کو زیر و زبر کر دیا۔ دشمنوں کو پیدل مسلمانوں کے مقابلے میں بھی بہت بری طرح شکست ہوئی، رومی سپہ سالار بھاگ کھڑا ہوا، قیس بن ہبیرہ نے اُسے بھاگتے دیکھا تو ایک بھری مسلمان کو لٹکارا کہ دیکھنا دشمن بچ کر جانے نہ پائے۔ میرا گھوڑا بہت ٹھک گیا ہے دوڑ نہیں سکتا۔ تم بڑھ کر اس کا سر کاٹ لو۔ بھری نے اس کا تعاقب کیا۔ رومی سپہ سالار نے اس کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر تلوار کھینچ لی، دونوں ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو آپس میں کٹھکٹے اور گھوڑے کی پشت سے



نہ بن پیر گریٹے۔ نیری مجا ہدی روحی سپہ سالار کو پچھاڑ کر اس کے سینہ پر پڑھ  
 پٹھا۔ لیکن روحی سپہ سالار نہایت طاقت ور اور لہجہ و شہیم آدمی تھا۔ اس نے  
 نیری کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبایا۔ اور اس کی ٹانگیں اپنی رانوں میں  
 بکروائیں۔ نیری بالکل بے قابو ہو گیا۔

حضرت قیس بن ہبیرہ نے نیری کو اس حالت میں دیکھا تو گھوڑا دوڑا کر  
 اس کے پاس پہنچے اور گھوڑے سے اتر کر روحی سپہ سالار کے ہاتھ پر ایک تلوار  
 ماری نیری اس کی گرفت سے آزاد ہو گیا اور اسے مار ڈالا۔ نتیجے میں حضرت  
 خالد بن ولید گئے اور پوچھا کہ سپہ سالار کو کس نے قتل کیا؟  
 حضرت قیس بچائے اس کے کہ اپنی کارگزاری کو ظاہر کرتے انھوں نے  
 نیری کی طرف اشارہ کر دیا۔

اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین میں باہم کتنا اخلاص و  
 اخلاق تھا۔

## مدینہ طیبہ میں اضطراب

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اکابر اسلام کی رائے سے  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا۔ اور رومیوں کی غیر معمولی  
 نیاریوں کا ذکر کے آپ سے مدد طلب کی، خط کا مضمون حسب ذیل تھا۔  
 اللہ امیر المؤمنین کو معزز فرمائے! یہاں یہ حال ہے کہ روحی  
 بکروہ سے مسلمانوں پر چڑھ آئے ہیں، رومیوں کا ایک آدمی



بھی ایسا نہیں ہے جو ہتھیار اٹھا سکتا ہو اور فوج سے پیچھے رہ گیا ہو، تمام پادری یہاں تک کہ راہب بھی گرجوں اور خانقاہوں سے نکل آئے ہیں، آرمینیا اور جزیرہ تک کے باشندے فوج میں بھرتی ہو کر آگئے ہیں مجھے رومیوں کی ان طریقوں کی خبر ملی تو میں نے مسلمانوں سے اس کو پوشیدہ رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ انھیں تمام باتوں سے خبردار کر دیا، یہی مشورہ سے ملے پایا کہ تمام اسلامی فوجوں کو شام کے کسی ایک مقام میں جمع ہو جانا چاہیے۔ اور وہیں امیر المومنین سے مدد طلب کر کے دشمنوں سے لڑنا چاہیے، اس لئے آپ جلد سے جلد ملک روانہ کیجئے اور اومیوں پر آدمی بھیجئے، ورنہ اگر وہ ثابت قدم نہ رہے تو آپ کو ان کی جانوں کو خیر باد کہنا ہو گا اور اگر وہ پر اگندہ ہو گئے، تو ان کے دین کو رونا پڑے گا۔ کیونکہ دشمنوں کی اس قدر کثرت ہے کہ مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، ہاں اگر اللہ فرشتوں سے ان کی مدد فرمائے تو یہ اور بات ہے۔

### والسلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاجرین و انصار کو جمع کر کے یہ خط سنایا، خط سن کر مسلمان بے اختیار رونے لگے، اور ہاتھ اٹھا کر مجاہدین کی فتح و نصرت کے لئے دعائیں مانگنے لگے، انھوں نے حضرت عمر سے کہا کہ آپ کسی کو سپہ سالار بنا کر ہمیں اس کے ساتھ بھیجئے یا خود سپہ سالار بن کر مجاہدین کی



امداد کے لئے چلے۔ اگر خدا نخواستہ مسلمانوں پر کوئی مصیبت آگئی تو ہماری  
زندگیاں تلخ ہو جائیں گی۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف بار بار کہتے تھے کہ امیر المؤمنین! اگر  
آپ خود شام جائیں تو مجاہدین کو بہت تقویت پہنچے اور کفار مرعوب ہو جائیں  
لیکن صحابہ کے کثرت رائے سے فیصلہ کیا کہ حضرت عمرؓ کا جانا مناسب نہیں وہ  
مدینہ منورہ ہی میں رہ کر مجاہدین کے پاس کمک بھیجیں،  
عبداللہ بن قریظ خط لیکر گئے تھے، حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ رومی  
مسلمانوں سے کتنے فاصلہ پر ہیں؟

عبداللہ بن قریظ نے جواب دیا کہ رومیوں کا مقدمہ الجیش تین چار  
روزہ کے فاصلہ پر ہو گا، اور اصل لشکر پانچ دن کے فاصلے پر، حضرت عمرؓ نے  
فرمایا کہ افسوس، پھر ملک کس طرح بروقت پہنچ سکتی ہے۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ کے خط کا یہ جواب لکھا  
تمہارا خط پہنچا، تم نے لکھا ہے کہ رومیوں کو ویرے سے چڑھ آئے ہیں اور  
پادریوں اور راہبوں تک کو اپنے ساتھ لائے ہیں، لیکن تمہیں معلوم  
ہونا چاہیے کہ ہمارا حافظ و ناصر خدا ان پادریوں اور راہبوں  
کو اسی وقت سے دیکھ رہا ہے۔ جب اس نے حضرت محمد  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، ان  
کی نصرت فرمائی اور ان کو فحشیا بکیا، ہمارا پروردگار  
اپنے وعدہ کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ وہ فرماتا ہے۔



هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ  
بِالْحَقِّ وَدِينِ الْمَقْبُولِ  
لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا  
وَلِيُذَكِّرَهُ الْمَثَرِ لَكُلِّ نَفْسٍ  
السی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین  
حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام دینوں  
پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرکین کو ناکوا  
کیوں نہ ہو۔

اس لئے تمہیں دشمن کی کثرت سے ڈرنا نہ چاہیے۔ کیونکہ اللہ  
ان سے بری ہو چکا ہے اور جس کو خدا چھوڑ دے اس کی کثرت  
اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ وہ ذلیل و خوار ہی ہو کر رہے گا، اسی  
طرح مسلمانوں کی قلت سے بھی تمہیں گھبراتا نہ چاہیے، اس لئے  
کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کے ساتھ اللہ ہو اسے تعداد  
کی کمی سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تم اپنی جگہ پر ثابت قدم  
رہو۔ اور جب دشمن کا مقابلہ ہو تو خوب جہم کر لو اور اللہ سے  
مدد مانگو، اللہ کی حمایت و نصرت کافی ہے۔

تم نے لکھا ہے کہ اگر اللہ نے مدد نہ کی تو مسلمانوں کی جان اور  
ان کے دین اس سے ایک چیز کو بھر کر ناپوشے گا۔ اللہ کی مدد کو مستثنیٰ  
کر کے تم ایک سخت غلطی کے ارتکاب سے بچ گئے، خدا کی قسم اگر  
مسلمان ثابت قدمی کے ساتھ لڑیں گے اور مارے جائیں گے تو  
صالحین کے لئے اللہ کے پاس جو کچھ ہے بہت بہتر ہے، اللہ تعالیٰ  
کا ارشاد ہے۔

ان میں کچھ ایسے ہیں جو اللہ اپنی ذمہ داری

قدومہم دین و قرضی تمہیں



مِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ وَ  
 مَا بَدَأُوا  
 بَدِئًا لَكَ  
 سے جدا برا ہو چکے اور کچھ انتظار کر رہے  
 ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان میں  
 کوئی تبدیلی نہیں کی۔

پس قابل مبارک ہو ہیں وہ لوگ جو شہید ہو چکے، تمہارے  
 ساتھیوں کے لئے ان مسلمانوں کا بہترین نمونہ عمل موجود ہے  
 جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد لڑائیوں میں شہید  
 ہو گئے، وہ خدا کے نام پر لڑنے سے کبھی باز نہ رہے اور نہ خدا کے  
 نام پر مرنے سے ڈرے، اسی طرح حضرت رسول اللہ کے  
 بعد کے لوگوں نے بھی نہ کمزوری کا اظہار کیا اور نہ مصیبتوں کو  
 خوفزدہ ہوئے۔ وہ بھی اپنے پیش روؤں کے نقش قدم پر  
 چلے اور مخالفین سے جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ اللہ نے ایک  
 جماعت کی اس کے صبر و استقلال کی بنا پر اس طرح تعریف  
 فرمائی ہے

وَكَايِي مِّنْ نَّبِيٍّ  
 وَتَاتَل مَعَهُ  
 فِي بَيْتُونِ كَشِيدٍ  
 فَمَا  
 وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي  
 سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا  
 اور کہتے ہی نبی ایسے ہو گئے رہے ہیں کہ  
 جن کی صحبت میں بہت سے اہل اللہ  
 نے راہِ حق میں جنگ کی۔ پھر خدا کی  
 راہ میں انکو جن مصیبتوں کا سامنا ہوا  
 ان کے باعث نہ تو انہوں نے بہت  
 ہاری نہ اپنے اندر ضعف پیدا کرنے



وَمَا اسْتَكْبَرُوا بِاللَّهِ  
يُحِبُّ الصَّابِرِينَ  
وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ  
إِلَّا أَنْ تَأْمُرَنَا  
بِغَيْرِ لِسَانِ نُبُونَا  
فَأَسْرَأْنَا بِأَمْرِنَا  
وَنَبَّأْنَا قَدِ امْنَا  
وَأَنْصَرْنَا عَلَى  
الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ  
فَاتَّعَمَّهُ اللَّهُ تَوَابَ  
الدُّنْيَا وَحُسْنَ تَوَابِ  
الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُحِبُّ  
الْمُحْسِنِينَ -

دیا اور نہ دشمنوں کے مقابلے میں اٹھا  
عجز کیا۔ اور اللہ انہیں لوگوں کو پسند  
فرماتا ہے جو دشمن کے مقابلے میں ثابت  
قدم رہتے ہیں۔ ان مجاہدین کی یہی دعا تھی  
کہ اے ہمارے پروردگار رہا رہے گناہوں  
کو بخش دے اور ہماری بے اعتدالیوں کو  
جو ہم سے کام لیا سرزد ہوئی ہوں معاف  
فرما۔ اور ہم سے قدموں کو ثابت رکھ  
اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد  
کر پھر اللہ نے انہیں دین کا ثواب بھی  
دیا اور اس سے بہتر آخرت کا ثواب بھی  
مرحمت فرمایا۔ اور اللہ انہیں کو پسند  
فرماتا ہے جو نیکو کار ہوتے ہیں۔

جہاں کی دنیاوی چیزیں مال غنیمت اور فتح سے اور جزائے اخروی  
معرفت و جنت۔ میرا یہ خط مسلمانوں کو سنا کر انہیں حکم دے کہ خدا  
کی راہ میں ثابت قدمی سے جنگ کریں تاکہ خدا انہیں دنیا اور  
آخرت دونوں کی جزا مرحمت فرمائے۔

تم کہتے ہو کہ دشمن کا اتنا اجتماع ہو گیا ہے کہ مسلمان مقابلہ نہیں  
کر سکتے۔ تو خدا تو مقابلہ کر سکتا ہے جس سے ہمیشہ غلبہ و قہر سے



کام لیا ہے خدا کی قسم اگر ہم اپنی قوت و کثرت کے بھروسے  
 پر جنگ کرتے ہوتے تو نہ جانے کب کے فنا ہو چکے ہوتے، لوگ  
 ہمیں کبھی باقی نہ چھوڑتے، لیکن ہم نے ہمیشہ خدا پر بھروسہ کیا، اپنی  
 قوت و بڑائی کو ہمیشہ بیخ سمحاء اور خدا ہی سے نستح و نصرت  
 کے خواست گزار ہے۔ انشاء اللہ بخاری فتح ہوگی، اس لئے  
 تم اپنے کو خدا کے واسطے خاص کر دو۔ اس کی جانب متوجہ  
 ہو جاؤ۔ اِخْبِرُوا وَاَصَابِرُوا وَاَبْطُوا۔ وَانْقُوا لِلَّهِ  
 لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۝

حضرت عمر نے عبد اللہ بن قریظ کو یہ خط دیکر بہ اہمیت کی کہ جلد جاؤ  
 وہاں مسلمانوں کی صف میں پھر کر ایک ایک جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوتا  
 اور کہنا کہ مسلمانو! میں عمر کا قاصد ہوں، انھوں نے تمہیں سلام کہا ہے اور  
 پیغام دیا ہے کہ جنگ میں بہادری سے کام لو، دشمنوں پر شیر کی طرح حملہ کرو  
 اور تلواروں سے ان کے سر اڑا دو۔ یہاں تک تمہاری نظروں میں ان کی  
 حیثیت کھڑے کاوڑے کے برابر بھی نہ ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ تمہیں ہمیشہ غالب  
 رہے۔ اس لئے آج بھی دشمن کی کثرت سے تمہیں مرعوب نہ ہونا چاہیے  
 نہ ان مسلمانوں کے بغیر تمہیں شکستہ خاطر ہونا چاہیے جو تم سے دور ہیں اور  
 تمہارے پاس پہنچ نہیں سکتے۔

جس روز عبد اللہ بن قریظ مدینہ طیبہ سے حضرت ابو عبیدہ کے پاس

واپس آئے۔ حضرت سعید بن عامر بھی ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ پہنچ گئے



جن کو حضرت عمرؓ عید الشہین قرطابہ کے جانے سے پہلے ہی روانہ کر چکے تھے، اس جنگ کو دیکھ کر اور حضرت عمرؓ کا خط سن کر مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی اور تقویت بھی پہنچی۔

## سیرت کی پہلی جنگ

جب عیسائی مسلمانوں کے سامنے پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے۔ اور جنگ کا وقت آیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ سے کہا کہ آپ اس جنگ کا سپہ سالار بنجئے۔ اور اختیار دیدیجئے کہ میں جس طرح چاہوں دشمن کا مقابلہ کروں۔ انشاء اللہ میں اس کا قلع و قمع کر دوں گا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو حضرت خالدؓ کی شجاعت و بہادری اور بہادری اور بہادری جنگ سر پورا اختیار تھا۔ اور آپ کا دل اعزاز و انبیاء کی خواہش سے بالکل پاک تھا۔ اس لئے آپ نے نہایت خوشی سے حضرت خالدؓ کی بات مان لی اور ان کو سپہ سالار بنا کر تمام اختیار ان کے سپرد کر دیئے۔

حضرت خالدؓ نے انبیاء اسلام کو لیکر میدان میں نکلے۔ فوج کی صف بندی کے بعد آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے دریافت کیا کہ اگر آپ سپہ سالاری کریں تو میمنہ کا افسر کس کو بنائیں؟

حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا معاذ بن جبلؓ کو۔

آپ نے کہا۔ بہتر ہے ان کو میمنہ کا افسر بنا دیجئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو میمنہ کا افسر مقرر کر دیا۔



پھر حضرت خالد نے پوچھا۔ آپ میسرہ کی افسری کس کو دیتے؟  
 حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ اس قابلیت کے کئی آدمی ہیں، اگر آپ  
 پسند کیجئے تو قنات بن اشیم کو میسرہ کی افسری دیتے کیجئے۔  
 حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کی رائے کے مطابق میسرہ کی مکمان  
 حضرت قنات بن اشیم کو دی۔

اس کے بعد آپ نے کہا۔ رسالہ کو میں اپنی مکمان میں رکھوں گا پیدل  
 پر آپ جس کو چاہے مقرر کر دیجئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے پیدل پر فاتح ایران  
 حضرت سعد بن ابی وقاص کے کھتیبے حضرت ہاشم بن غنیمہ کو افسر بنا یا اور  
 فرمایا کہ ”میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔“

جب فوج کی تقسیم و ترتیب مکمل ہو چکی تو حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ  
 سے کہا۔ ہر علم بردار کو ہدایت کر دیجئے کہ وہ میرے حکم کی تعمیل کرے  
 حضرت ابو عبیدہ کے ارشاد کے مطابق حضرت ضحاک بن قیس نے  
 ایک ایک علم بردار کے پاس جا کر اعلان کر دیا کہ حضرت ابو عبیدہ کا فرمان  
 ہے کہ تمام افسر حضرت خالد بن ولید کے حکم کی تعمیل کریں۔

صحابہ کرام میں عجیب خلوص تھا اور اسی میں ان کی کامیابی مضمر تھی  
 حضرت معاذ سابق الاسلام اور بڑے مرتبہ کے بزرگ تھے، لیکن انہوں  
 نے حضرت ابو عبیدہ کا اعلان سن کر کہا کہ ہم نے اعلان سن لیا۔ ہم خالد کی  
 پوری اطاعت کریں گے۔

پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اگر تم خالد کی اطاعت  
 کرو گے



تو ایک مبارک شخص کی اطاعت کر دو گے، کامیابی جس کے ہم کاب ہوتی ہے جو نہایت شجاع اور پاک باطن ہے، اور جس کا ہر کام خدا کی رضا طلبی کے لئے ہوتا ہے۔

حضرت خالد حضرت معاذ کی یہ مخلصانہ اور محبت آمیز باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ "میرے بھائی معاذ پر خدا کی رحمت ہو وہ مجھ سے خدا کے لئے محبت کرنے ہیں، تو بخدا میں بھی خدا کے لئے ان سے محبت کرتا ہوں۔" وہ اور ان کے رفقاء، مجھ سے پہلے وہ درجے حاصل کر چکے ہیں جو مجھے حاصل نہیں ہو سکتے۔ انھیں وہ درجے مبارک ہوں جو ان کے لئے خدا نے خاص کر دیئے ہیں۔

ضحاک حضرت معاذ سے ملے تو انھوں نے حضرت خالد کی ان باتوں کو بھی ان سے بیان کیا۔ حضرت معاذ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے خالد کو مشرکین سے جنگ کرنے میں جو بصیرت اور دلیری عطا فرمائی ہے اور دین الہی کی خدمت کا جو جذبہ و خلوص ان کو بخشا ہے اس کی بنا پر مجھے امید ہے کہ ان کا اجر زیادہ ہو گا اور وہ اپنے عمل کے باعث ہم میں افضل ہو جائیں گے۔

حضرت خالد کی سپہ سالاری کا اعلان ہو چکا تو آپ نے فوج کا معاشرہ شروع کیا۔ آپ جس علم کے پاس پہنچے کھڑے ہو کر کہتے کہ

مسلمانو! فتح ثنابت قدمی کا دوسرا نام ہے۔ اور کمزوری کا نتیجہ بر باد ہے۔ تم اسی حالت میں غالب اور فتح مند ہو سکتے ہو جب ثنابت قدمی سے کام لو۔ خوب سمجھ لو کہ جو ثنابت قدمی



کام لے گا اسی کو عقیدہ حاصل ہو گا۔ کمزوری انہیں کو لاحق ہوتی

ہے جن کا عقیدہ قاسد ہوتا ہے اور جو باطل پرست ہوتے ہیں

حق پسندوں کو کبھی ضعف لاحق نہیں ہوتا کیونکہ وہ یقین رکھتے

ہیں کہ خدا ان کے ساتھ ہے وہ حدودِ الہی کی حفاظت کرتے ہیں

خدا کی راہ میں لڑتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ شہید ہو کر خدا کے

حصوہ میں پہنچیں گے تو وہ ان کو سرفراز فرمائے گا اور ان کے

خلوص کی قدر کرے گا۔

فوج کے معائنے سے فارغ ہو کر حضرت قتالہ نے رسالے کو اپنے سامنے

طلب کیا اور حضرت قیس بن مہیرہ کو مخاطب کر کے کہا۔

”تم عرب کے وہ ممتاز ترین شجاع ہو جس کی مثال نظر نہیں آتی

اس لئے تم میرے رسالے کے ساتھ چلو۔“

اس کے بعد مہیرہ بن مسروق اور عمر بن الطفیل کو ساتھ لیا اور رسالہ کو چار

حصوں پر تقسیم کر کے ایک ایک حصہ ان تینوں اشہروں کے سپرد کیا اور چونکہ

حصے کو اپنے ماتحت رکھا۔

عیسائیوں کے خبروں نے اطالیہ میں وی تھیں کہ ان کی کثرت سے

مسلمان ڈر گئے ہیں ان میں مقابلہ کی ہمت باقی نہیں رہی۔ وہ تمام کو خالی

کر کے چلے جائیں گے۔ لیکن جب اسلامی لشکر آراستہ ہو کر میدان میں نکلا تو

عیسائیوں کو بہت تعجب ہوا۔ وہ ایک زبردست فوج کے ساتھ مقابلے میں

آئے، عیسائی فوجوں کی پیش صفیں تھیں جو اتنی لمبی لمبی تھیں کہ ان کا آخری



لڑنے آتا تھا۔ جیسا یوں کار سالہ بھی مسلمانوں کے رسالے سے کئی گنا زیادہ تھا  
جب دونوں رسالے ایک دوسرے سے قریب ہو گئے تو ایک رومی نے  
کے بڑے فکر مقابلیے کے لئے لٹکارا جس کا مسلمانوں کی طرف سے کچھ جواب نہیں  
یا گیا۔ حضرت خالد نے مسلمانوں کا سکوت دیکھ کر فرمایا۔ کیا اس کے مقابلے  
کے لئے کوئی تیار نہیں ہے، اگر ایسا ہے تو میں خود اس کے بڑھتا ہوں۔

یہ سن کر بھیرہ بن مسروق اور عمر بن الطفیل نے باری باری آگے بڑھنا  
یا با۔ لیکن حضرت خالد نے ان کو روک دیا۔ پھر خود حضرت خالد کے دستے  
ماریش بن عبداللہ کے مقابلے پر آمادگی ظاہر کی۔ حضرت خالد نے ان کو  
بھی منع کر دیا کہ وہ اس کے مقابلے کے نہ تھے۔

یہ دیکھ کر قیس بن بھیرہ نے پوچھا کیا آپ مجھے بھیجنا چاہتے ہیں؟  
حضرت خالد نے فرمایا۔ ہاں! مجھے امید ہے کہ تم بائیں کی بات میں  
س کا کام تمام کر دو گے۔ لیکن اگر تم نہ جاؤ تو میں خود جانے کو تیار ہوں۔  
یہ سن کر حضرت قیس نے جہڑ بڑھنے ہوئے آگے بڑھے اور فریٹ پیچکر  
تلوار کا ایک ہاتھ مارا، دشمن نے جو اب دینا چاہا لیکن قیس کی تلوار اپنا  
کام کر چکی تھی، دشمن مردہ ہو کر زمین پر گر گیا۔ ساتھ ہی مسلمانوں نے "اللہ اکبر"  
کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ "بس اب فتح ہے"

اس کے بعد آپ نے قیس کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور اپنے ساتھیوں  
سے بھی فرمایا کہ حملہ کرو

"اللہ اکبر! انکو کامیابی نہ ہوگی ان کا پہلا ہی آدمی خاک چاٹ رہا ہے"



حضرت خالد کی پکار سنتی اسلامی رسالہ کوٹ پڑا، لیکن عیسائی  
 رسالے کو اپنی کثرت پر ناز تھا، وہ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ جما رہا۔ مگر عیسائیوں نے  
 یہ شان دیر تک قائم نہ رہ سکی، ہزاروں کے مقابلے میں ان کو پیچھے ہٹنا پڑا، جو  
 مسلمان دور تک عیسائیوں کو دبا سکتے چلے گئے تو حضرت خالد نے ان کو  
 کا حکم دیا عیسائی اپنی شکست پر نہایت نادم و شرمسار تھے، اور آپس میں  
 دوسرے سے کہتے تھے کہ اسلامی رسالے کی تعداد بہت کم تھی پھر بھی اس  
 تمہارے قدم اکھاڑ دیئے، اس تداومت و شرمساری کو دور کرنے کے لئے عیسائی  
 نے جوش و حوصلے کے ساتھ آگے بڑھے،

مسلمانوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے، اس لئے وہ بہت خوش تھے  
 کہ عیسائی پھر مقابلے میں آئے اور انہیں از سر نو شجاعت آزمائی کا موقع  
 عیسائیوں پر مسلمانوں کی ایسی دھاک بیٹھ چکی تھی کہ وہ قریب بچ کر  
 ہمت نہ ہونی کہ مسلمانوں پر حملہ کریں، مسلمان خود حملہ آور ہونا چاہتے تھے مگر  
 حضرت خالد نے ان کو روکا کہ تم نجات ہو شکست ان کو ہونی ہے، اگر وہ تم  
 لڑیں تو بے شک تم ان کا جواب دو۔ لیکن اگر وہ واپس جائیں تو چلے جانے  
 تمہاری بہر حال فسخ ہے۔

رومی کچھ دیر پیش قدمی کرتے اور پسپا ہوتے رہے لیکن بالآخر  
 ان کے حوصلے نے یک قلم جواب دے دیا اور وہ واپس چلے گئے۔





## رومی قاصد امین الامت کی خدمت میں

اپنے لشکر میں پہنچ کر باہان نے رومی افسروں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ مسلمان اتنے دنوں تک تمہارے ملک میں رہ کر تمہارے ملک کا عیش و آرام اٹھا چکے اب وہ باسانی یہاں سے واپس جانے والے نہیں، اور جنگ کی نسبت نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا کیا انجام ہو۔ اس لئے تم لوگوں کی رائے ہو تو مسلمانوں کے پاس قاصد بھیجا ان کا ٹائڈہ طلب کیا جائے۔ اور اس سے صلح کی گفتگو کی جائے۔ اگر وہ کچھ لے دے کہ صلح پر رضی ہو جائیں تو یہ جنگ سے کہیں بہتر ہے۔

رومی افسروں نے باہان کی رائے سے اتفاق کیا اور ایک غیبیائی کو جس کا نام جرجہ تھا حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں بھیجا۔ جرجہ نے حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میرے سپہ سالار کی خواہش ہے کہ آپ سے پہلے جو شخص مسلمانوں کا امیر الحسکرت تھا۔ اس کو میرے سپہ سالار کے پاس بھیجئے تاکہ بالمشاورہ گفتگو کے بعد معلوم ہو کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں اگر آپس کی گفتگو سے مصالحت کی کوئی صورت نکل آئی تو بہتر ہے ورنہ جنگ تو ہونی ہی ہے۔

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد کو بلا کر باہان کے پیام سے مطلع کیا۔ اور فرمایا کہ آپ رومیوں کے پاس جا کر انہیں اسلام کی دعوت دیجئے اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ہمارے ان کے درمیان کوئی جھگڑا باقی



نہ رہے گا۔ اور ہمارا اور ان کا نفع نقصان ایک ہو جائے گا۔ اگر وہ  
اسلام قبول نہ کریں تو جزیہ کی شرط پیش کیجئے گا۔ اور اسے بھی قبول نہ کریں  
تو پھر صاف کہہ دیجیے کہ ہم جنگ کریں گے اور خدا جو فیصلہ کرے گا  
وہ ہوگا۔

رومی قاصد شام کے وقت اسلامی لشکر میں پہنچا تھا۔ اس سے  
مقوڑی دیر میں مغرب کی نماز شروع ہو گئی، مسلمانوں کی نماز پابندی  
کے روح بد و نظر اس نے قاصد کا قلب نور ایمان سے منور کر دیا۔  
نماز سے فارغ ہو کر حضرت خالد نے قاصد سے فرمایا۔ اب رات  
ہو گئی ہے تو اپنی فوج میں واپس جا، کہہ دینا میں کل آؤں گا۔  
جرجہ کی توجہ تمام مسلمانوں کی نماز میں جذب ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ  
ابتدائے ان لوگوں کے دیکھنے میں محو تھا جو نماز و دعا میں مصروف تھے  
حضرت عمرو بن العاص نے جرجہ کی غیر معمولی محبت کو دیکھ کر حضرت  
ابو عبیدہ سے کہا۔ آپ کے پاس جو روحی قاصد آیا ہے کچھ دیوانہ سا معلوم ہے  
حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ یہ بات نہیں ہے، تم دیکھتے نہیں  
وہ کس ذوق و شوق سے مسلمانوں کی عبادت کو دیکھ رہا ہے، میرا جیسا  
ہے کہ اللہ نے اس کے دل میں نور ایمان پیدا کر دیا ہے۔ اور اس پر مسلمانوں  
کی خوبیاں واضح ہو گئی ہیں۔

مسلمان نماز و دعا سے فارغ ہوئے تو جرجہ نے حضرت ابو عبیدہ سے  
پوچھا۔ آپ نے اس دین کو کب قبول کیا اور کب سے اس کی اشاعت



کر رہے ہیں۔“

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ اب سے چکیں تیس برس قبل ہیں اس  
دین کی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ ہم میں سے کچھ لوگوں نے تو اسی وقت  
اسلام قبول کر لیا اور کچھ بعد میں مسلمان ہوئے۔

جرجہ نے پوچھا۔ تمہارے رسول نے اپنے بعد بھی کسی پیغمبر کے آنے کی

خبر دی ہے؟

حضرت ابو عبیدہ نے جو اب دیا۔ یہ خبر نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس  
یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ البتہ حضرت عیسیٰ نے ہمارے  
رسول کی آمد کی بشارت دی تھی۔

جرجہ نے کہا۔ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نے ایک شہر سوار  
رسول کی بعثت کی خوشخبری دی ہے، اور میرا خیال ہے کہ وہ تمہارے رسول  
ہیں۔ اچھا یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔؟

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول نے ان کے متعلق وہی فرمایا  
ہے جو خود اللہ کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کے بارے میں فرماتا ہے۔

اللہ کے نزدیک عیسیٰ مثل آدم کے ہیں جن کو اللہ

نے مٹی سے پیدا کیا۔ اور فرمایا کہ ”ہوجا“

بس وہ ہو گئے۔

ان مثل عیسیٰ عند اللہ

کمثل آدم خلقہ من تراب ثم

قال لعلہ کن فیکون ہ

اور یہی فرمایا ہے۔

اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور

یا اہل الکتاب لا تغلوا فی



دينكرد اتقوا لوالى الله الرحمن

الحق  
انما المسيح عيسى بن مريم رسول الله

كلمته القا الى مريم وروحنا مننا

بالله ورسوله ولا تقروا ثلاثه - انكروا

خير لكم فما الله الى احد بجان

له ولد، له مافى السموات ومافى

الارض وكفى بالله وكيلاً، لمن

يستنكف المسيح ان يكون عبداً

لله ولا الملائكة المقربين

ومن يستنكف عن عبادتي ويستكبر

فسيحشرهم اية جميعاً

اور اللہ کے بارے میں جو کچھ کہو عیسیٰ بن مریم

مخلص خدا کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ جسے اس نے مریم

کی طرف القا کیا اور اسکی طرف سے ایک روح ہیں

پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تین خدا

نہ کہو۔ اس کو چھوڑ دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اللہ

معبود واحد ہے اور اس بات سے پاک ہے کہ اس کے

اولاد جو جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب ہی کا ہے

نہ مسیح خدا کے بندے ہونے سے غار محسوس کرتے

ہیں اور نہ مقرب ملائکہ، اور جو شخص اللہ کی بندگی

سے غار محسوس کرے اور تکبر سے کام لے تو دلوگ سن

لیں کہ، انہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

جرجہ نے رومی زبان میں قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ سنا تو بے

اختیار لپکار اٹھا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نے بھی اپنی ہی صفت

بیان کی ہے اور میں یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ تمہارے رسول سچے ہیں

اور تم لوگ بھی سچے ہو۔

اس کے بعد جرجہ نے کہا۔ آپ ایسے آدمیوں کو بلائیے جو سابق الالہ

ہوں اور جو آپ کے ساتھیوں میں سب سے بزرگ سمجھے جاتے ہوں۔

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سعید بن زید کو

بلا کر کہا۔ یہ سابق الاسلام اور بزرگ ترین مسلمان ہیں۔



جرجہ نے حضرت ابو عبیدہ اور ان دونوں بزرگوں کو مخاطب کر کے کہا۔  
اگر میں مسلمان ہو جاؤں اور جہاد کروں تو آپ میرے لئے جنت کی ضمانت  
کر سکتے ہیں؟

ان بزرگوں نے جواب دیا۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ اور مرنے تک اسلام پر  
قائم رہو تو یقیناً جنتی ہو جاؤ گے۔

جرجہ نے کہا۔ تو آپ لوگ گواہ رہیے۔ میں اسلام قبول کرنا ہوں۔  
جرجہ کے قبول اسلام سے مسلمان بے حد خوش ہوئے، جرجہ رومیوں کے  
پاس جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ اگر آج تم  
واپس نہ جاؤ گے تو باہان ہے گا کہ ہم نے تمہیں بجز روک لیا۔ اس لئے یہاں  
سے کل جو قاصد جائے گا۔ اسے باہان روک لے گا۔ تم آج جاؤ۔ کل یہاں  
سے جو قاصد جائے گا اس کے ساتھ چلے آنا۔ تم میرے لئے بہت عزیز ہو، میں  
تمہاری ناقدری نہیں کرتا میں تمہیں دل سے چاہتا ہوں تم ہم میں سے ہر شخص  
کے نزدیک حقیقی بھائی کی طرح ہو۔

حضرت ابو عبیدہ کے فرماتے کے بعد جرجہ واپس چلا گیا۔ اور باہان  
سے کہہ دیا کہ تم جن سے گفتگو کرنی چاہتے ہو وہ کل آئیں گے۔

## حضرت خالد اور باہان کی ملاقات

حضرت خالد بن ولید دوسرے روز باہان کی ملاقات کے لئے تشریف  
لے گئے، باہان نے اپنی شان و شوکت اور فوجی کثرت و قوت کے مظاہرے



کا خاص اہتمام کیا تھا۔ راستے میں دائیں اور بائیں پیدل فوج کی دس دس صفیں تھیں۔ اور ان کے پیچھے سواروں کی اتنی لمبی قطاریں تھیں۔ جن کا آخری سرانظرہ آتا تھا۔ یہ تمام سپاہی خود، زرہ اور جوشن وغیرہ سے اس طرح لہجے میں غرق تھے کہ آنکھوں کے سوا ان کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ لیکن حضرت خالد پر اس منظر ہرے کا کوئی اثر نہ ہوا، وہ رومیوں کے درمیان سے اس طرح گذر رہے تھے جیسے بھیڑوں اور بکریوں کے ریوڑ کے درمیان سے شیر گذرے، آپ رومیوں کو کتوں سے بھی زیادہ ذلیل و بے حیثیت سمجھتے تھے۔ باہان آپ کے ساتھ بڑے اعزاز و احترام سے پیش آیا۔ آپ کا خیر مقدم کر کے اپنے برابر بٹھایا۔ اور گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت خالد کے پر ایہ آغاز ہی کو سن کر باہان دنگ رہ گیا۔ کہنے لگا۔

آپ تو روئے زمین پر سب سے زیادہ دانش ور اور عقلمند معلوم ہوتے ہیں، آپ کی کسی باتیں وہی سوچ سکتا اور کر سکتا ہے جو غیر معمولی فہم و دانش کا مالک ہو، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ جب آپ خود اس درجہ ذی فہم و دانش مند ہیں تو اپنے ساتھی کے مشورے کا اپنے کو کیوں محتاج سمجھتے ہیں؟

ساتھی کا اشارہ حضرت ابو بکر پرہ کی جانب تھا۔

حضرت خالد نے فرمایا۔ "تجلیں اتنے ہی پر کعب ہے؟ ہمارے فوج میں دو ہزار ایسے آدمی ہیں جن کے مشورے سے نہ بے نیازی اختیار کی جاسکتی ہے اور نہ ان کی رائے کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔"



باہان نے کہا۔ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ تم لوگوں میں اس قدر فہم و فراست موجود ہے۔ ہم تو تم لوگوں کو ان چیزوں کا اہل ہی نہیں سمجھتے تھے؟  
حضرت خالد نے فرمایا۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم جو سمجھیں درست ہی ہو۔

اس کے بعد کچھ اور باتیں ہوئیں، پھر باہان نے کہا۔ اصل معاملے پر پہلے آپ گفتگو شروع کریں گے یا میں ابتدا کروں۔  
حضرت خالد نے فرمایا۔ میں جو مطالبہ کرتا ہوں اور جس چیز کی طرف بلاتا ہوں اس سے تم ناواقف نہ ہو گے، اجنادین، مرجع الصفر، قتل اور دوسری جنگوں میں تمہارے ساتھی اس سے واقف ہو چکے ہیں۔ اس لئے مجھے تو کوئی نئی بات کہنی نہیں ہے، البتہ مجھے نہیں معلوم کہ تم کیا کہنا چاہتو ہو، اس لئے پہلے تمہیں گفتگو شروع کر سکتے ہو۔

باہان نے اس طرح گفتگو شروع کی۔ "تمام تعریف اللہ کے لئے جو جس نے ہمارے رسول کو سب سے افضل رسول ہمارے بادشاہ کو سب سے بڑا بادشاہ اور ہماری قوم کو سب سے بہتر قوم بنایا۔"

حضرت خالد نے قطع کلام کر کے فرمایا۔ "میں نہیں بلکہ تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں توفیق دی کہ اپنے رسول پر تمہارے رسول پر اور تمام رسولوں پر ایمان لائیں اور جس نے ہمارے امیر کو ہر طرح ہمارے برابر قرار دیا ہے ہمارا امیر اگر ہمارے مقابلے میں بادشاہی کا دعویٰ کرے تو ہم اسے فوراً معزول کر دیں، ہم اپنے امیر کو کسی مسلمان سے افضل نہیں سمجھتے۔"



ہمارے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو خدا کے نزدیک زیادہ متقی و صالح ہو،  
 تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہماری قوم کو یہ توفیق دی کہ وہ نیک  
 کاموں کا حکم دیتی ہے اور بڑے کاموں سے روکتی ہے لغزش اور گناہ کا  
 اقرار کرتی ہے اور اللہ سے معفرت چاہتی ہے خدا نے واحد کی عبادت  
 کرتی ہے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتی، ہاں اب تم جو چاہو کہو۔  
 یہ سن کر باہان کے چہرے کا رنگ نہ رہا اور وہ ٹھوڑی دیر کے لئے  
 سوخت میں پڑ گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک طویل تقریر کی جس میں پہلے  
 اپنی قوم کی خوشحالی کا ذکر کیا۔ پھر اپنے اس احسان کا ذکر کیا کہ اہل عرب  
 آہادی کے ساتھ اس ملک میں آمد و رفت کرتے تھے انھیں ہر جگہ امن حاصل  
 تھا لیکن وہ بیکار اس کے ملک پر چڑھ دوڑے اور اس کے شہروں اور  
 قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے ایہ اینوں اور نرکوں کا حوالہ دیتے  
 ہوئے کہا کہ عربوں سے پہلے یہ دونوں قومیں اس کے ملک پر حملہ آور ہوئی  
 تھیں اور اس کو مستح کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔ پھر بے  
 سرو سامان اہل عرب اس کے ملک کو کیا فتح کر سکتے ہیں؟ وہ محض فحط  
 سالی اور فقر و فاقہ سے تنگ آکر اس جہارت پر مجبور ہوئے ہیں۔ اس لئے  
 اگر وہ اس کا ملک خالی کر دیں۔ اور وعدہ کریں کہ پھر حملہ آور نہ ہوں گے تو  
 سپہ سالاروں کو دس دس ہزار دینار باقی انشروں کو ایک ایک ہزار  
 اور سپاہیوں کو ایک ایک سو دینار دینے کو تیار ہے۔  
 باہان اپنی تقریر پوری کر کے خاموش ہوا تو حضرت خالد نے اس کے



جواب میں ایک زبردست تقریر فرمائی۔ حمد و نعت کے بعد آپ نے کہا

تم نے اپنی قوم کی خوشحالی و فلاح البالی، شوکت و عظمت، کثرت  
و قوت شجاعت و بہادری اور دشمنوں پر فتیاب و ظفر مند

ہونے کا جو حال بیان کیا، ہم اس کو جانتے ہیں۔ تم نے اپنے

پڑوسیوں کے متعلق جن احسانوں کا تذکرہ کیا ہے اس سے

بھی ہم ناواقف نہیں ہیں۔ لیکن تم نے اپنے ہمسایوں کے ساتھ

جو احسانات کئے وہ اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر کئے، تاکہ

تمہاری سلطنت کو فروغ و ترقی حاصل ہو، اسی کا نتیجہ ہے

کہ ہمسایوں کا نصف یا ثالث حصہ تمہارے دہن میں داخل

ہو گیا اور آج وہ تمہارے زیر علم، ہم سے جنگ آزما ہے،

تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ ہم بھیر بکری اور اونٹ چرانے

والے ہیں۔ لیکن ہم میں کوئی شخص اس کام کو برا نہیں سمجھتا۔

تمہارا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ ہم پہاڑوں اور بیابانوں کے رہنے

والے ہیں اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں ہماری حالت پہلے اور بھی

خراب اور سخت تھی۔ اللہ نے ہمیں ایک ایسے ملک میں پیدا

کیا تھا، جس میں نہریں ہیں نہ دریا، بارش ہیں نہ کافی کھیت

بالکل بے آب و گیاہ ریگستان ہے، اس لئے یہ شک ہم

پہاڑوں اور ریگستانوں میں رہتے تھے، بھیر بکری اور اونٹ

چرانے تھے، ہمیشہ فقر و فاقہ میں بسر کرتے تھے، افلاس و ناداری



کی وجہ سے صدر حئی کو قطع کرتے تھے، اپنی اولاد کو ہلاک کر دیتے

تھے ہم میں جو قوی ہوتا تھا کمزوروں کو کھا جاتا تھا۔ کثیر التعداد لوگ قلیل التعداد لوگوں کو تباہ کر دیتے تھے۔ سال کے چار مہینوں

کے علاوہ جن میں جنگ ممنوع تھی ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے

اپنی جانوں کو محفوظ نہ سمجھتا تھا۔ ہم نے ایک اللہ کو چھوڑ کر بت

سے معبود بنائے تھے، اپنے ہاتھ سے بت بناتے تھے اور ان

کو پوجتے تھے۔ وہ نہ ہیں نفع پہنچا سکتے تھے اور نہ نقصان پھر

بھی ہم ان کی پرستش کرتے تھے، ہم انھیں خرابیوں میں پڑے

ہوئے، دوزخ کے کنارے کھڑے تھے۔ ہم میں جو مرتاد و فرخ

میں گرتا اور جو زندہ رہتا کفر و شرک میں مبتلا رہتا، اسی حالت

میں اللہ نے ہم میں ایک رسول بھیجا جو ہماری قوم کے سب سے

شریف خاندان اور سب سے محترم قبیلہ سے تھا۔ اور اپنی

ذاتی خوبیوں کی وجہ سے بھی تمام قوم میں افضل تھا۔

اس رسول نے ہمیں خدا کے واحد کی طرف بلا یا اور حکم

دیا کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیں

اور اس کے سوا ہم نے جو معبود بنا رکھے ہیں ان کو چھوڑ دیں۔ اسکو

سوا کسی کو اپنا حامی و کارساز نہ بنائیں، اس کے بیوی اور اولاد

نہ مانیں۔ آگ بھڑکے سورج چاند کسی چیز کی پرستش نہ کریں۔

اسی کی طرف لوگوں کو بلائیں اور اسی کی طرف متوجہ رہیں



اور ان لوگوں سے جہاد کریں۔ جو خدا کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہوں خدا کے لئے بیٹھا قرار دیتے ہوں۔ یا اس کو دو خداؤں میں سے ایک یا تین خداؤں میں سے ایک بھڑاتے ہوں، اور اس جہاد کو ہم اس وقت تک جاری رکھیں جب تک ایسے لوگ ایک خدا کا اقرار کر کے مسلمان نہ ہو جائیں اور جب اس طرح اسلام میں داخل ہو جائیں تو ہم اپنے اور ان کے نفع و ضرر اور راحت و تکلیف کو ایک سمجھیں۔ اور اگر وہ مسلمان نہ ہوں اور اپنے ہی دین پر قائم رہنا چاہیں تو ہم ان سے جزیہ کا مطالبہ کریں جسے وہ چھوٹے بنکر ادا کرتے رہیں۔ اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو ان سے صلح کر لی جائے اور اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو پھر ان سے جنگ کی جائے۔ اس جنگ میں ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ درجہ شہادت پر فائز ہو گا۔ اور خدا کے ہاں زندہ رہے گا۔ اور جنت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو گا۔ اور دشمنوں میں سے جو مارے جائیں گے وہ کفر کی حالت میں مریں گے اور ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

یہی باتیں ہیں جن پر خدا نے ہمارے رسول کو مامور فرمایا تھا، اور یہی باتیں ہمارے رسول نے ہمیں تعلیم فرمائیں۔ اس لئے ہم تمہیں بھی اسی بات کی دعوت دیتے ہیں کہ تم اسلام قبول کرو اور شہادت دو کہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی



معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول

ہیں۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو۔ اور اللہ کی طرف سے جو کچھ اترا

ہے اس پر ایمان لاؤ، بس تم ہمارے اسلامی بھائی ہو اور ہمارا

تمہارا نفع و نقصان ایک ہے، لیکن اگر تمہیں اس سے انکار ہو

تو پھر جزیہ دینا منظور کرو۔ اگر تم اس کو قبول لو تو ہمارے

ہاتھ سے تمہیں کوئی عزر نہ پہنچے گا۔ لیکن اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو

سمجھ لو کہ تمہارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑا ہے جو موت کو

اس طرح عزیز رکھتے ہیں جس طرح تم زندگی کو۔ ہم خدا کا نام

لیکر میدان میں نکلیں گے۔ پھر ہمارے تمہارے درمیان وہی

جو فیصلہ کرے گا وہ ہو گا۔ خدا ہی کا ملک ہے وہ جسے چاہنا

ہے دیتا ہے۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ انجام کار وہی لوگ کا مباح

ہوتے ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں۔

حضرت خالد کی تقریر کے بعد باہان سے پھر ایک مختصر تقریر کی جس میں کہا کہ

نہیم میں سے کوئی اپنا دین چھوڑ کر تمہارا دین قبول کریگا

نہ جسنے یہ دینے پر آمادہ ہو گا۔

اس گفتگو کے بعد حضرت خالد اسلامی فوج میں واپس چلے آئے۔

پاپان کا اپنے افسروں سے مشورہ اور پھر کو خط

حضرت خالد سے گفتگو کرنے کے بعد باہان سے اپنے افسروں کو جمع کیا



اور ان سے کہا کہ میں نے مسلمانوں کو جنگ سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی میں نے چاہا کہ وہ ہم سے مرعوب ہو کر بالآخر میں آکر ہمارے ملک سے واپس چلے جائیں لیکن ان کو اس سے قطعی انکار ہے وہ ہر طرح تلے ہوئے ہیں کہ ہم سے لڑیں ہمارے ملک پر قابض ہو جائیں ہمیں تباہ و برباد کر دیں اور ہمارے اہل و عیال کو بونڈی غلام بنالیں اس لئے تم لوگ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

روحی سرداروں نے بیک زبان کہا۔ ہم ہر وقت مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار ہیں ہمیں حکم دیجئے ہم ابھی میدان میں جاتے ہیں۔  
 باہان سے کہا۔ آپ ہمیں یہ مشورہ دو کہ ہم مسلمانوں سے کس صورت سے مقابلہ کریں۔ ہماری تعداد چار لاکھ ہے اور ان کی تعداد تیس ہزار کے قریب ہوگی ہم ان سے دس گنا زیادہ ہیں۔

روحی سرداروں نے کہا۔ ”آپ ہمارے اہل و عیال اور مال و اسباب کو سمندر کے کنارے بھجوا دیجئے تاکہ ہمیں لڑنے کے سوا کسی اور چیز کی فکر نہ رہے۔ اور جنگ کی یہ صورت اختیار کیجئے کہ ہر روز ایک لاکھ فوج مسلمانوں کے مقابلے کیلئے بھیجئے اور تین لاکھ کو محفوظ رکھیئے، اس طرح ہم نہایت اطمینان سے مقابلہ کر سکیں گے، مسلمانوں کو روزانہ لڑنا پڑے گا اور ہمیں سے ہر شخص کی باری ہوئے روز آ یا کرے گی۔ مسلمان ہر روز مقتول و مجروح ہوتے ہوتے بالآخر سپردال دیں گے۔ اگر اس جنگ میں ہمارے دریا آدی بھی بہاں آئے گی تب بھی دو لاکھ آدمی باقی رہیں گے۔“



دوسرے سرداروں نے بھی مختلف تجویزیں پیش کیں بحث و گفتگو  
بعد طے پایا کہ تمام رومی فوج ایک ساتھ مقابلے کے لئے نکلے۔ اور جب تک  
جنگ کا فیصلہ نہ ہو جائے میدان کارزار سے منہ نہ موڑے۔

اس کے بعد بائمان نے فیصلہ فرما لیا کہ میں نے مسلمانوں کے  
نمائندہ کو بلا کر گفتگو کی، اگر غیب و ترہیب سے کام لیا، اور افہام  
کی گفتگو کی مگر وہ کسی طرح صلح پر راضی نہ ہوا۔ دوسری طرف رومی فوج کا  
حال ہے کہ وہ دشمن سے خوفزدہ ہو گئی ہے تاہم میں جانتا ہوں کہ اس فوج  
میں ایسے دلیر اور بہادر بھی موجود ہیں جو دشمن کے مقابلے سے گریز نہ کریں  
وہ اس وقت تک برابر لڑتے رہیں گے جب تک خود میدان جنگ میں کا  
نہ آجائیں یا دشمن کو شکست نہ دیدیں، میں نے اپنے سرداروں کو جمع کر  
ان سے مشورہ کیا سب نے فیصلہ کیا کہ دشمن کا پوری قوت کے ساتھ  
مقابلہ کرنا چاہیے۔ اور جب تک شکست و فتح کا فیصلہ نہ ہو جائے ہمیں  
جنگ جاری رکھنی چاہیے۔ میں نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا  
مسلمانوں سے جنگ نہ کرو ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

اسے وہم و سوسہ سمجھ کر میں نے اس کے اثر کو دل سے دور کر دیا۔  
لیکن اگر یہ خواب سچا ہے تو اس کے ذریعہ مستقبل واضح ہو جاتا ہے  
اس لئے میری رائے ہے کہ حضور والا حشم و خدم اور خزانہ کے ساتھ  
سرحد پر چلے جائیں اور وہاں سے جنگ کے نتیجے کا انتظار کریں۔



# جسارین کے متعلق رومی جاسوس کی پورٹ

ایک روز کہ چھپائی ہوئی تھی اور رومی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی کہ باہان اپنی فوج آدراستہ کر کے نکلا اس کی پوری فوج میں سفوں پر تقسیم تھی اور صفیں اتنی لمبی لمبی تھیں جن کی ابتداء و انتہا نظر نہ آتی تھی۔

انسران اسلام نے دیکھا کہ رومی آدراستہ ہو کر پڑھے چلے آ رہے ہیں تو وہ حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا۔ اگر ہم بھی تیار ہو کر مقابلہ کے لئے نکلیں گے تو رومی ہمارے لشکر گاہ میں داخل ہو جائیں گے پھر بڑا ہم کو مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم پہلے سے تیار ہو جائیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا۔ تمہاری رائے بالکل مناسب ہے چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں مسلمان بھی جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن رومی پھر کچھ سمجھ کر اپنی چھاؤنی میں لوٹ گئے۔

رومیوں کا ایک سپہ سالار در بخار تھا۔ جو صوفی منش اور صاحب بصیرت شخص تھا۔ اس نے اپنے جاسوس کو مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے اسلامی لشکر میں بھیجا۔ اس نے رات بھر مسلمانوں میں رہ کر ان کے طور و طریق دیکھے ان کے عزائم و خیالات معلوم کیے اور صبح کو در بخار کے پاس جا کر کہا۔

میں ایسے لوگوں کے پاس سے آ رہا ہوں جو رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں، دن بھر روزہ رکھتے ہیں، نیک کاموں کا



حکم دیتے ہیں۔ اور بڑے کاموں سے منع کہتے ہیں، ان کے عدل و مساوات کا یہ حال ہے کہ ان کا حکم بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں، اور زنا کرے تو اسے سنگسار کر دیں تمام حالات میں حق و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہیں اور اپنی خواہشوں کی کبھی پیروی نہیں کرتے،

ورنچار نے جاسوس کا یہ بیان سنا تو کہا۔

خدا کی قسم! ایسے لوگوں سے جنگ کرنے کے بجائے ہمارے لئے زمین کی آغوش کہیں بہتر ہے۔

## بڑھوک کا فیصلہ کن معرکہ عظیم

چند عیسائی عرب حال میں مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کو حکم دیا کہ تم رومی لشکر میں جا کر ان کے حالات معلوم کرو۔ اور واپس آکر اطلاع دو، تمہارے اس کام سے مدافعت میں مدد ملے گی۔ اس لئے تمہارا یہ کام بھی جہاد ہی میں شمار ہوگا۔

یہ نو مسلم۔ رومی لشکر میں گئے اور نصف رات کو واپس آکر انھوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کو اطلاع دی کہ رومی مسلمانوں کے مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں، صبح ہی ان کا حملہ ہوگا۔ اس لئے آپ کو بھی تیار ہو جانا چاہیے۔

یہ اطلاع پانے ہی حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت خالدؓ اور تمام



انسان اسلام نے فوج کی آراستگی کا کام شروع کر دیا۔

حضرت ابو عبیدہ کی قرأت سے ایک مبارک شگون  
 مجاہدین میں ایک شخص نے اشد بن  
 عبدالرحمن ازوی کہنے۔ وہ کہتے ہیں

کہ حضرت ابو عبیدہ نے فجر کی نماز پڑھائی پہلی رکعت میں آپ نے  
 سورہ وا القمہ پڑھی، جب اس مقام پر پہنچے،

الْمُشْرِكِيَّةَ فَعَلَّ سَرَّ بَيْكَ  
 بَعَادِ اَرْمِ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي  
 لَمْ يَخْلُقْ مِثْلَهَا فِي الْبِلَادِ  
 وَتَمُودَ النَّيْنِ جَابُوا الصَّخْرَ  
 بِالْوَادِ وَفَرَعُونَ ذِي الْاَوْتَادِ  
 الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ  
 فَالْكَرُوفِ فِيهَا الْفَسَادُ فَصَبَّ  
 عَلَيْهِمْ سَرَّ بَيْكَ سَوْطِ  
 عَذَابٍ اِنَّ  
 سَرَّ بَيْكَ  
 لِبِالْمِرْصَادِ

اے رسول! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارا سپہروردگان  
 نے عباد ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا، جو ایسی ایسی عالیشان  
 عمارتوں کے مالک تھے جن کی مثل (عمارتیں دوسرے)  
 شہروں میں نہیں بنائی گئی تھیں اور تمہارے (کے ساتھ  
 کیا کیا؟) جس نے وادی (قریٰ میں عمارت کے لئے)  
 چٹان تراشی تھی، اور میخوں والے فرعون بنا کیا معا  
 گیا، ان سب نے انسانی آبادیوں میں سرکشی اختیار  
 کر رکھی اور ان میں کثرت سے فساد پھیلا رکھا تھا۔  
 انجام کار تمہارے رب نے ان پر اپنی سزا کا تازیانہ  
 پھینکا۔ تمہارا پروردگار ہمیشہ نافرمانوں کی گناہ  
 میں ہے۔

تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ رومی بھی اپنی کثرت سے تعدد اور  
 اور کفر و معصیت کے اظہار سے عاویہ کی طرح ہیں۔ اس لئے ہم  
 رومیوں پر غرور غالب ہوں گے۔ ابو عبیدہ نے اس سورہ کی قرأت



ہمارے لئے ایک طرح کی غیبی بشارت ہے،

دوسری رکعت میں حضرت ابو عبیدہ نے سورہ وانشس پڑھی

جب آپ نے یہ آیتیں پڑھیں۔

قوم ثمود نے ازراہ سرکشی (صالح) کی تکذیب کی

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا

جب کہ ان میں کاسب سے بڑا شقی آدمہ کھرا ہوا۔

اِذَا نَبَعَتْ اَشْتَاهَا

پھر اللہ کے رسول نے ان سب سے کہا کہ اللہ کی

فَقَالَ كَهْرُ رَسُوْلٍ

اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے جزوار

اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيَاهَا

رہنا۔ لیکن انھوں نے اس دہن دید کو بھی جھٹلادیا

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوْهَا

اور اونٹنی کی کوچ کاٹ ڈالی انجام یہ ہوا کہ خدا نے

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ

ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت ڈالی اور

مَرَّ بَيْنَهُمْ

ان کو برابر کر کے رکھ دیا۔ اور اس کو ان کے

فَسَوَّاهَا وَاَوْجَانُ

انجام کار کا ڈر نہیں۔

عُقْبَاهَا

تو میرے دل میں خیال گذرا کہ روسیوں پر بھی عذاب الہی کا تازیانہ

پڑے گا۔ اور گذشتہ قوموں کی طرح یہ بھی تباہ و برباد کر دیے

جائیں گے۔

حضرت ابو عبیدہ کا مبارک خواب | نماز کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے مسلمانوں سے مخاطب

ہو کر فرمایا کہ میں نے یہ مبارک خواب دیکھا ہے کہ کچھ لوگ مجھے گھیرے

کھڑے ہیں۔ میرے جسم پر سفید لباس ہے۔ ان لوگوں نے تم میں سے



کچھ ایسے آدمیوں کو بلا یا جنہیں میں بھیجتا ہوں اور کہا کہ رومیوں پر حملہ کرو  
 ان سے خوف نہ کھاؤ تمہیں غالب ہوگے۔ ہم رومیوں پر ٹوٹ پڑے  
 ان کا ہجوم کافی کی طرح پھٹ گیا۔ ہم برابر آگے بڑھتے گئے اور ان کے  
 لشکر میں گھس پڑے وہ مقابلے میں قائم نہ رہ سکے اور بھاگ نکلے،  
 یہ خواب سنکر مسلمانوں نے خوشی کا اعرہ بلند کیا۔

حضرت ابو عبیدہ کے خواب کی تائید | ابو مرثد خولانی نے پکار کر کہا  
 کہ میں نے بھی ایک خواب

دیکھا اور وہ بھی خدا کی طرف سے ایک بشارت ہے۔ میں نے دیکھا کہ ہم  
 من کے مقابلے کے لئے نکلے۔ جب ہم ان کے سامنے پہنچے تو آسمان سے  
 بے برشے ہینٹناک پرندے اترے سب کے منہ پر شیر کے پنچوں کی مانند  
 تھے، وہ دشمنوں پر اس طرح چھپٹ رہے تھے جس طرح بازہ چڑھیوں پر  
 چھپتے ہیں۔ جب کوئی پرندہ کسی دشمن کے پاس پہنچتا تو اس کو ایسا پنجہ مارنا  
 کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

پھر یکایک میں نے شور بسنا کہ مسلمانو! بشارت ہو کہ خدا نے  
 ماری امداد کے لئے فرشتے بھیجے ہیں۔

یہ خواب سنکر مسلمانوں نے پھر اظہار مسرت کیا۔  
 حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ یہ بھی خدا کی طرف سے ایک بشارت  
 ہے۔ مسلمانوں میں اس خواب کو پھیلاؤ۔ اس سے ان کا دل ٹرپے گا  
 اور ان کا حوصلہ بلند ہوگا۔ اور وہ دشمن کے مقابلے میں اور بھی دلیر ہو جائیں گے۔



حضرت ابو عبیدہؓ کی پدایت کے مطابق مسلمانوں میں ان  
خوابوں کی اشاعت کی گئی۔ جس سے ان کے عزائم کو مزید تقویت پہنچی

حضرت ابو عبیدہؓ کی تقریر میں آئے چار لاکھ سپاہیوں کی پیر

صفیں تھیں، مہینہ کی کمان ابن قناطیر اور حاکم ارمینیہ بترجیر کے ہاتھ میں  
تھی، اور ہیسیرہ کا سپہ سالار اور بخار تھا۔

حضرت ابو عبیدہؓ بھی غازیان اسلام کو لیکر نکلے، مہینہ کے افسر حضرت

معاذ بن جبل تھے، ہیسیرہ کے افسر قباث بن اشیم تھے، یہیدل فوج کی

کمان ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کے ہاتھ میں تھی، اور سالار کے سپہ سالار

سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ تھے، کل فوج چار حصوں میں تقسیم تھی

ایک حصہ کے سپہ سالار یزید بن ابی سفیان تھے۔ دوسرے حصے

سپہ سالار شرییل بن حسنہ، تیسرے حصے کے سپہ سالار حضرت

عمر بن العاص اور چوتھا حصہ سپہ سالار اعظم حضرت ابو عبیدہؓ کے

ہاتھ میں تھا۔

جب صفیں درست ہو گئیں تو حضرت ابو عبیدہؓ نے حجاب

کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اللہ کے بندو! اللہ سے اعانت طلب کرو، وہ تمہاری

اعانت فرمائے گا۔ اور تمہیں ثابت قدم بنا دے گا۔

مسلمانو! اللہ کا وعدہ حق ہے۔ استقلال سے کام لو،



استقلال میں کفر سے نکالت ہے۔ خود کی خوشنودی سے مراد دولت

امیر شکست سے فرستے۔ خبردار!

خبردار! جیسا کہ میں نے حکم زدوں کوئی اپنی دست سے بچو نہ ہو۔ ایک قدم بھی دشمن کی طرف نہ بڑھو۔ جنگ

میں سیدھے ہاتھ سے اور سپر سائیکل سے کر لو

بالکل سادگی و سادگی سے۔ صرف دل میں اللہ کا ذکر کرو

و عجاوہ اسلام کی تقریریں حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا  
قرآن کی تلاوت کرنے

والو! اور اسے شہدہ پاؤ کرے والو! پورا پورا سکھایا

حق کے لئے والو! خدائی قسم! صرف تمنا کر کے تم خدا

کی رحمت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ تمہیں نہ پانی و خوراک

سے خدا کی رحمت نہیں مل سکتی۔ خدا کی مشق خدا اور رحمت خدا

صرف انہیں لوگوں پر نازل ہوتی ہے جن کا دعویٰ ہے کہ انہیں

ہو تا ہے جو اپنے عمل سے خدا سے دعا کر کے ان کی تشریح

کرتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا۔

کہ گواہی دینا بھی رکھو۔ گواہی دینا بھی رکھو۔ گواہی دینا بھی رکھو۔

اپنی جگہ نہ رہو۔ ایک قدم نہ بڑھو۔ دشمن کے ہاتھ سے نہ بچو اور

جس چیزوں کا کہو وہ پورا ہے۔ تو بیروں کی طرح ٹوٹ پڑنا



خدا کی قسم مجھے خبر دی گئی ہے کہ مسلمان اس ملک ضرور فتح  
 کریں گے۔ اس کا ایک ایک قریب اور ایک ایک مکان مسلمانوں  
 کے قبضے میں آجائے گا۔ اس لئے تم دشمن کی کثرت سے خوفزدہ  
 نہ ہو۔ اگر تم نے دل کی سچی قوت سے حملہ کیا تو یہ بزدلان اس  
 طرح فرار ہو جائیں گے جس طرح باز کے حملے سے کبوتر بھاگ  
 جاپا کرتے ہیں۔

ابو سفیان بن حرب ہر قبیلہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے تھے  
 مسلمانو! تم دشمن کے ملک میں ہو جو تمھارے وطن سے دور  
 امیر المؤمنین سے بہت فاصلہ پر ہے۔ اس لئے تمھارے سے اپنی  
 بھائی بھی تمھاری مدد کو نہیں بھیج سکتے۔ تم ایسے دشمن کے  
 بالمقابل ہو جو تم سے تعداد میں بہت زیادہ ہے۔ تم نے اس کے  
 ملک و مال اور جان کا نقصان کیا ہے اس لئے وہ تم سے  
 سخت برا فروختہ ہے۔ اگر تم اس سے محفوظ رہنا چاہتے  
 ہو اور خدا کی رحمت کی نرمی کی کے طالب ہو تو اس کی صورت  
 یہی ہے کہ صدق و دل سے مقابلہ کرو اور جنگ میں ثابت  
 قدم رہو۔

# جنگ

رومی فوج کا کھٹا ٹھٹھا ہونا سمندر مسلمانوں کی طرف  
 پہنچا۔ یہاں پہلے پادری صلیبیوں بلند کئے ہوئے رقصوں  
 کے آگے آگے تھے اور اپنے پرچوں پر فخریوں سے لادے ہوئے کوا بھارے



تھے۔ تیس ہزار روپی ایسے تھے جنہوں نے اپنے پیروں میں زنجیریں ڈال لی تھیں۔ تاکہ مسلمانوں کے حملے کا دباؤ ان کو چھینے نہ ہٹا سکے۔

مسلمان خواتین لشکر گاہ میں ایک اونچے ٹیلے پر تھیں۔ حضرت خالدؓ نے رومیوں کو اس جوش و خروش کے ساتھ آگے بڑھنے دیکھا تو خواتین سلام کے پاس جا کر فرمایا

خبردار رہنا اور جس مسلمان کو بھاگتے دیکھنا اسے روکنا اور

غیرت دلانا۔ خواتین نے ہاتھوں میں لکڑیاں اٹھالیں اور

مسلمانوں کے سامنے آکر کہنے لگیں۔ خبردار! آج تم نے

ہماری حفاظت نہ کی تو اپنے کو ہمارا شوہر نہ سمجھنا۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ کو خدا نے جو حربی بصیرت عطا فرمائی تھی اس سے

وہ تمام پہلوؤں کو نہایت ہوشیاری سے دیکھ رہے تھے، اور ضروری

تدابیر عمل میں لائے ہوئے تھے۔

آپ حضرت ابو عبیدہ کے پاس گئے اور کہا کہ رومیوں کی تعداد

بہت زیادہ ہے۔ تیاری بھی بہت زبردست ہے اور وہ بڑے جوش

و دلولہ کے ساتھ پیش قدمی کر رہے ہیں۔ میرا رسالہ رومی پیدلوں اور

سواروں کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتا۔ اس لئے میری رائے ہے کہ

میں اپنے رسالہ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ تو بدستور اپنے ہاتھ

رکھوں۔ اور دوسرے حصے کو قیس بن امیرؓ کی گمان میں دے دوں۔ اس

کے بعد ہم دونوں اسلامی بیٹنہ دوسرے کے پیچھے کھڑے ہو جائیں، رومیوں کے



حمله پر خدا مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے، اگر وہ اپنی جگہ تھے، سب تو بہتر  
وہ نہ تھے، وہ لوگوں اپنی فوج کے ساتھ نہ وہی مہینے اور پندرہ سو کے پر حملہ کر دینے  
اس وقت روٹی نہ تھی، کاجوش و خروش سرد پڑ چکا ہو گا۔ اور اڑھتے لڑنے  
اس کی صفیں و رہم بہ ہم ہو چکی ہوں گی۔ اس لئے ہمارا حملہ انشاء اللہ کامیاب  
ثابت ہو گا اور خدا ہمیں فتح دے اور دشمن کو تباہ کر دے گا۔

اس کے ساتھ آپ کی نسبت بھی میری یاد اس کے ہے کہ آپ اپنی  
جگہ سیدوں نے زید کو مقرر فرمایا کہ خود ایک منقول جمعیت کے ساتھ  
ان کے چھپے گھر سے ہو جائیں اور مسلمانوں کی پشت پناہی کریں۔  
حضرت عثمان کے مشورے سے اس کے مطابق حضرت ابو عبیدہ نے  
حضرت سیدوں نے زید کو اپنی جگہ متعین کر دیا اور اپنی جمعیت لے کر فوج  
کے چھپے گھر سے نکلے۔

رومی پندرہ سو کا اسلامی مہینہ کہ حملہ  
سپہ سالار اور بنا  
رومی پندرہ سو کے  
سپہ سالار نے  
حضرت عثمان بن حنیف اسلامی مہینے کے  
اٹھوں سالے پکار کر مسلمانوں سے کہا۔  
خدا کے ایک انداز پندرہ اور وہی بڑی دلیری سے تم پر چڑھ  
رہے ہیں اگر کوئی چیز انہیں پسپا کر سکتی ہے تو تمہاری ہے  
جہاں وہ حملہ اور ی اور بھگانا نہ جنگ۔  
یہ کہہ کر آپ گھوڑے سے کود پڑے اور شیر مایا کہ



جس کا تاجی چاہے میرے گھوڑے پر سوار ہو کر لڑے  
میں پیدل لڑوں گا۔

حضرت معاذ بن جبل کے نو خیز بیٹے پاس ہی موجود تھے، وہ ہمت کر کے  
گھوڑے کی پشت پر پہنچ گئے اور سہنے لگے بیٹے امید ہے کہ میں سوار  
ہو کر بہتر طور پر مسلمانوں کی خدمت انجام دے سکوں گا۔ اور آپ  
پیدل ہو کر زیادہ مفید ثابت ہو سکتے ہیں، جو لوگ پیدل ہیں وہ آپ کو دیکھ کر  
ثابت قدم ہو جائیں گے۔

حضرت معاذ نے اپنے اور بیٹے کے لئے خدا کی رضا و خوشنودی  
کی وعامانگی اور تہا بیت بہادری سے لڑے۔

بادریوں اور ہاہاہوں کے جوش و لاسے سے ایک مرتبہ رومیوں  
نے زبردست حملہ کیا تو حضرت معاذ نے چٹا کر کہا۔

ابھی رومیوں کے قدم اکھاڑ دے ان کے دلوں کو مری ہو پ  
کر دے، ہم ہمیں سکون نازل کر، ہمیں تقویٰ پر قائم کر دے  
ہماری نظریں تنگ کو محبوب بنا دے اور ہمیں توفیق عطا  
فرما کہ ہم تیرے پیچھے پر رضا مند ہو جائیں۔

سچہ سالار اعظم باہان بھی آگے بڑھ کر اپنے بیسرہ کو حوصلہ دلائے گا

رومیوں نے نئے جوش کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر دیا،

مسلمان بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے لیکن رومی بیسرہ کے

یکایک ٹوٹ پڑنے سے ان میں اضطراب پھیل گیا اور قلب فوج کے



کچھ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے یہ دیکھ کر حجاج بن عبدالغوث نے لٹکار کر  
 مسلمانوں کو حوصلہ دلایا۔ ان کی آواز پر پانسو مجاہدین ان کے گرد جمع ہو گئے  
 انہوں نے آگے بڑھ کر ان رومیوں کو روک دیا جو بھاگتے ہوئے مسلمانوں  
 کا پیچھا کر رہے تھے جن مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے انہوں نے اپنے  
 ساتھیوں کی یہ جرات و بہادری دیکھی تو ان کی بھی ہمت بندھ گئی اس کے  
 بعد جو مسلمان بھاگے جا رہے تھے۔ ان کے راستے میں مسلمان خواتین  
 لکڑیاں لیکر کھڑی ہو گئیں اور انہوں نے بھاگنے والوں کو مار مار کر  
 فوج میں واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ انہیں بہادر خواتین میں ایک خاتون  
 خولہ بنت ثعلیبہ تھیں، انہوں نے چیمہ کی ایک چوہ نکال لی مگنی اور اسے  
 ہاتھ میں لیکر بھاگنے والوں کو روک رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں

نیک اور پارہ ساعورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والے! کوئی تیر  
 یا موت تیرا کام تمام کر دے تو تو دیکھ لیکھا کہ یہ عورتیں بہت  
 جلد قید ہو جائیں گے اور ان کو عزت و شادمانی سے محروم  
 کر دیا جائے گا۔

اس گھمسان کی لڑائی میں قبیلہ آذ و بڑی ثنابت قدیمی سے منٹا بلکہ کہا  
 تھا، عمرو بن طفیل آذوی نے اپنے قبیلے کو خطاب کرنے کہا  
 خبردار! تمہاری طرف سے مسلمانوں کو شکست نہ پہنچنے پائے  
 وہ آخر دم تک لڑتے رہے اور نوروی بہادروں کو قتل کر کے خود  
 بھی شہید ہو گئے۔



جناب بن عمر نے اپنے چہنڈ سے کوزہ سے ہلا کر بلند آواز سے کہا

اے قوم از و انتم میں سے کوئی ہمیشہ زندہ نہ رہے گا۔ نہ  
اس وقت تک اپنے کو معصیت و خواری سے بچا سکے گا  
جب تک وہ پوری صدق و بی گناہی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ نہ کرے گا  
آگاہ ہو جاؤ کہ عمر نے واپس لے لئے شہادت اور بھاگنے والے  
کے لئے ذلت ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بھی ایسی قبیلہ سے تھے وہ چلا چلا کر کہہ دیتے تھے  
بہاؤ و باہوری تمھاری نشتر ہیں ان سے ملنے کے لئے اپنے  
کو آراستہ کر لو، خدا کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کمر  
باندھ لو۔ خدا کے نزدیک نیکی کی اس سے زیادہ پسندیدہ  
جگہ کوئی نہیں ہے جہاں تم اس وقت کھڑے ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی آواز پر قبیلہ از و کے بہادر ان کے گروہ جمع ہو گئے  
دست بدست جنگ ہونے لگی، معلوم ہوتا تھا زین جلی کی طرح گھوم رہا  
ہے۔ لیکن غازی بن اسلام اپنی جگہ پر ثابت قدم تھے، وہ وحی صفت کے  
صفت مسلمانوں پر لوٹ پڑتے تھے لیکن مسلمان قدم پیچھے نہ ہٹا سکتے تھے  
نہایت خوریز اور ہولناک جنگ ہو رہی تھی۔ ہر طرف ہانکا اٹھتے اور اسلحہ  
چمکتے نظر آتے تھے۔ سہرا اور بازو کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ جنگ کا سلسلہ  
اسلامی مہم سے نسبتاً تک پہنچا ہوا تھا۔ لیکن مہم میں قیامت برپا تھی اسی  
حالت میں بائیس ہزار تازہ دم رومیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ پھر بھی



غازیان اسلام کے پائے استقلال میں فرق نہ آیا وہ برابر لڑتے رہے۔

حضرت خالد کا یہ وقت حملہ عین اسی حالت میں حضرت خالد

ابن ولید اپنا رہا سال لگے ہوئے پہنچ گئے اور حملہ شروع کیا آپ کے بے پناہ حملوں سے رومیوں میں قیامت برپا ہو گئی، سیف اللہ کے زمانے نے ان کی آن میں دس ہزار رومیوں کو خاک و خون پر سلا دیا۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید سے لڑنے والے رومیوں کو قتل کرتے ہوئے اسلامی مجاہدوں میں پہنچ گئے آپ نے وہاں کی ترتیب از سر نو درست کی اور پانچ ہزار مسلمانوں سے خطاب کیا۔

مسلمانوں اور دشمن کے ہوش و خروش اور اس کی جنگ جوی و بہادری کو تم دیکھ چکے اب اس پر سختی سے حملہ کرو، خدا تمہیں ابھی ابھی منظور و منصور کرے گا۔

حضرت خالد کی پکار نے مسلمانوں میں ناز و روح بہا دوڑا دی۔ آپ مجاہدین اسلام کو لیکر رومیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ رومیوں کی تعداد ایک لاکھ تھی اور حضرت سیدت الدین کے ہمراہ صرف ایک ہزار غازیان اسلام تھے لیکن آپ کے حملہ کرنے ہی سے رومیوں کے قدم اکٹھے ہوئے، اس کی پسپائی کے بعد مسلمانوں نے پیدل فوج پر حملہ کیا وہ بھی بھاگ کھڑی ہوئی، رومی بیسیرہ اسلامی بیٹے سے لڑ رہا تھا وہ بھی پیچھے ہٹ گیا۔



حضرت محمد بن خالد نے فرمایا کہ اگر وہ یہ کہتا ہے تو اسے اس مقام تک پہنچانے کے لیے جہاں  
 روٹی کا بیج کا سب سے پہلے سالانہ وہ بچا کہ کھڑا تھا وہ اپنے ساتھ بیجوں سے کہہ رہا  
 تھا وہ جو کہے ہیں لپیٹ کر وہ کاش خدا ایسے ہی مسلمانوں کے مقابلے  
 سے بچا رہتا۔ نہ میں ان کو دیکھتا تو یہ بچے دیکھتے، نہ میں ان کی مخالفت  
 کرتا تو یہ میری مخالفت کرتے۔

آخر وہ بچا مسلمانوں کے مجرم بن گیا اور مارا گیا۔

ابن قنطار روٹی پیسے کا سب سے پہلے سالانہ

تھا اس کے بعد اسلامی بیسویں

اسلامی بیسویں کے پہلے

حکم کیا۔ یہ حکم اتنا سخت تھا کہ مسلمانوں کے قزم اکثر گئے اور وہ کھائے گئے  
 پر مجبور ہو گئے لیکن اسلامی حکم پر وارہا بھی پہا کی طرح سے کھڑے تھے  
 اور نہ اور شہادت سے لے کر، اور بیوں سے بھاگنے والے مسلمانوں  
 کا تعاقب کیا اور پھینکا کرتے ہوئے اسلامی لشکر کا وہ نہیں گھس گئے۔ اس  
 موقع پر خود ابن اسلام نے ہیرت انگیز دلیری اور بہاوری کا ثبوت دیا،  
 وہ بیڑوں لیکر وہ بیوں کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے، انہا بیت خونریز جنگ  
 ہو رہی تھی۔ قبا شہنشاہ ابن اشیم اسلامی بیسویں کے سب سے پہلے سالانہ تھے وہ انہا بیت  
 پہ چکر لگی سے مقابلہ کر رہے تھے اور وہ فوراً جوش میں آکر رہے تھے۔

اگر مسلمان جیسے کھڑے ہیں گئے تو ایک ہفتہ میں سب سے پہلے سالانہ اور  
 پشت پناہ اور وہ کو کھو دیں گے۔ جو جنگ کی ہولناکیوں کا  
 مقابلہ کرتا ہے جس کے دل میں کبھی خوف نہ آتا نہیں پاتا



جو ایسا شمشیر زن اور خوفناک حملہ آور ہے جسکی کوئی مدافعت  
نہیں کر سکتا۔

ان کے ہاتھ سے تلوار اور نیزے ٹوٹتے جا رہے تھے اور وہ یہ کہہ  
لوگوں سے دوسری تلواریں اور نیزے لیتے جا رہے تھے کہ کون ہے جو  
اس شخص کی تلوار یا نیزے سے مدد کرے جو اپنے کو خاصانِ خدا سے  
وابستہ کر چکا ہے اور خدا سے عہد کر چکا ہے کہ یا تو اپنی جگہ سے مرکہ  
ہٹے گا یا مسلمان قہقہہ ہو جائیں گے۔

ابوالاعور سلی آگے بڑھے اور انھوں نے قبیلہ انیس سے پکار کر کہا  
”تم بھی صبر و ثبات میں حصہ لو، صبر و ثبات میں باعثِ عزت  
و سرفرازی ہے اور آخرت میں موجبِ رحمت و عزت، اس  
لئے صبر و ثبات کو ہاتھ سے نہ دو۔“

سعید بن زید بڑی بہادری سے بیدل لڑ رہے تھے۔ وہ شیر کی طرح  
اپنے گھوڑوں پر بیٹھے رہتے اور جہاں کوئی دشمن سامنے آجاتا اس پر ٹوٹ  
پڑتے۔ جو آپ کی زد پر آجاتا آپ کے نیزے سے قتل کر کے سلامت  
نہ جاسکتا۔

ایمان کا کرشمہ دیکھئے کہ جو ابوسفیاء فتح مکہ تک اسلام کے دشمن  
اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حریف تھے۔ اس معرکہ میں شریک ہو کر  
داد شجاعت دے رہے ہیں۔ اور اپنے پیٹے حضرت زید کو اس طرح  
حوصلہ دلا رہے ہیں۔



بیٹے! تو مسلمانوں کا ایک سببہ سالار ہے دوسروں  
کی نسبت تجھ پر جنگ و جہاد اور صبر و استقلال کی ذمہ داریاں  
زیادہ ہیں تو خدا سے خوف کرتا رہ۔ ہر حال میں اسی پر نگاہ  
رکھ، تجھے چاہیے کہ تو اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ  
آخرت کا طالب، جنگ میں پامرو، مشرکوں پر سخت اور  
شدائد جنگ کا برداشت کرنے والا ہو۔

رومیوں کی ایک بہت بڑی فوج نے حضرت عمرو بن العاص پر ایسا  
سخت حملہ کیا کہ ان کی ماتحت فوج میں پر اگندگی پھیل گئی، لیکن حضرت عمرو  
بن العاص نہایت بسالت اور ثابت قدمی سے مقابلے میں جھے رہے  
ان کے ساتھیوں نے ان کا یہ صبر و استقلال دیکھا تو ان کی کھلی ہمتیں بند  
گئیں ان کے اکھڑے ہوئے قدم جم گئے، جو مسلمان بھاگے جا رہے تھے  
وہ بھی پلٹ آئے۔

حضرت عمرو بن العاص کی بہن بھی مردوں کے دوش بدوش دانی  
شجاعت سے رہی تھیں۔ اور پکار پکار کر کہہ رہی تھیں کہ  
خدا اس مرد کو رو سپاہ کرے جو اپنی بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر  
بھاگے

دوسری خواتین اسلام نے بھی خیموں کی چوہیں اٹھالی تھیں جو مسلمان بھاگے  
کر خیموں کی طرف آئے ان کو بانہ کر پھر میدان کی طرف بھاگا دیتیں اور کہتیں  
جاؤ لڑو، اگر تم نے آج ہماری حفاظت نہ کی تو تم آج سے



ہمارے شوہر نہیں

حضرت شریف بن حسنہ قلب کے سپہ سالار تھے اور حضرت سعید بن زید حضرت ابو عبیدہ کی جگہ کھڑے تھے۔ اور حضرت ابو عبیدہ قلب کی پشت پناہی کر رہے تھے فوج کے اس حصے میں بھی زبردست جنگ ہو رہی تھی حضرت شریف بن حسنہ چلا چلا کر یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

اللہ نے جنت کے بدلے مسلمانوں کی جان و مال کو خرید لیا ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔ اللہ نے تورات و انجیل اور قرآن میں جنت کے اس وعدے کو اپنے ذمہ بھرا لیا ہے اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدے کا پورا کرنے والا کون ہے؟ پس تمہیں اس سوا پر بشارت ہو جو تم نے خدا کو کیا اور یہ بہت

بڑی مراد مندی ہے۔

آپ اس آیت کو بڑھتے اور پکارتے کہ کہاں ہیں جو مشرکوں کے عوض اپنی جانیں بیچنے والے؟ اور کہاں ہیں آخرت میں جو اراہی کے خواستگار؟

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَرِ  
لَهُمْ الْجَنَّةِ طَيِّقَاتُونَ فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُونَ  
يُقَاتِلُونَ وَعَدًّا عَلَيْهِ حَقًّا  
فِي النُّزُوحِ وَالْإِنجِيلِ وَ  
الْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِوَعْدِهِ  
مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبِشِرُوا بِهِ  
الَّذِينَ بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ  
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ



جن لوگوں کے کانوں میں یہ آواز جاتی آ کر حضرت شمس بن حسنه  
کے گرد جمع ہو جاتے۔

اسلامی میسرے کی ابتری سے فائدہ اٹھا کر وہ میوں سے مسلمانوں  
کے رسالے پر حملہ کر دیا۔

حضرت فقیہ بن ہبیرہ نے یہ دیکھا تو اپنے بھوکا سپہ سواروں کو  
لیکر وہ میوں پر حملہ کر دیا جس سے وہ میوں میں غمزدہ پیدا اضطراب پیدا  
ہو گیا مسلمانوں نے قریب پہنچا اور سخت حملہ کیا جس سے وہ میوں کی صفیں  
وہم ہیم ہیم ہو گئیں اور سپاہی بھاگنے لگے۔

اور حضرت ابو نعیدہ نے سید بن زید کو حملے کا حکم دیا اور  
ان کی جانب سے بھی حملہ شروع ہو گیا۔

مجاہدین اسلام نے ہر طرف سے ایک ساتھ یہ آثار  
کی اور میوں پر بدلتا ہی طاری ہو گئی اور ان کے  
جو حملوں نے جو جانب سے دیا مسلمانوں نے اپنے حملے کو اور وہ بھی  
کر دیا اور وہ میوں کے قدم اکھاڑ دیتے اور وہ میوں کو بھرا کر  
مسلمانوں نے تعاقب کیا، اور وہ میوں کو بھرا کر چائے کے اور مسلمان ان کو تعاقب  
کر کے ان کو قتل کرتے جاتے تھے۔ اور وہ میوں بلندی کا پہرہ پہنے لگے،  
جس کے نیچے بہت بڑے بڑے ٹھکانے تھے، ان پر بدلتا ہی تو طاری  
تھی، اس کے علاوہ پہلے پر کبھی چھالی ہوئی تھی جس کا وجہ سے انہیں  
کچھ سوچنا نہ تھا۔ وہ بھرا گئے جاتے تھے اور ٹھکانے میں آ کر جاتے تھے



اور ٹیپے والوں کو اس کی خبر نہ تھی وہ سمجھتے تھے آگے جگہ ہے لوگ بھاگے  
 جا رہے ہیں۔ اسی طرح روئی تمام رات غاروں میں گرتے رہے، دوسرے  
 روز صبح ہوئی انھیں غار دکھائی دیے۔ اور انھوں نے دوسرے  
 راستے اختیار کئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کا سلسلہ جاری رکھا۔ تقریباً  
 ایک لاکھ روئی غاروں میں گر کر ہلاک ہوئے۔ اور پچاس ہزار تعاقب  
 میں مارے گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے میدانوں، جنگلوں، پہاڑوں اور وادیوں  
 تک میں تعاقب کیا اور وہ میوں کو بھگاتے ہوئے دمشق تک چلے گئے  
 وہاں کے باشندوں نے آپ کا تیر مقدم کیا اور معاہدہ صلح کی  
 تجدید کی۔

مالک اشترؓ حضرت خالدؓ کے ساتھ تھے انھوں نے دورانِ تعاقب  
 میں بڑی بہادری سے کام لیا، مسلمان و مشرق کے پاس پہنچے تو وہ میوں  
 اور شہینہ انھیں تعاقب کی پہاڑیوں پر چڑھ کر سنگباری شروع کر دی، مالک  
 اشترؓ مسلمانوں کی ایک جمیعت کو لیکر پہاڑی پر چڑھ گئے، وہاں ایک  
 نہایت قد آور اور لچم و شہیم پہلوان موجود تھا وہ مقابلہ میں آیا۔ مالک  
 اشترؓ نے ایک تلوار ماری اس کی ہتھیلی کٹ گئی۔ اس کے بعد وہ ان سے  
 لپٹ گیا۔ کشتی ہونے لگی دونوں حریف تھے ہوئے پہاڑی سے لڑ سکے۔  
 پہنچے آکر مالک اشترؓ اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور تلوار سے اس کا کام  
 تمام کر دیا۔ اس سے مارے جاتے ہی روئی بھاگ گئے۔



حضرت خالد نے دشمنوں میں قیام نہیں کیا بلکہ وہاں سے آگے بڑھ کر  
رومیوں کا تعاقب کیا جو حمص کی طرف بھاگ رہے تھے۔ آپ حمص پہنچے  
تو وہاں کے باشندوں نے بھی آپ کا استقبال کیا اور معاہدہ اطاعت  
کی تجدید کی۔

یہ ہموک کی جنگ میں بنی ہزار کے قریب مسلمان شہید ہوئے تھے  
حضرت ابو عبیدہ نے ان شہداء کو سپرد خاک کیا اور وہاں سے حمص کی  
جانب کوچ فرمایا۔ جہاں حضرت خالد نے اپنی فوج کے ساتھ قیام کیا۔

## دو پارہ خلافت میں تاریخ

یہ ہموک کی جنگ سے فارغ ہو کر حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ مکتوب ارسال کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کے نام، ابو عبیدہ بن الجراح  
کا مکتوب۔ سلام علیک

میں خدا کی ستمناش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی قابل

عبادت نہیں۔ تمام خوبیاں خدا ہی کے لئے ہیں جس نے

مشرکوں کو ہلاک اور مسلمانوں کو فتح فرمادیا۔ وہ ہمیشہ

مسلمانوں کا محافظ و معاون ہے۔ انھیں عورت و دنیا

سے اور ان کی دعوت کو باندھ کر رکھتا ہے۔ میں امیر المؤمنین



کو خبر دیتا ہوں کہ روپیوں سے جنگ ہوئی۔ جس میں  
 روپیوں کی تعداد غیر معمولی طور پر زیادہ تھی۔ ایسی ہی  
 اثنان روئی فوج سے ہمارا کبھی مقابلہ نہیں ہوا تھا۔ روپیوں  
 کو غرور تھا کہ انھیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ وہ اس  
 جوش سے لڑے کہ مسلمانوں کو اس سے پہلے کبھی ایسے ہتھیار  
 سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ لیکن اللہ نے انھیں صبر و ثبات  
 عطا فرمایا۔ ان پر فتح و نصرت نازل کی اور ان کے ہاتھوں  
 سے ہستیوں پہاڑوں، جنگلوں اور وادیوں میں اپنے  
 دشمنوں کو قتل و غارت کر دیا۔ روپیوں کے نام خیر و خیرگاہ  
 اور مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آئے، بین مسلمانوں  
 کے ساتھ روپیوں کا تعاقب کرتا ہوا شام کی آخری سرحد  
 تک پہنچ گیا، افسران اسلام ملک کے مختلف حصوں میں  
 بھیج دیئے گئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ یہ لوگ کے پیچھے کے متعلق سخت تشویش  
 تھی وہ بھی بدلتے بدلتے ہوئے۔ نامہ فتح پر ہنسا کر آپ نے سجدہ شکر  
 کیا اور حضرت ابو عبیدہؓ کے خط کا حسب ذیل جواب دیا۔  
 اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کا خط ابو عبیدہ بن الجراح  
 کے نام! اللہ کی حمد و ستائش کے بعد وہ ان فتح ہو کہ تمہارا خط



خط پہنچا، معلوم ہوا کہ اللہ نے تمہارے ہاتھ سے مشرکوں کو برباد کیا مسلمانوں کی مدد فرمائی، اور اپنے دوستوں اور اور فرما نہرواروں پر احسان کیا ہیں اس کے اس فضل و کرم پر اس کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس شکر کے ذریعہ وہ ہم پر اپنے احسان کی تکمیل کر دے۔ تمہیں ایمر فراموش نہ کرنا چاہیے کہ یہ نعمت دی اور کامیابی تمہیں اپنی کثرت، سائہ و سامان اور قوت سے حاصل نہیں ہوئی ہو تمہیں خدا کے فضل و احسان اور اس کی نصرت و اعانت سے بیشک نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے ساری خوبیاں ساری ستائشیں اور ساری بزرگیاں اسی کے لئے ہیں۔ جو احسن الخالقین ہے۔

والسلام

قیصر کی شام سے چمپرا گنگرودار  
جنگ بربوک کے دوران میں قیصر ہرقل انطاکیہ میں تھا۔ اس نے بربوک کے مفزورہ و میوں سے سنا کہ انہیں شکست ہو گئی تو اس نے اپنے درباریوں سے کہا

”جیسے تو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ مسلمان فتحیاب ہوں گے“  
اس کے درباریوں نے پوچھا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟



قیصر نے جواب دیا۔ ”تم جس قدر زندگی کو عزیز رکھتے ہو اس سے زیادہ مسلمان موت کے دلدادہ ہیں اور تمہیں جس قدر دنیا مرعوب ہو اس سے بڑھکر انہیں آخرت سے رغبت ہے۔ اس لئے ان کی فتح یقیناً تھی۔ جب تک ان کی حالت تمہاری جیسی نہ ہو جائے گی اور تمہاری طرح وہ بھی دین سے پھر نہ جائیں گے۔ ہمیشہ کامیاب اور فخر مند ہوتے رہیں گے۔“

مفرو دین میں قیصر کا ایک سپہ سالار بھی تھا، قیصر نے اس سے جنگ کا نتیجہ دریافت کیا اس نے شکست کی تصدیق کی۔

قیصر نے باہان اور دوسرے سپہ سالاروں کے بارے میں نام بنام دریافت کیا یہ معلوم ہوا کہ سب کے سب مارے گئے، یہ سن کر قیصر اس سپہ سالار پر بہت خفا ہوا۔ اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم تو نہایت خبیث اور کمینہ ہے نہ تو دین کی مدافعت کر سکا نہ دنیا کے لئے لڑ سکا۔ جب پیغمبر اسلام نے میرے پاس مکتوب دعوت بھیجا اور میں نے اسلام قبول کرنا چاہا تو سب سے پہلا شخص تو ہی تھا جس نے میری مخالفت کی۔ مسلمانوں نے حملہ کیا تو تو نے کیوں ان سے میرا ملک نہیں بچایا؟ قیصر کی طرف سے مدافعت کی یہ آخری کوشش تھی جس میں اس نے اپنی تمام طاقت صرف کر دی تھی، اس شکست نے اس کے عزائم کا پتہ لگانے کے لئے خاتمہ کر دیا چنانچہ مسلمانوں نے انطاکیہ کا رخ کیا تو وہ اپنے حشم و خدم کو لے کر قسطنطنیہ روانہ ہو گیا۔ جس وقت سرحد شام کو عبور کر



روم کی سرزمین میں قدم رکھا تو شام کی طرف رخ کر کے نہایت عبرت انگیز  
لہجے میں کہا

اے شام! اس وداع ہونے والے کا سلام قبول کر  
جسے پھر تیرے پاس آنے کی امید نہیں ہے۔" لہ

## فتوحات کا سیلاب

اسلامی قبضہ و تصرف سیلاب کی طرح شام کے شہر و دیار میں  
پھیلتا جا رہا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے افسران اسلام کو تھوڑی تھوڑی  
فوج کے ساتھ ہر طرف روانہ کر دیا تھا، وہ جہاں جاتے تھے جیساٹی  
بغیر مقابلہ یا معمولی مقابلہ کے بعد اطاعت قبول کر لیتے تھے۔

**قنسرین کی فتح** حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ  
کو قنسرین کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ یہاں کا  
حاکم بیناس تھا جو قبصر کے بعد رومیوں میں سب سے مقتدر سمجھا جاتا  
تھا۔ اس نے قنسرین سے آگے بڑھ کر اسلامی فوج کا مقابلہ کیا۔ طریقین میں  
نہایت خونریز جنگ ہوئی جس میں بیناس مارا گیا۔

یہاں سے حضرت خالدؓ نے قنسرین کی طرف پیش قدمی کی، اہل  
شہر قلعہ بند ہو کر مدافعت کرنے لگے۔ حضرت خالدؓ نے ان کو پیام دیا۔

۱۵ یرموک کی جنگ کی تمام تفصیل فتوح الشام از دی سے لی گئی ہے ۱۲

۱۵ اس عنوان کے ماتحت جننے واقعات ہیں وہ سب ابن خلدون سے ماخوذ ہیں ۱۲



تم اگر بادلوں میں چھپو گے۔ جب بھی خدا ہمیں اٹھا کر تھامے  
پاس پہنچا دے گا۔ یا تمہیں ہمارے پاس اُتار دے گا۔

کچھ روز تک اہل شہر قلعہ بند رہے لیکن آخر میں وہی ہوا جو حضرت خالد  
نے فرمایا تھا۔ مسلمانوں کا عزم و استقلال دیکھ کر وہمیوں نے شہر کا دروازہ  
کھول دیا اور حمص کی شرطوں پر اطاعت قبول کر لی۔

فقہین کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے  
حلب کی فتح

حلب کی طرف پیش قدمی کی۔ مصافحہ حلب  
میں عربوں کے چند قبیلے آباؤ تھے جو عیسائی ہو گئے تھے، انہوں نے پہلے  
جزیرہ دینے کی شرط پر اطاعت قبول کی اس کے بعد مسلمان ہو گئے۔

حلب کے باشندوں نے اسلامی فوج کی آمد کی خبر سنی تو  
قلعہ بند ہو گئے۔ حضرت عبید بن عرم بن مقدمہ الجیش کے سپہ سالار تھے  
انہوں نے شہر کا محاصرہ کیا، اہل شہر مدافعت جاری نہ رکھ سکے۔ اور صلح  
کی درخواست پر مجبور ہو گئے۔ بشرط صلح اہل حلب کی جان و مال  
ان کے گرجوں اور قلعوں کو امان دی گئی اور صرف ایک مسجد کی جگہ  
مستثنیٰ کر کے عہد نامہ لکھ دیا گیا۔

حلب سے حضرت ابو عبیدہؓ نے انطاکیہ کی  
انطاکیہ کی فتح

طرف کوچ کیا، یہ شہر رومی سلطنت کا پایہ تخت  
تھا۔ یہاں مختلف شہروں کے عیسائی آکر پناہ گزیں ہو گئے تھے انہوں  
نے شہر سے باہر نکل کر اسلامی فوج کا مقابلہ کیا۔ لیکن ایک ہی حملہ میں



ان کے جوصلے بہت ہو گئے اور انہوں نے بھاگ کر شہر مدینہ پہنچا لی۔  
 حضرت ابو عبیدہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا، چند روز کے بعد عیسائیوں  
 کے صلح کی وہ درخواست کی۔ حضرت ابو عبیدہ نے اس شرط پر وہ درخواست  
 منظور فرمائی کہ اپنی شہر سے وہیں اور وہ جہ تہذیب نہ دینا چاہیے وہ شہر چھوڑ کر  
 چلا جائے یہ نام لکھ دیا گیا۔

حلب اور انطاکیہ و شہر کے باشندوں کے یہاں بہت سے کشتی تھے انہوں  
 نے کئی بار عہد شکنی کی۔ لیکن ہر بار اسلحہ کی فوجوں نے ان کو مغلوب کر لیا  
 ایک بار حلب کے پاس مختلف مقامات کے عیسائیوں نے بہت بڑا  
 اجتماع کیا۔ حضرت ابو عبیدہ کو اطلاع ملی تو آپ نے ان پر حملہ  
 کیا بہت سے عیسائی مارے گئے۔ جن میں مذہبی بڑے اور بزرگ بھی  
 بھی تھے۔ عیسائیوں نے مغلوب ہو کر اطاعت قبول کر لی۔

**مالک اشتر کا کارنامہ**

حضرت ابو عبیدہ جو شہر فتح کرتے  
 ان پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے  
 حکم کے مطابق ایک باطل مقرر کرنے اور اس کی حفاظت کے لئے ایک  
 فوج متعین کر دیتے، رفتہ رفتہ نراست تک کے تمام شہر فتح ہو گئے  
 اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے فلسطین کی جانب مراجعت فرمائی  
 اور حضرت بصرہ بن مسروق کو دو ہزار فوج دیکر انرا فوجوں انہوں کے  
 مقامات کو صلح و اطاعت میں داخل کرنے کے لئے بھیجا، جو یہ مقامات  
 اشتر کے دلیر اور جو صلح مند شخص تھے انہوں نے بھی حضرت ابو عبیدہ



سے در خواست کی اور تین سو سواروں کو لیکر نکلے، حضرت مسیرہ  
 ابن مسروق نے پھر اس پر حملہ کیا۔ جو مصافحات انطاکیہ میں واقع تھا  
 اور جس کی سرحد ایشیا، کوچک سے ملتی تھی یہاں منعقد قبائل عرب تنوخ  
 ایاد، اور عنسان آباد تھے یہ عرب اور رومی ہیں ہزار کی تعداد میں مجتمع ہو کر  
 مقابلے میں آگے مسلمان سخت خطرے میں پڑ گئے تھے، لیکن حضرت مالک  
 ابن اشتر اپنے تین سو سواروں کے ساتھ بروقت پہنچ گئے مسلمانوں نے  
 اسلامی علم دیکھ کر خوشی کا نعرہ بلند کیا، اشتر نے پہنچتے ہی رومیوں پر حملہ کر دیا  
 اس غیر متوقع حملے سے رومی گھبرا گئے اور ان کے قدم اکھڑ گئے مسلمانوں نے  
 تعاقب کر کے ان کو قتل کرنا شروع کیا۔ رومی ایک بلندی پر چڑھ گئے اور  
 اوپر سے تیروں کی بارش کرنے لگے، اسلامی رسالہ بلندی کے پاس پہنچ کر  
 رک گیا۔

اسی حالت میں ایک رومی پہلوان سامنے آیا، اور اس نے مقابلے  
 کے لئے للکارا، اشتر نے بڑھ کر مقابلہ کیا اور دونوں جریوں نے ایک  
 ساتھ تلوار چلائی۔ رومی کی تلوار حضرت اشتر کے سر پہ بڑی اور خود کو  
 کاٹی ہوئی سترنگ پہنچ گئی۔ اشتر کا ہاتھ رومی کے بازو پر پڑا جو صرف  
 زخمی ہو کر رہ گیا۔ حضرت اشتر اپنی فوج میں واپس چلے آئے، پھر سے  
 نون پر کچھ چہرے اور ڈالہ بھی پر آ رہا تھا۔ آپ نے ہندی لیکر زخم پر رکھی اور  
 بچی باندھ کر اپنے پیچھے بھائی سے کہا: "میری تلوار تم نے لو اور اپنی تلوار"



انہوں نے کہا ”میری تلوار میرے پاس رہنے دیجیے شاید مجھے

ضرورت پڑ جائے“

اشتر نے جوش میں کہا: ”لاؤ مجھے تلوار دو۔ میری بیٹی ام نعمان تمھاری ہو گئی۔“ بھائی نے تلوار دیدی۔ اشتر رومی کے مقابلے کے لئے چلے۔ تو آپ کے ساتھیوں نے کہا: ”خدا کے لئے آپ اس کے مقابلے میں نہ جائیں آپ نے کہا: ”خدا کی قسم! میں ضرور جاؤں گا یا اسے مار ڈالوں گا یا اس کے ہاتھ سے مارا جاؤں گا۔“

چنانچہ آپ گئے اور ایسا تلا ہوا ہاتھ مارا کہ تلوار رومی کے کندھے

پر پڑی اور پھیپھڑے تک پہنچ گئی۔ اس کے مارے جاتے ہی رومیوں ہی میدان خالی ہو گیا۔

بہت دور نکل جانے کی وجہ سے یسیرہ بن مسروق کی واپسی میں دیر

ہوئی تو حضرت ابو عبیدہؓ کو پریشانی ہونے لگی۔ چنانچہ آپ نے خلب کے تین آدمیوں کو ان کی تلاش میں روانہ کیا اور یسیرہ بن مسروق کے نام پر خط لکھا

”میرا قاصد جاتا ہے خط پڑھتے ہی فوراً واپس چلے آؤ، تجھے

ایک ایک مسلمان مشرکوں کے تمام مال و دولت سے زیادہ

محبوب ہے۔“

یسیرہ واپس آ رہے تھے راستے میں ان کو حضرت ابو عبیدہؓ



کا خط ملا۔ خط پڑھ کر انھوں نے کہا۔

مسلمانوں کی طرف سے اللہ انھیں جزائے خیر دے گا، وہ

مسلمانوں سے کتنی شفقت و مہربانی رکھتے ہیں،

قاصدوں نے واپس آکر بصرہ بن مسروق کی آمد کی خبر سنائی تو حضرت

ابو عبیدہ کو اطمینان ہوا اور انھوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

حضرت ابو عبیدہ نے خود بیچ کی طرف پیش قدمی کی،

بیچ کی شرح عیاض بن غنم ہراول کے افسر تھے۔ بیچ کے باشندوں

نے ان سے صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔

وہاں سے حضرت ابو عبیدہ باس گئے اور حبیب بن مسلمہ کو

قاصدین بھیجا، وہاں کے باشندوں میں سے کچھ نے بڑی دینا منظور

کیا اور کچھ ترک وطن کر کے رومی علاقے میں چلے گئے، اس طرح سرحد تک

اسلامی قبضہ ہو گیا۔

حضرت خالد نے ایک مختصر فوج

مرعش اور حصن حرث کی فتح کے ساتھ مرعش پر حملہ کیا اور

لہ کر اسے اس شرط پر فتح کیا کہ عیسائی شہر چھوڑ کر نکل جائیں،

حبیب بن مسلمہ نے حصن حرث کو بھی اسی شرط پر فتح کیا،





## اجنادین کی دوسری جنگ

جس طرح تدبیر و سیاست اور فہم و فراست میں حضرت عمرو بن العاص تمام عرب میں ممتاز تھے، اسی طرح ان اصناف کے اعتبار سے رومیوں میں ارطہون کو بہ حیثیت حاصل تھی، اس کی ایک عظیم الشان فوج رہا جس میں تھی، اور دوسری بیت المقدس میں وہ خود اجنادین میں مقیم تھا، حضرت عمرو بن العاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رومیوں کے احتجاج کا حال لکھا کہ آپ کی رائے طلب کی، آپ نے ارطہون پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: "ہم نے ارطہون روم کی طرف ارطہون عرب کو پھینک دیا ہے۔ دیکھو دونوں میں کون کا میاں ہوتا ہے؟"

حضرت عمرو بن العاص نے علقمہ بن حکیم الفراس اور مسروق غلی کو بیت المقدس کی طرف بھیجا اور ابو یوبہ مالکی کو مدینہ کی جانب روانہ کیا اور خود ارطہون کے مقابلہ کے لئے اجنادین کی طرف بڑھے۔ حضرت عمرو بن العاص کی فوج کے مقدمہ الجیش کے افسر حضرت شہبیل بن حسنہ تھے، پیچھے و پیسرہ پر حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن خادہ بن مالک بھی تھے،

حضرت عمرو بن العاص اجنادین پہنچ کر ارطہون کے بالمقابل آئے رومیوں کی ایک فوج قبیسار یہ میں بھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو لکھا کہ معاویہ کو قبیسار یہ کی طرف بھیجو، ساتھ



ہی معاویہ کو بھی لکھا کہ میں نے تم کو وائی قیسار یہ مقرر کیا ہے، تم قیسار  
کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اللہ سے مدد مانگتے رہو اور یہ دعا پڑھتے رہو

لا حول ولا قوۃ الا باللہ - اللہ بنا و تفتنا و رجاونا

و مولانا نعم الملون و نعم النصیر

حضرت معاویہ نے قیسار یہ پہنچا دیا ہاں کی رومی فوج کو وہیں  
مشغول جنگ کر لیا جس سے وہ اجنادین تک نہ پہنچ سکی۔

حضرت عمر بن العاص کے پاس دربار خلافت سے پے در پے  
امداد آ رہی تھی آپ نے اپنے پیٹے محمد بن عمرو کو علقمہ بن حکیم الفزاس کی  
مدد پر اور عمارہ بن امیہ ثمری کو ابو ایوب مالکی کی مدد پر روانہ کیا،

اجنادین میں دونوں فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل پڑی  
رہیں لیکن عمرو بن عاص کو جنگ شروع کرنے کا موقع نہ ملتا تھا، آپ کسی  
شخص کو قاصد بنا کر اربوں کے قلعے میں بھیجا جانتے تھے تاکہ وہ اس طرح  
ضروری معلومات حاصل کر آئے، لیکن اس کام کے قابل کوئی ہشیار  
آدمی نہیں ملتا تھا، اس لئے حضرت عمرو بن عاص اپنے قاصد آپ بنگے  
اور اربوں سے ملکر اس سے بات چیت کی، اور اسکی فوج اور قلعہ کے  
متعلق واقفیت حاصل کر لی۔

اربوں نے حضرت عمرو بن عاص کی دانشمندانہ انداز گفتگو اور اپنی  
فراست سے سمجھ لیا کہ یہ شخص سپہ سالار اسلام کا قاصد نہیں خود سپہ سالار  
ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک افسر کو اشارہ کر دیا کہ جب آپ واپس ہوں



آپ کی گردن مار دے، حضرت عمرو بن العاص بھی فہم و بصیرت میں  
 سے کم نہ تھے، آپ نے بھی خطرے کا اندازہ کر لیا، چنانچہ آپ نے  
 رطبوں سے کہا،

تم نے میری بات سُن لی، اور میں نے تمہاری بات سُن لی  
 اور میں نے تمہاری بات پسند بھی کر لی۔ لیکن میں ان دس  
 آدمیوں میں سے صرف تنہا ہوں جن کو عمرو بن العاص نے  
 تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس لئے میں واپس جا کر ان کو بھی  
 تمہارے پاس لے آتا ہوں۔“

ارطبوں نے کہا ”بہتر ہے“۔ اور اس شخص کو جسے حضرت عمرو بن  
 عاص کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا واپس بلا لیا، اس طرح حضرت  
 عمرو بن العاص سلامت واپس چلے آئے۔ جب اِرتبوں کو معلوم  
 ہوا کہ وہی عمرو بن العاص تھے تو اس نے کہا کہ ”وہ دنیا کا سب  
 سے بڑا عقلمند ہے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع  
 ہوئی تو آپ نے بھی حضرت عمرو بن عاص کی عقلمندی کی بہت تعریف  
 فرمائی۔“

ارطبوں کے پاس سے واپس آ کر حضرت عمرو بن عاص نے  
 جنگ شروع کی جس میں اِرتبوں کو شکست ہوئی، اور وہ اجنادین چھوڑ کر  
 بیت المقدس کی طرف بھاگا۔

ارطبوں کے بیت المقدس بھاگ جانے کے بعد حضرت



عمرو بن عاص نے فلسطین کے بہت سے بلاد و مقامات بذریعہ صلح فتح کئے۔ پہلے غزہ فتح ہوا اس کے بعد فلسطین پہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حجاز مقدس ہے، اسی طرح یاری یاری نابلس، لوز، بنی نعلو اس، بیت برین، حرج، بیرون، مسیحا فتح ہو گئے۔

جنگ اجنادین اور جنگ یرموک کے سنہ کے بارہے میں مسلمانوں نے باہم بہت اختلاف کیا ہے، بعضوں نے لکھا ہے کہ مشرق کی فتح سے پہلے مسلمانوں میں اجنادین کی جنگ ہوئی بعد میں نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کی فتح سے قبل ۱۵ھ میں پھر کہ پیش آیا۔ اسی لحاظ سے بعضوں نے ۱۳ھ کی جنگ کو اجنادین کی بجائے یرموک کا مقرر کیا ہے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنادین میں دوسری جنگ ہوئی، ایک بار ۱۳ھ میں اور دوسری بار ۱۵ھ میں، اور یرموک کی جنگ ۱۵ھ میں ہوئی، اجنادین کے بارے میں علامہ ابو امام حسن کا بھی یہی خیال ہے کہ یہاں دو بار جنگ ہوئی۔

## بیت المقدس کی فتح

بیت المقدس صوبہ فلسطین کا مشہور شہر اور عیسائیوں کا کعبہ دین تھا مسلمانوں کے نزدیک بھی یہ شہر نہایت محترم و معظّم تھا، جو کے قبلہ بننے سے پہلے مسلمان اسی کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے تھے



حضرت ابو عبیدہؓ نے اس صوبہ کی نہم کا سپہ سالار حضرت عمرو بن  
العاص کو مقرر فرمایا تھا۔ ضرورت کے وقت آپ انھیں اپنے پاس بلا لیتے  
اور پھر اسی علاقہ میں واپس بھیجتے تھے چنانچہ یرموک کی جنگ کے بعد  
حضرت عمرو بن العاص فلسطین چلے آئے تھے، دوسرے مقامات کی  
فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی بیت المقدس کی طرف اقدام کیا  
پہلے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا، ان کے بعد خود بھی روانہ ہوئے، پہلے  
تمنہ پہنچے اور حبیب بن مسلمہ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا وہاں سے دمشق  
پہنچ کر وہاں کی حکومت سعید بن زید کے سپرد کی، دمشق سے روانہ ہو کر  
اردن پہنچے اور وہاں سے باشندگان بیت المقدس کو پیام دیا کہ جن شرائط  
پر دوسرے شہروں کے باشندوں کی جان و مال کو امان دی گئی ہے،  
انہیں شرائط پر تم بھی آکر صلح کر لو۔ لیکن باشندگان بیت المقدس  
آپ کے پاس نہیں آئے۔ اس پر آپ نے ان کے پاس حسب ذیل  
مکتوب بھیجا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابو عبیدہ بن الجراح کا مکتوب بیت المقدس، اہلیا کے اکابر

اور عوام کے نام

ان پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کریں اور اللہ اور

اس کے رسول پر ایمان لائیں، اس کے بعد ہم تفصیلاً اس بات



کی دعوت دیتے ہیں کہ تم شہادت دو کہ خدا کے واحد کے سوا  
 کوئی سزاوار عبادت نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے  
 بندے اور رسول ہیں، قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی  
 شک نہیں ہے، اور مردوں کا دوبارہ زندہ ہو کر قبروں  
 سے اٹھنا حق ہے، اس شہادت کے بعد تمھارا خون اور  
 مال ہم پر حرام ہو جائے گا۔ اور تم ہمارے دینی بھائی بن  
 جاؤ گے۔ اور اگر تمہیں یہ پسند نہ ہو تو زیر دست بن کر  
 جسر یہ دینا قبول کرو، اگر تم اس کو بھی نہ مانو گے تو یاد رکھو  
 کہ میں تم پر ایسے لوگوں کے ساتھ حملہ کروں گا جو موت کو  
 اسی طرح عزیز رکھتے ہیں جس طرح تم زندگی اور شراب اور  
 سور کے گوشت کو عزیز رکھتے ہو، پھر انشاء اللہ اس  
 وقت تک تمہیں نہ چھوڑوں گا جب تک تمہیں قتل و غارت  
 کر کے تمھارے اہل و عیال کو غلام نہ بنا لوں گا۔

حضرت ابو عبیدہؓ یہ مکتوب روانہ کر کے کچھ دنوں تک اسکے حوالہ  
 کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن جب اس کا کچھ جواب نہ آیا تو آپ نے آگ  
 بڑھکر بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ دو ایک روز اہل شہر نے باہر نکل  
 مقابلہ کیا۔ لیکن جب ہر روز ان کو شکست دنا کافی ہی ہوئی تو انھوں نے شہر  
 کے دروازے بند کر لئے۔

حضرت ابو عبیدہ نے محاصرے کے سلسلہ کو سمجھتی سے جاری رکھا



جب اہل شہر نے دیکھا کہ حضرت ابو عبیدہ شہر کو فتح کے بغیر محاصرہ نہ اٹھائیں گے  
تو انھوں نے آپ کے پاس درخواست بھیجی

ہم اس شرط پر مصالحت کے لئے تیار ہیں کہ آپ اپنے خلیفہ  
عمر کو بلائیے، ہم چاہتے ہیں کہ صلح کی کارروائی انھیں کے ذریعہ  
عمل میں آئے۔

حضرت ابو عبیدہ اپنے اکثر امور میں حضرت معاذ بن جبل سے مشورہ  
قربا یا کرتے تھے، وہ اس وقت اردن میں حاکم تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے  
خط لکھ کر ان کو بلا یا اور ان سے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا  
اگر امیر المؤمنین تشریف لائے اور اہل شہر صلح سے مکر گئے تو انکو  
بہت تکلیف ہوگی۔ اس لئے شہر والوں سے صلح کا پختہ عہد  
لینے کے بعد امیر المؤمنین کو بلائیے۔

اس مشورے کے مطابق حضرت ابو عبیدہ نے اہل شہر سے صلح کا  
پختہ وعدہ طلب کیا۔ انھوں نے یقین دلا یا کہ اگر امیر المؤمنین تشریف لائیں  
اور ہمیں جان و مال کی امان دین اور صلح نامہ لکھ دیں تو ہم وہ تمام شرطیں منظور  
کر لیں گے جن کو شام کے دوسرے مقامات کے باشندے منظور کر چکے ہیں  
حضرت ابو عبیدہ نے اہل شہر سے صلح کا کامل اطمینان حاصل کرنے  
کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حسب ذیل خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کے نام ابو عبیدہ بن الجراح



سلام علیک۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد عرض ہے کہ ہم  
 نے اہل ایلیا کا محاصرہ کیا۔ ابتدا میں انہوں نے خیال کیا  
 تھا کہ ہمارے مقابلے میں جے رہنے سے انہیں کچھ فائدہ ہو  
 جائے گا۔ لیکن اس تذبذب کی وجہ سے خدا نے ان کو اور  
 بھی تنگی میں ڈال دیا ان کی تعداد گھٹا دی۔ ان کو کمر و ہاؤ  
 پر آگندہ کر دیا، ان حالات کے پیش نظر اب وہ صلح پر آمادہ  
 ہیں لیکن انہوں نے اس شرط پر صلح منظور کی ہے کہ خود امیر  
 المؤمنین تشریف لاکر انھیں، امان دینا اور صلح نامہ لکھ دینا  
 ہے۔ اندیشہ تھا کہ امیر المؤمنین کے آنے پر وہ صلح سے  
 مکر جائیں اور امیر المؤمنین کو فضول زحمت ہو اس لئے ہم  
 نے ان سے حلیہ اقرار لے لیا ہے کہ اگر آپ تشریف لاکر  
 ان کی جان و مال کو امان عطا کریں اور عہد نامہ لکھ دیں  
 تو وہ جو یہ کی ادائیگی اور دوسری تمام باتیں جو دوسرے بلاد  
 و مقامات کے ذمے قبول کر چکے ہیں قبول کر لیں گے۔ پس  
 اگر امیر المؤمنین اس صورت کو پسند فرمائیں تو یہاں تشریف  
 لائیں۔ یہ سفر تنگی و بہتری اور مسلمانوں کے لئے فوز و فلاح  
 کا باعث ہوگا۔ اللہ آپ کو سیدھے راستہ پر چلائے اور



اور آپ کے معالے کو آسان کر دے۔ والسلام علیکم! رض

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو عبیدہ

فاروق اعظم کا اور ویشاک کا خط ملا تو آپ نے تمام جلیل القدر صحابہ

کو جمع کر کے اس بارے میں ان سے مشورہ کیا۔ بخت و گفتگو کے بعد اسی

پایا کہ امیر المومنین کو شام تشریف لے جانا چاہیے چنانچہ آپ نے سفر شام

کی تیاری کا اعلان کر دیا۔ اور اکابر جماعتین و انصار کے ساتھ جن میں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بیت المقدس کو روانہ ہوئے۔

دوران سفر میں روزانہ نماز کے بعد حضرت عمرؓ کے پر پیٹھے بیٹھے ایک مقررہ

تقریر فرماتے جس میں رفقاء سفر کو تلقین کرتے کہ خدا نے ہم پر جو احسان

فرمائے ہیں ان پر شکر بجالائیں اور کبیل احسانات کی دعا کرتے رہیں۔

یہ مقدس تاریخی واقعہ شریعت کے گریبا ہوا بیت المقدس پہنچا حضرت

ابو عبیدہؓ اور دوسرے انسران اسلام نے آگے بڑھ کر حضرت امیر المومنین

کا استقبال کیا۔ اس وقت چالیسین رسول اور خلیفہ اسلام کی نشان

یہ تھی کہ اونٹ پر سوار تھے جس پر زمین کسا ہوا تھا اور چمڑے کا تھیلانگا۔

رہا تھا مسلمانوں کو حضرت فاروق اعظم سے والہانہ عقیدت تھی چنانچہ

آپ کے خیر مقدم کے لئے ان کا سیلاب اٹھ پڑا تھا۔ عقیدت مندوں

کے اس پر جوش و خروش کو دیکھ کر آپ اونٹ سے اتر پڑے اور اس کو چوم

پکڑ کر پیدل چلنے لگے۔ راستہ میں ایک نالہ پڑتا تھا اسی حالت سے اسی

بھی پار کیا۔ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے سواری کے لئے گھوڑا اور



پہننے کے لئے سفید کپڑے آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ دوسرے  
افسران اسلام نے بھی کپڑے بدلنے اور گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے  
زور دیا، اور کہا کہ ہمیں آپ کا اس طرح ذمہوں کے سامنے جانا اچھا  
نہیں محالہ ہوتا۔

آپ نے کپڑے تو نہیں بدلے لیکن افسران اسلام کے اصرار  
سے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ مگر جب گھوڑے نے شوقی شروع کی  
تو اسے بھی یہ کہہ کر علیحدہ کر دیا کہ

اُسے ہٹاؤ یہ شیطان ہے ایسا نہ ہو کہ یہ میرے دل میں فساد  
پیدا کر دے۔

اکابر صحابہ نے پھر ایک بار زور دیا کہ امیر المومنین اگر کپڑے بدل لیتے  
اور گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے جاتے تو نشان بڑھ جاتی جس کا اہل شہر  
پر اچھا اثر پڑتا۔ اور مقصد جہاد کو فائدہ پہنچتا۔  
لیکن حضرت عمر نے فرمایا۔

تھاری ناوانی کا برا ہو۔ جس چیز کو خدا نے تمہارے لئے  
ناپسند کر دیا ہے اس میں اپنی عزت نہ سمجھو۔ اگر ایسا کرو گے  
تو ذلیل ہو جاؤ گے۔

حضرت فاروق اعظم اسی حالت میں بیت المقدس پہنچے یہاں آپ نے  
دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں کے لوگ دیباؤ پر  
کی قبائیں پہنے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے ان لوگوں کو اس پر تکلف



لباس میں دیکھا تو پرہیزگار گھوڑے سے اتر پڑے، اولہ زین سے کٹکریاں اٹھا کر ان کی طرف پھینکتے ہوئے طیش آلودہ لہجے میں فرمایا۔

تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو اس تڑپ میں و تکلف کے ساتھ میری استقبال کو آئے ہو؟ وہی سال کے عرصے میں تم نے اپنی ساوگی ترک کر کے رومی وضع اختیار کر لی۔  
لوگوں نے عرض کی

بھئی اپنی سپاہیانہ وضع ترک نہیں کی ہے، اس لباس کے چمکے ہمارے اسلحے موجود ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر کچھ مصلحت نہیں، لہٰذا بیت المقدس میں یزید بن ابی سفیان نے بھی تبدیل لباس پر اصرار کرتے ہوئے کہا۔

امیر المؤمنین! یہاں ہمیں سب کچھ پیسہ ہے، یہاں کی معاشرہ بلند ہے۔ آپ کی خواہش کے مطابق مسلمان خوشحال ہیں اگر آپ اچھے کپڑے پہن لیں، اچھی سواری پر سوار ہوں اور مسلمانوں کو بھی ان کے استعمال کی اجازت دیدیں تو اس سے غیروں کی نظر میں آپ کا رعب و وقار بڑھ جائے۔  
حضرت عمر نے فرمایا۔

نہیں یزید! میں یہ وضع ہرگز ترک نہ کروں گا۔ جو دو سنتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ



کے جدا ہونے کے وقت تھی۔ میں دنیا والوں کی نظر میں پسندیدہ  
 اور با وقعت بننے کے لئے کوئی ایسی وضع اختیار نہ کروں گا جس  
 سے پر اندیشہ ہو کہ میں خدا کے نزدیک بد نما ہو جاؤں گا۔ میں  
 نہیں چاہتا کہ وہ بیوں کی نظر میں میری عزت بڑھے اور  
 خدا کی جناب میں میری وقعت کم ہو جائے۔

حضرت ابو عبیدہؓ  
 اہل بیت المقدس کے لئے عہد نامہ امن نے باشندگان بیت  
 المقدس کو حضرت عمر کی تشریف آوری کی اطلاع دے کر انھیں طلب  
 فرمایا۔ ان کے آنے کے بعد حضرت عمر نے ان کے لئے حسب ذیل صلح نامہ  
 لکھوایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ وہ امن ہے جو بندہ خدا امیر المؤمنین نے اہل بیت المقدس  
 کو دی۔ ان کی جانیں ان کے مال ان کے گرجے ان کی  
 صلیبیں ان کے مرہیں ان کے تندہ رست اور ان کے تمام  
 اہل ملت امن میں ہوں گے۔ نہ ان کے گرجوں کو مکان بنایا  
 جائے گا۔ نہ ان کو ڈھایا جائیگا۔ نہ ان کے کسی حصے یا احاطہ  
 کو کوئی نقصان پہنچایا جائیگا۔ نہ ان کی صلیبوں اور مالوں  
 میں کچھ کمی کی جائے گی۔ نہ دین کے بارے میں ان پر جبر کیا  
 جائے گا۔ نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائیگا۔ نہ ان



کے ساتھ بیت المقدس میں کوئی یہودی رہنے پائے گا۔ اور  
 بیت المقدس پر یہ فرض ہے کہ جس طرح اور شہروں کے  
 باشندے جزیہ دیتے ہیں اسی طرح وہ بھی جزیہ دیں۔ اور  
 رومیوں اور چوزوں کو اپنے یہاں سے نکال دیں۔ اور  
 رومیوں میں سے جو شخص نکلے گا اس کی جان و مال کے لئے  
 اس کی جائے پناہ میں پہنچنے تک امان ہوگی اور ان میں سے  
 جو شخص شہری میں رہنا چاہے اس کے لئے بھی امن ہے اور  
 اس کو اہل بیت المقدس کی طرح جزیہ دینا ہوگا۔ اور اہل  
 بیت المقدس میں سے جو شخص اپنی جان و مال کو لیکر رومیوں  
 کے ساتھ جانا چاہے اور اپنے گرجوں اور صلیبوں کو خالی  
 چھوڑنا چاہے تو اس کو اور اس کے گرجوں اور صلیبوں کو  
 امن ہے۔ جب تک وہ اپنی جائے امن میں نہ پہنچ جائے  
 اس میں جو کچھ تخریب ہے اس پر خدا کا خدا کے رسول کا  
 رسول کے خلفاء کا اور مسلمانوں کا اس وقت تک عہد  
 اور ذمہ ہے۔ جب تک اہل ایلیا مقررہ جزیہ ادا کرنے  
 رہیں۔ اس تخریب کے گواہ خالد بن ولید، عمرو بن العاص،  
 عبدالرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابوسقیان ہیں اور یہ کہ  
 یہ عہد نامہ لکھا اور حوالہ کیا گیا۔



# امین الامت کے یہاں امیر المؤمنین کی دعوت

بیت المقدس میں تمام

اشران اسلام نے باری باری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے شیعوں میں مدعو کیا اور ان کی خاطر ولایتی کے خیال سے آپ سب کے یہاں تشریف لے گئے۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ نے آپ کی دعوت نہیں کی۔ چنانچہ آپ نے ایک روز ان سے کہا: "تمام اشرود نے میری دعوت کی لیکن آپ نے مجھے مدعو نہیں کیا۔" حضرت ابو عبیدہ نے جواب دیا: "میں نے اس خیال سے آپ کی دعوت نہیں کی کہ شاید آپ کو پہلے یہاں آکر تسو پہانا پڑے۔"

حضرت عمر نے فرمایا: "میں ایک روز اپنے یہاں میری دعوت کی۔ چنانچہ آپ نے ایک روز حضرت عمر کو اپنے یہاں مدعو کیا، فاروق عظیم فارغ شام کے جبہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ گھر میں گھوڑے کے گدے کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ یہی خدا ان کا بستر تھا اور گھوڑے کا زین تکیہ ایک طاق میں روتی کے کچھ سوکھے ٹکڑے پڑے تھے۔ فارغ شام نے وہی ٹکڑے، گھوڑے اور ٹھکی کے گلاس میں پانی لاکر آپ کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔

یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کو بے اختیار رونہ آ گیا، آپ حضرت ابو عبیدہ کو سینے سے لگا کر کہنے لگے۔

"تجسیر میرے بھائی ہو، تمہارے سوا امیر کے ساتھیوں میں اب کوئی نہیں جسے دنیا نے اپنا کچھ نہ کچھ جاؤ و نہ کر دیا ہو۔"



حضرت ابو عبیدہ نے کہا: میں کہتا نہ تھا کہ آپ کو میرے یہاں لے کر آئیں

یہاں پڑیں گے۔ ۹

حضرت عمر نے ایک روز مسلمانوں کو جمع کر کے  
قاروقِ اعظم کا خطبہ ایک خطبہ دیا جس میں حمد و نعت کے بعد ارشاد فرمایا

مسلمانو! خدا نے تم سے اپنا وعدہ پورا فرمایا، تمہیں دشمنوں پر

فتح دی، ملکوں کا مالک بنا دیا تمہاری قوت کو استغنیٰ کا نام بخشا

پس تم اس کے احسانات کا شکر ادا کرتے رہنا۔ اور خبردار

گناہوں میں مبتلا نہ ہونا، معصیت و نافرمانی کفرانِ نعمت

ہے اور جب کوئی قوم خدا کی نعمتوں کی ناقدری کرتی ہے تو

اس گناہ سے تائب نہیں ہوتی تو اللہ اس سے عزت و شوکت

چھین لیتا ہے اور اس پر طاف تو دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت رسول

حضرت بلال کی اذان اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اتنا

خدمہ ہوا تھا کہ آپ نے اس کے بعد سے اذان دینا ترک کر دیا تھا اور

مجاہدین کے ساتھ شام آ کر یہیں سکونت اختیار کر لی تھی، اس موقع پر

وہ بھی موجود تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ سے فارغ ہوئے تو تازہ

کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نے حضرت بلال سے اذان دینے کی خواہش

ظاہر کی انہوں نے کہا۔

میں نے عہد کر لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد



اذان نہیں دوں گا، لیکن آپ اسی ایک نماز کے لئے کہتے

ہیں اس لئے آپ کا کہنا مان لیتا ہوں۔

چنانچہ آپ نے اذان دینی شروع کی۔ آپ کی اذان سن کر صحابہ  
کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آ گیا لوگ زار و  
لگے، حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت معاذؓ سب سے زیادہ رورہے تھے  
حضرت عمرؓ نے ان کو صبر کی تلقین کی اور چپ کرایا۔ حضرت بلالؓ نے مسلمانوں  
کے طبقہ عوام کی نیابت کرتے ہوئے حضرت عمرؓ سے کہا: "افسر چڑیوں کا  
گوشت اور اچھے آٹے کی روٹی کھاتے ہیں اور عام مسلمان تکلیف اٹھاتے  
ہیں ان کی معیشت کا معقول بندوبست نہیں کیا جاتا۔"

یزید بن ابی سفیان نے افسروں کی طرف سے صفائی پیش کرنی چاہی  
مگر حضرت عمرؓ نے اس کو قبول نہیں فرمایا۔ اور عام مسلمانوں کی روزی کا  
ایک دستور العمل مقرر کر کے فرمایا۔

اگر تمہارے افسر اس کے مطابق عمل نہ کریں تو مجھے اطلاع  
دینا ہے انھیں معزول کر کے ان کے بجائے دوسرے  
افسر مقرر کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہاں کے ضروری امور کی تکمیل کے بعد  
مکہ منورہ کو مراجعت فرمائی۔

راستے میں ایک مقام پر دیکھا کہ کچھ ذمیوں پر سختی کی جا رہی ہے



آپ نے وجہ دریافت فرمائی۔ جواب ملا کہ خسراج ادا نہیں کرتے۔ آپ نے ذمیوں سے پوچھا کہ تم خسراج کیوں نہیں دیتے تو انھوں نے عرض کی کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ پس نہ آپ نے انھیں رہا کر دیا اور فرمایا کہ آئندہ کسی پر ایسی سختی نہ کی جائے۔ ۱۵

## رومیوں کی آخری قسمت آزمائی

رومی مسلمانوں کے مقابلے میں مسلسل ناکام ہو چکے تھے قبضہ ہرقل بھی اپنی کامیابی کی طرف سے ہاپوس ہو کر شام کو الوداع کہہ چکا تھا۔ تقریباً سارے ملک پر مسلمان قابض و منصرف ہو چکے تھے پھر بھی رومی شام کو آسانی سے صبر نہیں کر سکتے تھے۔ اور قبضہ بھی امید کے کسی گوشے کو بے انتقامی کے ساتھ نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اہل جزیرہ نے ہرقل کو لکھا کہ آپ شام کی طرف دوبارہ توجہ کیجئے اور حمص پر قبضہ کرنے کے لئے فوجیں بھیجئے ہم ہر طرح امداد و اعانت کے لئے تیار ہیں، اپنی مستعدی اور آمادگی کا عملی ثبوت دینے کیلئے جزیرہ والوں نے ایک جمیعت عظیم بھی تیار کر لی اور اسے بہت کی طرف روانہ کر دیا۔ اس علاقے کی سرحد عراق سے ملتی تھی حضرت سعد بن وقاص عراق و ایران کی اسلامی فوج کے سپہ سالار اعظم



تھے۔ انھیں یہ اطلاع ملی تو انھوں نے عمر بن مالک کی زیر سرکردگی ایک فوج  
جزیرہ والوں کے مقابلے کے لئے روانہ کی۔ عمر بن مالک نے ہیبت پہنچ کر  
اسکا محاصرہ کر لیا۔ اہل ہیبت نے فصیل شہر کو مستحکم کر لیا تھا اور حفاظت  
کے لئے اسے گرد خندق کھود دی تھی، اس لئے اسلامی فوج کو کامیابی نہ ہو سکی  
تھی، عمر بن مالک نے یہ حالت دیکھی تو نصف فوج حرث بن یزید کی  
مانگتی ہیں یہاں چھوڑ دی کہ وہ محاصرہ کو قائم رکھے اور خود نصف فوج لیکر  
قرقیسہ کی طرف سے پیش قدمی کی، کچھ دنوں اہل شہر نے مقابلہ کیا لیکن بالآخر  
انھوں نے جزیرہ وینا منظور کر کے صلح کر لی۔

عمر بن مالک نے حرث بن یزید کو لکھا کہ اہل ہیبت کو پیام دو  
کہ وہ اسلام لائیں یا جزیرہ وینا منظور کر کے صلح کریں۔ اگر وہ اس شرط کو  
منظور نہ کریں تو صلح نامہ لکھ دو ورنہ ان کے خندق کے بالمقابل تم بھی  
خندقی کھود لو اور محاصرہ قائم رکھو۔

حرث بن یزید نے اہل شہر کے پاس یہ پیغام کہلا بھیجا اور انھوں  
نے جزیرہ وینے کی شرط پر صلح کر لی۔ اس کے بعد حرث بن یزید یہاں سے  
کوچ کر کے عمر بن مالک سے چلے۔

قیصر مہرقل نے اہل جزیرہ کی درخواست پر ایک عظیم الشان فوج  
حمص کی طرف بھیجی، حضرت ابو عبیدہ کو مہرقل کی فوج کشی کی اطلاع ملی  
تو آپ نے مجاہدین اسلام کو اطراف و جوانب سے جمع کر کے حمص کے  
بامبر قیام کیا۔ حضرت خالد بن ولید قنسرين میں تھے وہ بھی آپ کے پاس



آگے، دونوں بزرگوں نے دوبارہ خلافت کو تمام حالات کی اطلاع دی،  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً مجاہدین کی فراہمی کے لئے ہر طرف فاصدروا  
 کئے اور حضرت سعد بن وقاص کو لکھا کہ وہ کوفہ سے فقہاع بن عمر کو چار  
 ہزار سواروں کے ساتھ فوراً تمہیں پھیریں۔ ساتھ ہی سہیل بن عدی کے  
 پاس حکم بھیجا کہ وہ رقد کی طرف پیش قدمی کر کے اہل جزیرہ کو تمہیں جانے  
 سے روک لیں۔ اور عبداللہ بن عتبہ کو حکم بھیجا کہ وہ <sup>تھیبین ہوتے ہوئے</sup>  
 حران اور ہما کی طرف پیش قدمی کریں۔ ولید بن عتبہ کو عرب قبائل  
 توح اور بجمہ کی روک تھام پر مامور فرمایا۔ جو عیسائی مذہب رکھتے تھے  
 اور جزیرہ میں آباد تھے، بصورت جنگ ان تمام اہرا پر عیاض بن غنم کو  
 سردار مقرر کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں انتظاماً ہتھ پر اکٹھا نہیں کیا۔  
 حضرت ابو عبیدہ کو براہ راست امداد دینے کی غرض سے خود تمام لشکر  
 لے گئے۔ اور جاہلیہ میں اترے، اہل جزیرہ کو معلوم ہوا کہ اسلامی فوجیں  
 خود ان کے علاقے میں پہنچ گئی ہیں۔ تو وہ جزیرہ واپس چلے گئے، رومی  
 تمہیں کے علاقے میں داخل ہو چکے تھے۔

ایک روز رومی فوج کے عیسائی عربوں نے خفیہ طور پر حضرت  
 خالد کے پاس آدمی بھیجا کہ ہلایا کہ اگر آپ کہیں تو ہم ابھی رومیوں سے  
 علیحدہ ہو جائیں۔ یا عین حالت جنگ میں ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔  
 حضرت خالد نے جواب میں فرمایا: ”مچھکو نہ تمہارے رہنے کی



پروا ہے نہ رومیوں کا ساتھ چھوڑ کر چلے جانے کی۔ میرے نزدیک تمہارا  
 علم وجود برابر ہے۔“

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالد سے رومیوں پر حملہ کرنے کے  
 متعلق رائے طلب کی۔ وہ پہلے ہی سے حملے کے حق میں تھے۔ جواب دیا  
 اب عیسائیوں سے کس بات کا خطرہ ہے وہ کثرت تعداد کے بھروسہ  
 پر لڑتے ہیں اور اب تو انھیں یہ بات بھی حاصل نہیں رہی۔“  
 دونوں حضرات کے اتفاق رائے سے حملہ کی تیاری شروع ہوئی  
 صفیں درست ہو چکیں تو حضرت ابو عبیدہ نے مجاہدین کو مخاطب کر کے  
 فرمایا۔

”آج جو ثابت قدم رہے گا اور زندہ بچ جائے گا۔ وہ  
 ملک و مال سے بہرہ ور ہوگا۔ اور جو مارا جائیگا۔ وہ مرتد  
 شہادت سے سرفراز ہوگا، میں شہادت دیتا ہوں کہ  
 حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص  
 مرے اور مشرک ہو کر نہ مرے وہ ضرور جنت میں جائیگا  
 مجاہدین نے اس جوش سے حملہ کیا کہ روحی تاب مقابلہ نہ لاسکے اور بھل گئے  
 ہوئے مہرج الروم تک چلے گئے۔ یہ رومیوں کی حوصلہ مندی کا آخری  
 مظاہرہ تھا۔ اس بار یہ شمع بھڑک کر بجھی تو ہمیشہ کے لئے بجھ گئی۔  
 اختتام جنگ کے تیسرے روز ققاع بن عمر عراق سے پہنچے حضرت







علائے میں چلا گیا ہے تم اسے اپنے یہاں سے نکال دو ورنہ ہم عیسائیوں کو بھی اپنے علائے سے نکال کر تمہارے پاس بھیج دیں گے،

پہرقل نے آپ کا مکتوب پانے ہی قبیلہ ایاد کو جو چار ہزار افراد پر مشتمل تھا اپنے علائے سے نکال دیا اور اسے پھر شام اور جزیرہ میں واپس آجانا پڑا، ولید بن عقبہ نے اس قبیلے کو قبول اسلام پر مجبور کرنے کے لئے حضرت عمر سے استصواب رائے کیا۔ آپ نے لکھا کہ اگر وہ جزیرہ میں رہنا مند ہوں تو ان کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے۔ یہ امر کہ عربوں سے جزیرہ قبول نہ کیا جائے ان سے صرف اسلام کا مطالبہ کیا جائے۔ جزیرہ العرب کے لئے مخصوص ہے۔ اس لئے اگر وہ جزیرہ سے کر صلح کرتا چاہیں تو صلح کر لی جائے۔ البتہ صلح نامہ میں یہ بات صاف کر دو کہ وہ ان لڑکوں کو نصرانی نہ بنائیں جن کے باپ مسلمان ہو چکے ہوں اور جو عیسائی مسلمان ہونا چاہیں انہیں اس سے نہ روکیں۔

علامہ طبری نے اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے لیکن ابن خلدون اور ابن اثیر وغیر صحابہ نے باپ کے اسلام کی قید و تخصیص کے بغیر لکھ دیا کہ وہ اپنے لڑکوں کو نصرانی نہ بنائیں جو خلاف حقیقت ہے۔

## امارت

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں جہاں بڑے بڑے اوصاف

صلح یہ واقعات ترجمہ ابن خلدون اور اس کے حاشیہ سے لئے گئے ہیں۔ ۱۲



و کمالات تھے وہاں کچھ بے اعتدالیاں اور بے احتیاطیاں بھی تھیں جن کا ظہور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ اور اس بنا پر حضرت عمر نے کئی بار حضرت ابو بکر کو حضرت خالدؓ کی معزولی کا مشورہ بھی دیا تھا۔ لیکن وہ ہر بار جواب دیا کرتے تھے کہ جس تلوار کو خدا نے بے نیام کیا ہے میں اسے نیام میں نہیں کر سکتا۔

حضرت عمرؓ کی خلافت میں بھی حضرت خالدؓ کا یہی طرز عمل جاری رہا حضرت عمر نے انھیں بار بار اصلاح حال کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن انھوں نے اپنی روش ترک نہ کی، وہ اٹھام میں شعراء کو بڑی بڑی رقمیں دیدیا کرتے تھے۔ ایک بار اشعث بن قیس کو دس ہزار درہم دیدیے۔ حضرت عمر کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ خالدؓ سے مجمع عام میں دریافت کیا جائے کہ تم نے اشعث بن قیس کو یہ روپیہ کہاں سے دیا ہے اگر مسلمانوں کے مال سے دیا ہے تو یہ خیانت ہے اور اپنی جیب سے دیا تو یہ اصراف ہے۔ یہ دونوں صورتیں اس قابل ہیں کہ ان کو معزول کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کا یہ حکم علین معرکہ جنگ میں پہنچا۔ اس کی تعمیل اس طرح ہوئی کہ حضرت خالدؓ اسی حالت میں علیؓ کے گئے۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے ان سے دریافت کیا: ”تم نے یہ رقم کہاں سے دی؟“ انھوں نے جواب دیا: ”اپنے مال غنیمت سے!“ حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کا حکم سنا کر معزولی کے طور پر ان کی ٹوپی اتار لی اور عمامے کو گردن میں ڈال دیا۔



حضرت خالدؓ نے کہا: "میں نے حکم سنا اور قبول کیا۔ میں اب بھی  
افسروں کے احکام کی تعمیل اور خدمتوں کی بجا آوری کے لئے تیار ہوں۔  
اللہ اللہ! صحابہ کرام ارشاد رہا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا  
اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** وہ کی عملی تفسیر تھی  
اس کے بعد حضرت عمرؓ نے براہ راست اس معاملہ کی تحقیق کے  
لئے حضرت خالدؓ کو اپنے پاس طلب فرمایا۔

حضرت خالدؓ نے کہا: میں نے اپنے حصے کے مالِ غنیمت سے  
وہ رقم وہی کٹی آپ حساب کریں اور ساٹھ ہزار سے زائد جو نکلے وہ  
آپ کے ہیں۔"

حضرت عمرؓ نے حساب کرایا تو بیس ہزار سے زائد نکلے وہ آپ نے  
بیت المال میں داخل کر لئے، اس کے بعد تمام مقبوضات و محالک میں  
اعلان کرا دیا کہ میں نے خالدؓ کو خیانت کے جرم یا عصبہ و غیرہ کی وجہ سے  
معزول نہیں کیا ان کی معزولی کی بنا صرف یہ ہے کہ مسلمان جان  
لیں کہ اسلامی فتوحات کا انحصار خالدؓ کے زور و قوت پر نہیں ہے۔  
حضرت خالدؓ کی معزولی کے بعد حضرت عمرؓ نے دمشق کی امارت  
پر بھی حضرت ابو عبیدہؓ کو مامور کر دیا۔

یہ واقعہ شام کا ہے۔

حضرت خالدؓ و دمشق سے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے کہا

"مسلمانو! تمہیں خوش ہونا چاہئے امین الامرت تمہارے ولی ہیں"



حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا  
 میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے  
 کہ خالد خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں  
 غور کیجئے صحابہ کرام میں باہم کتنا اخلاص تھا اور وہ ایک دوسرے کی  
 کتنی قدر و منزلت کرتے تھے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے فریقہ امارت کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام  
 دیا ۱۸ھ میں عرب میں ایک سخت فحش پڑا، حضرت عمرو نے اپنے تمام  
 والیان و امراء کو فرمان بھیجے کہ وہ غلہ فراہم کر کے مدینہ روانہ کریں۔  
 حضرت ابو عبیدہؓ نے اس موقع پر بڑی سعی و کوشش سے کام لیا  
 اور چار ہزار اونٹ غلہ مدینہ منورہ پہنچا۔

اسلام کی تبلیغ و اشاعت صحابہ کرام کی زندگی کا مقصد رہا  
 تھا۔ وہ جیب بھی موقع پاتے تھے اس سفر میں کی ادائیگی کی کوشش  
 کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے قبیلہ تنوخ، بنو سلیج، اور عرب  
 کے دوسرے قبیلوں کو جو شام میں آباد تھے اور عیسائی تہذیب اختیار  
 کر چکے تھے، اسلام کی تبلیغ کی اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔ بعض روایتوں  
 نے بھی آپ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔

۱۰ سیر المہاجرین، حالات حضرت ابو عبیدہؓ و حضرت خالد بن ولیدؓ



## فضائل و محاسن

حضرت امین الامت کے فضائل و محاسن اور سیرت و اخلاق کے جو پاکیزہ اور روشن نمونے گزشتہ اور آتی ہیں بکھرے ہوئے ہیں حضرت سے ہے کہ ان کو جمع کر کے یہاں ایک خاص ترتیب سے پیش کیا جائے تاکہ ان سے آسانی کے ساتھ اسباق و بصائر حاصل کئے جاسکیں۔ آغاز اسلام میں جب اسلام کا نام لینا ہی ہر طرح کے آلام و مصائب کو دعوت و یتا تھا حضرت ابو عبیدہ نے دعوتِ حق قبول کی۔ اس کے بعد جو صحابہ تھے اور دشواریاں بھی پیش آئیں آپ نے ان کا خیر مقدم کیا اور قربانی پیشہ بزرگ روین کی خاطر سب سے پہلے اعزہ و اقارب اور وطن عزیز کو خیر باد کہہ کر ہمیشہ کو ہجرت کر گئے۔ ان میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

ایمان و اسلام کی راہ میں جب کبھی کوئی آزمائش پیش آئی آپ اس میں پورے اترے۔ عزوہ بدر میں امین الامت اسلامی صف میں تھے۔ آپ کے والد عبد اللہ صنف کفارہ میں تھے۔ یہ مرحلہ کتنا سخت تھا۔ لیکن حضرت امین الامت کے جذبہ ایمانی کے مقابلے میں اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ آپ نے ایک ہی وار میں باپ کا کام تمام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کا یہ اسوہ ایمان اس قدر پسند آیا کہ اس نے اپنے کلام مقدس میں اسے جاوہر بنا دیا۔



جو لوگ خدا اور روزِ آخرت پر ایمان لے آئے اور ان کو تم ایسا پاؤ گے۔ کہ وہ خدا اور رسول کے مخالفین سے محبت رکھتے ہوں اگرچہ وہ ان کے باپ بیٹے بھائی اور اہلِ خاندان ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدانے ایمان نقش کر دیا ہے اور ان کو اپنی رحمت سے مدد دیا ہے وہ ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ ان سے راضی ہو گا اور وہ اللہ سے راضی ہونگے۔ یہ لوگ اللہ کے گروہ ہیں اور حق یہ ہے کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

لَا يَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ  
حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ  
كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ  
أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ  
أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ  
الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ  
مِّنْهُ لِيُؤدُّوا إِلَيْهِمْ  
جَنَّتِ بَجْرِيٍّ مِّنْ تَحْتِهَا  
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا  
كَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا  
عَنْهُ هَٰؤُلَاءِكَ حِزْبُ اللَّهِ  
الَّذِينَ حِزَّبَ اللَّهُ لَهُمُ  
الْمُفْلِحُونَ ۝

حضرت امین الامت کو حضور رسالت میں بھی خاص قدر و منزلت حاصل تھی، عزوہ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن العاص کی درخواست پر حضور نے امداوی فوج بھیجی تو اس کا سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ کو مقرر فرمایا۔ حالانکہ اس فوج میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے بزرگ بھی موجود تھے۔



حضرت امین الامت کے فضائل میں متعدد حدیثیں وارد ہیں، حضرت

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا۔ ابو بکر جنتی ہیں۔ اور

عمر جنتی ہیں۔ عثمان جنتی ہیں۔ علی

جنتی ہیں۔ طلحہ جنتی ہیں۔

زبیر جنتی ہیں۔ عبدالرحمن

بن عوف جنتی ہیں۔

سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں۔

سعید بن زید جنتی ہیں۔

ابو عبیدہ بن الجراح جنتی ہیں

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم قال ابو بکر فی الجنة

وعمر فی الجنة وعثمان فی

الجنة وعلی فی الجنة وطلحة

فی الجنة والزبیر فی الجنة و

عبدالرحمن بن عوف

فی الجنة وسعد بن ابی

وقاص فی الجنة وسعید

ابن زید فی الجنة و ابو

عبیدة بن الجراح فی الجنة

ورواة الترمذی و ابن ماجہ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے

آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ابو بکر بہترین آدمی ہیں

عمر بہترین آدمی ہیں۔ ابو عبیدہ بن

الجراح بہترین آدمی ہیں۔

عن ابی ہریرة قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نعم الرجل ابو بکر

نعم الرجل عمر۔ نعم الرجل

ابو عبیدة بن الجراح

(جامع الترمذی ابواب المناقب)



حضرت عبد اللہ بن شقیق سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کے نزدیک صحابہ میں سے کون زیادہ محبوب کون تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا۔

ابوبکر! میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمر میں نے پوچھا پھر کون؟ کہا ابو عبیدہ بن الجراح؟ میں نے پوچھا پھر کون؟ اس پر وہ چپ ہو گئیں۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب)

حضرت ابن ابی نیکتہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت

عائشہ سے سنا لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ اگر

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اپنا

خلیفہ بناتے تو کسے بناتے؟ آپ نے فرمایا ابوبکر صدیق

کو۔ لوگوں نے پھر پوچھا ابوبکر کے بعد حضور کسے بناتے

عطا فرماتے؟ کہا عمر فاروق کو۔ لوگوں نے پھر پوچھا اگر

بعد حضور کسے خلیفہ بناتے؟ فرمایا۔ ابو عبیدہ بن الجراح کو

درود اسلام

حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ میری امت میں میری

امت پر سب سے زیادہ ہر بان ابوبکر ہیں

عن عبد اللہ بن شقیق قال

قلت لعائشة ای اصحاب النبی صلی

اللہ علیہ وسلم کان احب الیہ

قالت ابوبکر قلت ثم من قلت

ثم عمر قلت ثم من قلت ثم

ابو عبیدہ بن الجراح قلت ثم

من فسکت

عن ابن ابی نیکتہ قال سمعت

عائشہ و سئلت من کان رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استخلفا

لو استخلفہ قالت ابوبکر فقیل

ثم من بعد ابی بکر قالت عمر

قیل من بعد عمر قالت ابو

عبیدہ بن الجراح۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان

النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال ارحم امتی بامتی ابوبکر



واشد همدی امر الله عذر  
 واصل قهر حیا و عثمان و  
 افر فہم زید بن ثابت و  
 اقرہ ہمدانی بن کعب علیہم  
 بالحداب والہجرام معاذ بن جبل  
 وکلل امة امین و امین ہذا  
 الامة ابو عبیدة بن الجراح

اور حکم خدا کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں  
 اور جہاں میں سب سے راست باز عثمان ہیں اور  
 فرائض و عوارض کے سب سے زیادہ عالم  
 زید بن ثابت ہیں اور علم قرأت کے سب سے بڑے ماہر اپنی  
 ابن کعب ہیں اور حداب و ہجرام کے سب سے عالم معاذ بن جبل ہیں  
 اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت  
 کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں۔

مشکوٰۃ بروایت امام احمد اور ترمذی

عن حذیفة قال جاء اهل  
 بھران الی رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول  
 اللہ ابعت الی بنا رجل  
 قال لا بعثن الیکم رجل  
 امین حق امین۔ فاستشف  
 لها الناس۔ قال فبعث ابا  
 عبیدة بن الجراح

حضرت حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے  
 کہ اہل بھران (دین) حضرت رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست  
 کی کہ آپ کسی امین شخص کو ہمارے یہاں بھیجیں  
 حضور نے فرمایا میں تمہارے یہاں ایک مرد امین کو  
 بھیجوں گا جس کی امانت مسلم ہے حضور کا یہ ارشاد کہ  
 لوگ دیکھنے لگے کہ یہ شرف امتیاز کسے عطا ہوتا ہے ابو  
 عبیدہ کہتے ہیں کہ حضور نے ابو عبیدہ بن الجراح کو بھران بھیجا۔

(متفق علیہ)

صحابہ کرام بھی حضرت امین الامت کی نہایت قدر و منزلت کرتے تھے  
 حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے مسئلہ



مہاجرین و انصار میں اختلاف ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لئے حضرت امین الامت کا نام پیش کیا، آپ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا

یہ عمر بن الخطاب موجود ہیں ان کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کی ذات سے تمہارے دین کو معزز کیا، اور یہ ابو عبیدہ بن الجراح موجود ہیں جن کو امین الامت کے نام سے ممتاز کیا گیا ہے ان دونوں میں سے

جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو،

لیکن حضرت عمر کے ساتھ اس پیکر اخلاص و ایثار نے بھی اپنے استحقاق

کو نظر انداز کر کے حضرت صدیق اکبر کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں شام پر فوجیں

بھیجیں تو اس کو متعدد حصوں پر تقسیم کر کے ہر حصے پر ایک سپہ سالار مقرر کیا

اور ہدایت فرمائی کہ ضرورت کے مطابق ایک دوسرے کی مدد کرنے نہ ہوں

اور جس وقت تمام سپہ سالار ایک مقام پر جمع ہوں تو ابو عبیدہ سپہ سالار اعظم ہوں

قبیلہ طے کے چھ سو مجاہدین جہاد شام میں شریک ہوئے جس کے لئے آئے

ان کے سردار نعمان بن زیاد ساتھ تھے انہوں نے حضرت ابو بکر سے

درخواست کی کہ ہمیں کسی بزرگ امیر کے ماتحت تمام بھیجے، آپ نے فرمایا

”میں تمہیں ابو عبیدہ بن الجراح کی ماتحتی میں بھیجوں گا جو میرے تمام امراء کے

لشکر ہیں افضل ہیں۔ وہ سفر و حضر ہر حال میں تمہارے بہترین رفیق ثابت

ہوں گے۔



اسی طرح قبیلہ ہمدان کے سردار حمزہ بن مالک بھی اپنے قبیلے کے دو ہزار  
 آدمیوں کے ساتھ آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے انہیں شام روانہ کرتے ہوئے  
 فرمایا کہ وہاں جا کر جس سپہ سالار کی فوج میں چاہنا شامل ہو جانا، حمزہ  
 بن مالک نے شام پہنچ کر مسلمانوں سے پوچھا کہ حضور نبوی میں سب سے زیادہ  
 قدر و عمر کس سپہ سالار کو حاصل تھی؟ مسلمانوں نے حضرت امین الامت  
 کا نام بتایا اور وہ آپ کی فوج میں شامل ہو گئے۔ آپ حمزہ بن مالک کے  
 ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آئے اور ان کے ساتھیوں کے لئے  
 دیکھے خیر فرمائی،

شام کے مختلف حصوں کے لئے جو لوگ سپہ سالار بنائے گئے تھے  
 ان میں حضرت عمر بن العاص بھی تھے، انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق سے  
 درخواست کی کہ وہ شام کے سپہ سالار اعظم بنا دیے جائیں، حضرت ابو بکر  
 نے فرمایا کہ یہ منصب ابو عبیدہ بن الجراح کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس کے بعد  
 حضرت عمر بن العاص، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور ان سے اپنے  
 فضائل و کمالات بیان کر کے خود پیش ظاہر کی کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق سے  
 ان کے سپہ سالار اعظم بنائے جانے کی سفارش کر دیں۔ حضرت عمر نے فرمایا  
 ابو عبیدہ تم سے افضل ہیں، اس لئے میں اس بات کی سفارش  
 نہیں کر سکتا کہ تم کو ابو عبیدہ پر ترجیح و توفیق دیجائے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعث اللغات میں لکھتے ہیں۔

میں گفت امیر المؤمنین عمر و روز بروز

یعنی حضرت عمر نے اپنی وفات کے روز فرمایا



اگر ابو عبیدہ بن الجراح می پوسے می پیرا  
 کہ اگر ابو عبیدہ کا موجود ہونے  
 تو میں خلافت کا معاملہ یا اس کے  
 مشورے کا اختیار ان کے  
 تقویٰ میں کروم۔  
 سپرد کرویتا۔

(باب مناقب عشرہ مبشرہ)

فین حرب میں حضرت خالد بن ولید کو خاص امتیاز حاصل تھا، وہ  
 اپنی اسی استعداد و صلاحیت کی بنا پر حضور رسالت سے سبقت لے کر  
 لقب پانچے تھے۔

حضرت ابو بکر نے ان کو عراق کی قوم پر مامور فرمایا تھا، بعد میں ضرورت  
 کے پیش نظر ان کو شام کا سپہ سالار اعظم بنا کر بھیجا جا ہا تو حضرت ابو عبیدہ کے  
 نام خط لکھا اس میں تحریر تھا۔

وہیں نے آپ کی جگہ خالد کو اس لئے مامور نہیں کیا ہے کہ میرے  
 نزدیک وہ آپ سے افضل ہیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ  
 معاملات جنگ میں انہیں زیادہ درک و ہمارت حاصل ہے۔

حضرت خالد بن ولید حضرت امین الامت کے مرتبہ سے واقف  
 تھے چنانچہ انہوں نے عراق سے شام کے لئے روانہ ہونے ہوئے آپ کو  
 اس اعزاز و اکرام کے ساتھ خط لکھا۔

آپ جس مرتبہ پر فائز ہیں اس پر برقرار رہیں گے، میں نہ آپ کی  
 نافرمانی کروں گا نہ مخالفت کروں گا۔ نہ آپ کے بغیر کسی معاملہ



کافیصلہ کروں گا، آپ سید المسلمین ہیں، نہ میں آپ کی فضیلت  
و بزرگی کا مفکر ہو سکتا ہوں اور نہ آپ کی رائے سے بے نیاز۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، خود بڑے پایہ کے صحابی تھے اور ختم  
میں برابر حضرت ابو عبیدہ کے رفیق جہاد رہے، انھوں نے آپ کی وفات  
پر جو دلگداز اور پراثر خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا۔

مسلمانو! تم کو ایک ایسے شخص کی جدائی کا سانحہ پیش آیا ہے  
جس کا بندگانِ خدا میں نے مثل نہیں دیکھا۔ بخدا اب  
ان کا سا کوئی شخص تمہارا سردار نہ ہو گا۔

اس کے بعد جب آپ نے اس سانحہ جانکاہ کے متعلق حضرت عمر رضی  
عنه کو خط لکھا تو اس میں تحریر فرمایا۔

آپ اس شخص کو صبر کیجئے جو خدا کا امین تھا، اور جسے ہم اور  
آپ دونوں بہت عزیز رکھتے تھے۔

حضرت امین الامت نے فیاض ازل سے ہمہ گیر استعداد و صلاحیت  
پائی تھی، اخلاص و عمل ایسا کہ خود رسول امین نے امین الامت کے لقب  
سے سرفراز فرمایا، اور عام استعداد و وقا پلٹ اس پائے کی کہ صدیق اکبر  
خلیفہ اول نے آپ کو مستحقِ خلافت سمجھا۔ شجاعت و بہادری اور صلاحیت  
حربی ایسی کہ بڑے بڑے مردانِ کار نہاد اور ماہرین جنگ کی موجودگی میں  
سپہلاری عظمیٰ کے منصب سے سرفراز ہوئے۔ دینی دانش و بصیرت میں آپ کا  
جو مرتبہ تھا اس کا اندازہ اس گفتگو سے ہو سکتا ہے جو آپ نے روئی پیغام



مارج سے فرمائی، جب وہ جنگِ یرموک کے دوران میں آپ کے پاس پہنچے  
سپہ سالار کا پیغام لے کر آیا تھا۔

مارج نے پوچھا: ”تمہارے رسول نے اپنے بعد بھی کسی پیغمبر کے آنے کی  
خبر دی ہے؟“

حضرت ابو عبیدہ نے جواب دیا: ”یہ خبر ہی نہیں دی ہے بلکہ اس کے برعکس  
یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ حضرت عیسیٰ نے ہمارے  
رسول کی آمد کی بشارت دی تھی۔“

مارج نے کہا: ”میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نے ایک شہر سوا  
رسول کی بعثت کی خبر دی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ تمہارے  
ہی رسول ہیں، اچھا یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ  
حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: ”ہمارے رسول نے ان کے متعلق وہی فرمایا ہے جو  
خود اللہ کا ارشاد ہے۔ یعنی

انّ مثل عیسیٰ عند اللہ  
کمثل آدم طخلف من ثراب  
ثم قال لعلی فی کونہ  
اور یہ بھی نسخہ پایا ہے۔

یا اهل الكتاب لا تغلوا فی  
دینکم ولا تقولوا علی اللہ  
الا الحق ۱۰ ایما مسیح عیسیٰ  
اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور  
اللہ کے بارے میں جو کچھ کہو حق کہو،  
عیسیٰ ابن مریم محض خدا کے رسول ہیں



مِنْ رُوحِ رَّبِّكَ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي  
 الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ كُنَّا إِيَّاهُمْ  
 شَاهِدِينَ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاللَّهُ يَخْبُرُ  
 الْمُصَلِّينَ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا  
 الزَّكَاةَ وَارْتَضُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ  
 وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ وَاتَّقُوا اللَّهَ  
 الَّذِي تَدْعُونَ بِرَحْمَتِهِ إِنَّكُمْ  
 كُنْتُمْ لَعِنَتِهِ أَهْلًا وَاتَّقُوا اللَّهَ  
 الَّذِي تَدْعُونَ بِرَحْمَتِهِ إِنَّكُمْ  
 كُنْتُمْ لَعِنَتِهِ أَهْلًا وَاتَّقُوا اللَّهَ  
 الَّذِي تَدْعُونَ بِرَحْمَتِهِ إِنَّكُمْ  
 كُنْتُمْ لَعِنَتِهِ أَهْلًا

اور اس کا کلمہ جسے اس نے مریم کی طرف  
 القا کیا۔ اور اس کی طرف سے ایک روح پڑ  
 پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔  
 اور تین خدائے کہو اس عقیدے سے باز آ جاؤ یہ ظاہر  
 لئے بہتر ہے اللہ محبوب و احد ہے وہ اس بات سے پاک  
 کہ کوئی اس کا بیٹا ہو آسمان و زمین میں جو کچھ ہے  
 سب اسی کا ہے، اور اللہ کار سازی کے لئے کافی  
 ہے جو خدا کا بندہ ہونے میں غار ہے، اور نہ  
 ملائکہ مقربین کو۔ اور جو کوئی اللہ کی  
 بندگی میں عمار سمجھے تو وہ وقت  
 دور نہیں کہ اللہ ایسے تمام لوگوں  
 کو اپنے پاس جمع کرے گا،

(سورہ ن، پارہ لا یحب اللہ)

الْبِیَّ حَبِیْبًا (س النصار پت)

حضرت ابو عبیدہ نے اپنی انتہائی بصیرت مندی سے جارج کے جواب  
 کے لئے قرآن کریم کی یہ آیتیں انتخاب کیں جن سے اس پر اسلام کی  
 حقیقت منکشف ہو گئی۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت امین الامت کو تقریر و خطابت میں بھی خاص درجہ حاصل تھا  
 حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے مسئلے  
 نے انتہائی پیچیدگی اختیار کر لی تھی، پہلے تو انصار اپنے ہی کو مستحق خلافت



مجھے تھے اور انہوں نے اس منصب کے لئے حضرت سعد بن عبادہ کو منتخب بھی کر لیا تھا، حضرت ابو بکر بہت بڑے خطیب و مقرر تھے، اور اس موقع پر آپ نے نہایت زبردست تقریر فرمائی، لیکن اس سے مسئلہ سلجھنے کے بجائے اور الجھ گیا، حضرت جناب بن المنذر نے یہ تجویز پیش کی کہ انصاری اور قریش دونوں میں سے ایک ایک خلیفہ مقرر ہوں، اور ساتھ ہی اپنے گروہ کو مخاطب کر کے کہا کہ

مستحق خلافت تو صرف انصاری ہیں۔ ہم رفع نزاع کے لئے اس صورت پر رضامند ہیں۔ لیکن اگر ہاجرین اس صورت کو بھی منظور نہ کریں تو ان کو بزورِ اسلحہ یہاں سے نکال دیا جائے۔

اس پر حضرت عمر اور حضرت جناب بن المنذر نے سخت کلامی تک کی نوبت پہنچ گئی۔ اس نازک مرحلے پر حضرت ابو سعید نے انصاریہ کو مخاطب کر کے ایک تقریر کی جس میں فرمایا۔

یا معاشرا لا انصار انکم کلمہ  
اول من نصر فلا تکونوا اول  
من غیر۔  
حضرات انصار! تم وہ ہو جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کی مدد کی پھر تمہیں سب سے پہلے بانی اختلاف و افتراق نہ بنو۔

آپ کی اس چچی تلی نفسیاتی تقریر نے انصاریہ کا نقطہ نظر ہی تبدیل کر دیا۔ حضرت بشیر بن سعد انصاری نے کہا کہ بے شک مستحق خلافت قریش ہی ہیں، ہم نے دین کی نصرت کی لیکن اس سے ہماری عرض دنیا نہ تھی، ہمارے پیش نظر



اللہ کی رضا اور اس کے رسول کی اطاعت تھی۔

حضرت جناب بن المنذر نے کہا: تم نے بڑی بڑی بڑی ظالمی کی۔ انہوں نے جواب دیا: اس میں بڑی بڑی کوئی بات نہیں، کیا تم نے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا، الامثلة من قریش اس ارشاد رسول کے سامنے تمام انصار کی گردنیں جھک گئیں۔ اور حضرت ابو بکر خلیفہ منتخب ہو گئے۔

صحابہ کرام کی سب سے بڑی خوبی یہی اطاعت رسول تھی اور اسی میں ان کی کامیابی اور فوز و فلاح کا راز مضمر تھا۔

جنگ یرموک میں جب مسلمان صفت بستہ روپیوں سے معرکہ ہونے کے لئے کھڑے تھے، آپ نے ان سے اس طرح خطاب فرمایا:

اللہ کے بندو! اللہ سے اعانت طلب کرو، وہ تمہاری اعانت فرمائے گا، اور تمہیں ثابت قدم بنا دے گا،

مسلمانو! اللہ کا وعدہ حق ہے استقلال سے کام لو،

استقلال میں کفر سے نجات ہے، خدا کی خوشنودی ہے

ذلت آمیز شکست سے دستگیری ہے۔ خبردار جب تک

ہیں حملے کا حکم نہ دوں کوئی اپنی صفت سے علیحدہ نہ ہو۔ ایک

قدم بھی دشمن کی طرف نہ بڑھے، جنگ میں سبقت نہ کرے

نیز سے سیرھے اور سپر سامنے کر لو، بالکل ساکت و صامت

رہو۔ صرف دل میں اللہ کا ذکر کرتے رہو۔



## سیرت و اخلاق

حضرت امین الامت سیرت و اخلاق کے جس بلند مقام پر فائز تھے اس کا صحیح اندازہ آپ کو اس وقت ہو سکتا ہے جب کتاب و سنت کا معیار اخلاق آپ کے سامنے ہو، ایک مقام پر صحابہ کرام کی نسبت ارشاد الہی ہے

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِيمَاءُ  
بَيْنَهُمْ

وہ منکرینِ حق پر نہایت سخت اور  
آپس میں نہایت رحمدل ہیں۔

ایک مقام پر سفید گان خاص کے اوصاف ہیں فرمایا گیا ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ  
عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَالَجَهُمُ  
الْجِبَالُ سَأَلُوا سَلَامًا وَالَّذِينَ  
يَبْسُتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا  
وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ سَبِيلَ رَبِّهِمْ إِذَا  
سَأَلُوا عَنْ شَيْءًا قَالُوا سَمِعْنَا  
وَأَطَعْنَا وَإِذَا تَوَلَّى سَفْهُوا  
الْأَعْيُنَ عَنِ الْغَوَاةِ وَأَنْتَ  
مُبِينٌ

خدا کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع سے  
چلتے ہیں۔ اور جب جاہل لوگ ان سے ہمت  
کے ساتھ خطاب کرتے ہیں تو وہ جواب میں سلامتی  
کی باتیں کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے پروردگار کے حضور  
سجدے اور قیام میں ات گزرتے ہیں اور جو دعائیں مانگتے  
ہیں کہ اسے ہمارے پروردگار ہم سے عذابِ جہنم کو دور رکھیو،  
کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے اور وہ بڑا ٹھکانا  
اور بڑا مقام ہے اور وہ کہ جب فرشتے کرتے ہیں تو نہ اسراف  
سے کام لیتے ہیں اور نہ تنگی سے، ان کا نتیجہ کرنا دونوں  
حالتوں کے درمیان اعتدال سے ہوتا ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔



لا تَكُونُوا مِثْلَ تَقْوُونَ ان <sup>حسن</sup>

النَّاسِ احْسِنُوا وَاِنْ ظَلَمُوا  
ظَلَمْنَا وَلَكِنْ وَاِنْ ظَلَمْنَا

ان احسن الناس ان تحسنوا  
وان اساءوا فلا تظلموا -

(ترمذی البر والصلہ)

حضور کا ایک اور ارشاد ہے،

افضل الفضائل ان نصل من  
قلعتك وتعطي من منعك و

نصله ممن ننتك -

(مسند احمد)

اللہ ورسول کے ان ارشادات کو پیش نظر رکھیے اور دیکھیے۔ حضرت

ابوبکر صدیق اور حضرت معاذ بن جبل حضرت امین الامت کے اخلاق و فضائل

کے متعلق کیا شہادت دیتے ہیں؟

حضرت ابوعبیدہ مجاہد بن کولہ کہ شام کے لئے روانہ ہونے لگے۔ تو

حضرت ابوبکر صدیق نے عرب کے مشہور شہسوار حضرت قیس بن مکشوح کو

مخاطب کر کے فرمایا۔

میں تم کو ابوعبیدہ الامین کی سرکردگی میں بھیج رہا ہوں جو اس غزوی

کے بزرگ ہیں کہ جو ان کے ساتھ زیادتی کرتا ہے۔ یہ اسے پر دانت

لوگو! بدلہ چوڑھو، کہہنے لگو۔ اگر لوگ اچھا

سلوک کریں گے۔ تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا

سلوک کریں گے اور اگر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر

ظلم کریں گے، نہیں بلکہ اپنے نفسوں کو اس پر

سدا ہاؤ کہ اگر لوگ اچھا سلوک کریں تو ان کے ساتھ

اچھا سلوک کرو اور اگر وہ بڑا سلوک کریں تو ان پر ظلم نہ کرو

تمام فضیلتوں میں سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص تجھ کو

قلعہ تعلق کرے تو اس سے تعلق قائم کرے۔ اور جو تجھ سے دوست

بند کرے تو اس سے دوستد چاری رکھے اور

جو تجھے بڑا کہے تو اس سے معاف کر دے



کر لیتے ہیں جو ان کے ساتھ بُرائی کرتا ہے یہ اسکو معاف کر دیتے  
 ہیں۔ اور جو ان سے بلیغ کی اختیار کرتا ہے وہ اس سے بلیغ نہیں  
 مسلمانوں پر نہایت ہر بان ہیں اور کافروں پر بہت ہی سخت  
 ہیں، اسی لئے تم لوگ کسی امر میں ان کی نافرمانی نہ کرنا نہ کسی معاف  
 ہیں ان کی مخالفت کرنا، وہ تمہیں جو حکم دیں گے تمہاری بھلائی  
 کے لئے دیں گے۔“

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت امین الامت کی لاش مبارک کو  
 پیر و خاک کرنے کے بعد مزار سے مخاطب ہو کر خدا کی قسم کے ساتھ فرمایا۔  
 میری دانست میں آپ اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے تھے اور  
 ان لوگوں میں سے تھے جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں اور  
 جب ان سے جہلا مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی  
 ہو۔ اور جو اپنے پروردگار کے لئے نمازیں کھڑے ہو کر رہتے ہیں  
 گزارتے اور مسجدوں میں پڑھتے رہتے ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں  
 نہ مسرف ہوتے ہیں اور نہ بخیل۔ بلکہ ہر حال میں حد اعتدال پر  
 قائم رہتے ہیں، خدا کی قسم آپ میری دانست میں خدا سے دُرنے  
 والے اور بندوں کے ساتھ خاکساری سے پیش آنے والے  
 تھے اور ان لوگوں میں تھے جو تہیوں اور مسکینوں پر رحم کرتے  
 اور جاہلوں اور مغروروں سے بیزار رہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ کو "امین الامت" کے لقب سے



سرفراز فرمایا تھا، اگر ہیں آپ کے اخلاق و کردار کے متعلق اس سے زیادہ کچھ  
 نہ معلوم ہوتا تو ہمارے لئے یہی پس تھا۔ کیونکہ اس ایک جگہ میں سائبے اخلاقی  
 فضائل و محامد جمع تھے، پھر حضور کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت  
 معاذ بن جبل سے بڑی شہادت کس کی ہو سکتی ہے، ان شہادتوں کی روشنی  
 میں دیکھئے تو معلوم ہوگا۔ کہ حضرت امین الامت کی سیرت کتاب سنت کی  
 عملی تفسیر و تشریح تھی،

ان جامع اخلاقی اوصاف کی بعض تفصیلات بھی دیکھئے۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ کے گھر آیا، دیکھا تو آپ

زاد و قطارہ و رہے ہیں۔ اس نے متعجب ہو کر پوچھا

**عجبت پنہری**

و شیرت تو ہے، آپ اس قدر و کیوں رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں

کے آئندہ فتوحات و فتوح کا ذکر کرتے ہوئے شام کا تذکرہ فرمایا۔ اور کہا۔

ابو عبیدہ! اگر اس وقت تک تمہاری عمر و فاکرے اٹو تھارے

لئے صرف تین خاوم کافی ہوں گے۔ ایک خاص تمہاری ذات

کے لئے اور ایک تمہارے اہل و عیال کے لئے، اور ایک

سفر میں ساتھ جانے کے لئے۔ اسی طرح سواری کے تین جانور

کافی ہوں گے۔ ایک تمہارے لئے، ایک غلام کے لئے اور ایک

اسباب و سامان کے لئے۔

لیکن اب دیکھتا ہوں تو میرا گھر غلاموں سے اور اہل گھوڑوں سے بھرا ہوا



ہے آہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا، حضور انور نے فرمایا تھا کہ وہ شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوگا جو اسی حال میں ملے گا جس حال میں میں اسے پھوڑ جاؤں گا۔

غالباً اسی عبرت پذیر ی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے عیش و تمول سے بیکس کنارہ کشتی اختیار کر لی،

اطاعتِ رسول  
حضرت عمر بن العاص غزوہ ذات السلاسل

کی مہم پہنچے گئے تھے، انہوں نے امداد طلب کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ کی قیادت میں دو لشو

مجاہدین بھیجے، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابو عبیدہ ایک جاکے تو چشت پیدا ہوئی کہ ان دونوں میں سے کون امیر ہوگا حضرت عمر بن العاص

نے کہا کہ اصل امیر میں ہوں آپ میری اعانت کے لئے آئے ہیں۔ اس پر آپ میرے ماتحت ہیں مگر وہ ان کے وقت حضرت رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ کو ہدایت فرمائی تھی کہ آپس میں اختلاف نہ کرنا اس ہدایت کی تعمیل میں حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمرو بن العاص کی

ماتحتی قبول کر لی۔ واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا۔

سبحان اللہ اباعبیدہ  
اللہ ابو عبیدہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے

۱۸ شام میں طاعون کی وبا پھیلی، اور حضرت عمر فاروق اس غرض سے شام تشریف لے گئے کہ اسلامی فوج کو کسی محفوظ علاقے میں



منتقل کر دیں لیکن حضرت ابو عبیدہ نے صرف اس بنا پر نقل مقام سے انکار کر دیا، کہ جہاں یہ وہاں پہنچا ہو۔ وہاں سے بھاگنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے، حضرت عمر مدینہ منورہ واپس چلے آئے، حضرت عمر کو حضرت ابو عبیدہ سے بڑی محبت تھی، اس لئے آپ نے چاہا کہ ان کو اپنے پاس بلا لیں، چنانچہ آپ نے حضرت ابو عبیدہ کو خط لکھا کہ مجھے آپ سے کچھ کام ہے چند روز کے لئے میرے پاس چلے آئیے، آپ حضرت عمر کا مطلب سمجھ گئے، لکھا کہ جو تقدیر میں ہے وہ ہو گا، میں اپنی جان بچانے کے لئے مسلمانوں کو چھوڑ کر یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ بالآخر آپ طاعون میں مبتلا ہو گئے۔ جب آپ کی حالت نازک ہوئی تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے ایک تقریر کی جس میں فرمایا۔

یہ مرض خدا کی رحمت اور تمہارے نبی کی دعوت ہے پہلے بھی بہت سے نیک اور صالح لوگ اس مرض میں مر چکے ہیں، اور ابو عبیدہ بھی خدا سے اس سعادت میں حصہ یاب ہونے کا آرزو مند ہے۔

چنانچہ آپ اسی مرض میں داخل ہو گئے۔

**محبت رسول** غزوہ احد میں جب مسلمانوں کی حالت حد درجہ اضطراب انگیز ہو گئی اور اسی حالت میں ایک غلط فہمی کی بنا پر غل ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ تو مسلمانوں پر اور بھی بدحواسی طاری ہو گئی۔ اور ایک کو دوسرے کی خبر



نہ ہی، اس نازک ترین حالت میں صرف چند صحابہ کرام رسالت کے گرد  
پرمانہ وار دادِ عشق و محبت دے رہے تھے۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ  
بھی تھے۔ اس عزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک  
کی شہادت کا واقعہ تو بہت مشہور ہے، لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم  
ہوگی کہ ایک محب رسول نے بھی اسے دو دانت اپنے مقدس محبوب پر  
قربان کر دیئے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں خود  
کی دو کڑیاں چھب گئیں تھیں۔ ان کو نکالنے میں حضرت ابوعبیدہ کا آگے کا  
ایک دانت ٹوٹ گیا، لیکن آپ نے اس کی کوئی پروا نہ کی، اور دوسری  
کڑی کے نکالنے میں اپنا آگے کا دوسرا دانت بھی نذر کر دیا،

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنی اذان کے لئے ایک خاص اتنیاز رکھتے  
تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ شام چلے گئے تھے  
بیت المقدس کی فتح کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام گئے، تو حضرت  
بلال کی اذان یاد آئی، حضور کی وفات کے بعد حضرت بلال نے اذان  
دینی چھوڑ دی تھی، لیکن حضرت عمر کی خواہش پر ایک وقت اذان دینا  
منظور کر لیا، جس وقت آپ نے اذان دینی شروع کی صحابہ کو حضور کا ہمد  
مبارک یاد آگیا، لوگ زار و قطار رونے لگے، حضرت ابوعبیدہ اور حضرت  
معاذ سب سے زیادہ رورہے تھے، حضرت عمر نے ان کو صبر کی تلقین  
کی اور چپ کرایا۔



ملقین و موخطات  
ملقین و موخطات صحابہ کرام کی ایک امتیازی خصوصیت  
تھی جس نے امت میں بھی یہ خصوصیت

بدرجہ اتم موجود تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے  
تو حضرت امین الامت نے ایک خط لکھا کہ: حق ادا کیا۔ آپ نے تحریر فرمادے

اے عمر! ہم نے تمہیں اس حال میں دیکھا تھا جب تمہارے  
پیش نظر صرف اپنی ذات کا معاملہ تھا، مگر اب تم امت محمدیہ  
کے پورے معاملات کے ذمہ دار بنا دیئے گئے ہو سیاہ و سفید  
کل تمہارے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے، اب دشمن اور  
دوست، معزز اور حقیر، کمزور اور قوی، سب تمہارے سامنے  
بیٹھیں گے، تمہارے انصاف میں ہر شخص کا حق و حصہ ہوگا  
اس لئے اے عمر! دیکھنا یہ ہے کہ اب تم کیسے ثابت ہوتے ہو  
اور کیا کرتے ہو؟

اے عمر! ہم تمہیں وہ دن یاد دلاتے ہیں جب دلوں کی جانچ  
کی جائے گی، پوشیدہ راز عریاں ہو جائیں گے اور چھپی ہوئی  
برائیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ وہ بادشاہ قاہر جس کی سلطنت  
کے سامنے سب عاجز و مغلوب ہیں۔ اس کے حضور سجدے  
میں پڑے اس کے فیصلے کا انتظام کر رہے ہونگے، اور اس کے  
عذاب سے لرزاں اور اس کی رحمت کے امیدوار ہونگے  
اے عمر! ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ



بھی ہوں گے جو ظاہر کو پسند کریں گے باطن کے دشمن ہوں گے  
 ہم اس حالت سے بپناہ مانگتے ہیں، اس لئے اس خط کو اسی  
 نگاہ سے دیکھنا جس نگاہ سے ہم دیکھ رہے ہیں۔  
 آپ کو اس فریضہ سنہ کا اتنا خیال تھا کہ آپ دم آخر بھی اسے نہ بھولے  
 مرض الموت نے زیادہ شدت اختیار کی تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے  
 ان کے سامنے حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا۔

لوگو! آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنا افسروں سے مخلصانہ  
 تعلق رکھنا۔ انہیں فریب نہ دینا، دنیا کے دام میں نہ پھنسنا  
 ادنیٰ ہزار سال زندہ رہو، لیکن ایک روز اس کا بھی یہی  
 حال ہوگا۔ جو آج میرا ہے خدا نے انسانوں کے لئے موت  
 لازم کر دی ہے، کوئی ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا، انسانوں میں  
 سب سے بہتر وہی ہے۔ جو اپنے خدا کا سب سے زیادہ  
 اطاعت گزار ہو۔ اور آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل  
 صالح کرتا ہو۔

ترہدواستغناء حضرت امین الامت انتہالی نہ ہوا استغناء کی زندگی  
 گزارنے تھے۔ جہاں و مقام کے دوران میں مال غنیمت  
 سے آپ کو جو حصہ ملتا تھا وہ خوشحالی اور شان و شوکت کی زندگی گزارنے  
 کے لئے کم نہ تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمام تشریف لے گئے تو انھوں  
 نے حضرت خالد بن ولید اور دوسرے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ جوہر و دیبا کی



تختی اور پر تکلف قبائیں پہنے ہوئے ہیں، لیکن حضرت امین الامت آپ  
 صلی اللہ علیہ وسلم تو بدن پر ویسے ہی معمولی اور سادہ کپڑے تھے۔ جیسے آپ  
 مدینہ منورہ میں پہنا کرتے تھے۔ شامی معاشرت کی تکلف پرستیوں نے  
 آپ کی زندگی بھر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا، حضرت خالد بن ولید آپ کے ماتحت  
 افسر تھے، پھر بھی ان کے پاس اتنا مال تھا کہ وہ بڑی بڑی زمینیں اپنے مدح  
 خواں شعراء کو دیدیا کرتے تھے، ان کی انھیں فراخ دستیوں پر حضرت  
 عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے اپنے پاس بلا لیا اور ان کے مال کا  
 حساب کرایا تو زائد مال بیت المال میں جمع کرنے کے بعد بھی جو رقم حضرت  
 خالد کو ملی وہ ساٹھ ہزار درہم تھے، لیکن ابو عبیدہ بن الجراح کا کیا حال تھا؟  
 ایک بار رومی سفیر اسلامی لشکر گاہ میں آیا تو اسے حضرت ابو عبیدہ  
 تک پہنچنے میں سخت دشواری پیش آئی۔ اس نے اپنے سپہ سالار اعظم کو جس  
 شان و شوکت سے دیکھا تھا وہ اسی کو یہاں بھی تلاش کر رہا تھا، لیکن اسی  
 یہاں ہر چیز میں یک رنگی و یکسانی نظر آ رہی تھی، بالآخر اس نے حیران ہو کر  
 مسلمانوں سے پوچھا: ”تمہارے سردار کہاں ہیں؟“

حضرت ابو عبیدہ سامنے ہی زمین پر بیٹھے تھے، کندھے سے کمان  
 لٹک رہی تھی، اور ہاتھ میں تیر تھا جسے آپ الٹ پلٹ رہے تھے،  
 مسلمانوں نے کہا: ”یہ بیٹھے ہیں۔“

آپ کو اس معمولی حالت میں دیکھ کر اسے یقین نہ آیا۔ اس نے  
 آپ سے پوچھا: ”کیا واقعی آپ ہی سپہ سالار اعظم ہیں؟“



حضرت ابوعلیہؓ نے فرمایا: "ہاں"

سفر نے سوال کیا: "کیا آپ کا خیال ہے کہ اگر آپ قالین پر بیٹھیں تو خدا آپ سے ناخوش ہو جائے گا۔ اور آپ کو اپنے فضل و کرم سے محروم کر دے گا؟"

حضرت امین الامت نے جواب دیا: "میرے پاس قالین اور مال و دولت کہاں؟ اسلحہ جنگ کے سوا میرے پاس کوئی اور چیز نہیں، کل مجھے ایک ضرورت پیش آئی تو میرے پاس ایک جنبہ نہ تھا، مجبوراً مجھے اس بھائی (معاذ) سے قرض لینا پڑا" (فتوح الشام اردی)

آپ کو جب کبھی مال ملتا تھا آپ اور خدا میں صرف کر ڈالتے تھے ایک بار حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کی خدمت میں چار سو دینار اور چار ہزار درہم بطور انعام بھیجے، انھوں نے تمام رقم فوج میں تقسیم کر دی، اور اپنے لئے ایک جنبہ بھی نہ چھوڑا۔ حضرت عمرو نے سنا تو سہرایا "الحمد للہ کہ اسلام میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔"

حضرت امین الامت اپنی گونا گوں صلاحیتوں کے باعث ہمیشہ ممتاز مناصب پر فرائز ہوتے

رہے۔ لیکن خود آپ کا قلب مبارک چاہے و منصب کی آمد نہ و منہ پوں سے پاک تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ نے آپ کی جگہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو شام کا سپہ سالار مقرر فرمایا تو عام طور پر نجاشی کو فسوس ہوا۔ لیکن حضرت امین الامت کو اس کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ



کا خط ملا تو آپ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ خلیفہ رسول کے کاموں میں برکت عطا فرمائے اور

خالد بن ولیدؓ کو زندہ رکھے۔

حضرت امین الامت کے دل میں

مسلمانوں کی قدر و محبت مسلمانوں کی بے حد قدر و منزلت

تھی۔ آپ نے ایک بار حضرت مسرہ بن مسروق کو مسلمانوں کی ایک جماعت

کے ساتھ ایک مہم پر بھیجا تھا۔ ان کی واپسی میں دیر ہوئی تو ان کے پاس

آدمی روانہ کیا اور خط لکھا: "میرا قاعدہ جاتا ہے۔ خط پڑھنے ہی فوراً واپس

چلے آؤ۔ ایک ایک مسلمان مشرکوں کے تمام مال و دولت سے مجھے زیادہ

محبوب ہے۔"

میسرہ واپس آئے تھے، راستے میں انھیں حضرت ابو عبیدہ کا

خط ملا، خط پڑھ کر انہوں نے کہا: "مسلمانوں کی طرف سے اتنا نہیں جڑا

خبر دے وہ مسلمانوں پر کتنے شفیق و مہربان ہیں۔"

حضرت امین الامت اپنے اور مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا امتیاز

و تفوق روا نہیں رکھتے تھے، چنانچہ جب ایک بار رومی سفیر اسلامی لشکر گاہ

میں آیا اور اس نے دیکھا کہ حضرت امین الامت دوسرے مسلمانوں کے

ساتھ فرشِ خاک پر بیٹھے ہوئے ہیں تو اس نے پوچھا: "کیا آپ کا عقیدہ

ہے کہ اگر آپ قالین یا اور کسی فرش پر بیٹھیں تو خدا آپ سے ناخوش ہو جائے؟"

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ میرے پاس قالین اور فرش کہاں لیکن



میرے پاس یہ سامان ہوتا جب بھی میں اسے روانہ رکھتا کہ دوسرے مسلمان  
 تو زمین پر بیٹھے ہوں اور میں فرسٹ و قالین پر بیٹھوں۔

ایک بار ایک مسلمان نے ایک دشمن سپاہی کو پناہ دی تو حضرت  
 خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمر بن العاصؓ نے اسے ہانپنے سے انکار کیا۔ لیکن  
 حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ میں اسے رو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مسلمان کسی طرف سے پناہ دے سکتا ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ حضرت امین  
 الامت کے حسن سلوک کا یہ حال

### غیر مسلموں کے حسن سلوک

تھا، کہ ایک بار ضرورت پیش آئی کہ ساری اسلامی فوجیں ایک مقام پر  
 جمع ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں تو جموں کو جہاں حضرت ابو عبیدہؓ مقیم تھے چھوڑ  
 دینا پڑا، یہاں کے عیسائیوں نے ذمی ہونا منظور کر کے جزیہ ادا کر دیا تھا،  
 حضرت امین الامت جموں سے روانہ ہونے لگے تو خزانہ کے افسر حضرت  
 حبیب بن مسلمہ کو حکم دیا، کہ اہل شہر سے جزیہ کی رقم وصول ہو چکی ہے وہ  
 انھیں واپس کر دیا جائے۔ جب ہم معاہدہ صلح کے مطابق ان کی حفاظت  
 نہیں کر سکتے، تو ہمارا فرض ہے کہ ہم جزیہ کی رقم انھیں واپس کر دیں، رقم  
 واپس کرنے ہوئے تم اہل شہر سے کہہ دینا کہ ہم معاہدہ صلح پر بدستور قائم  
 ہیں۔ رقم اس بنا پر واپس کی جا رہی ہے کہ اسے ہم نے تمھاری حفاظت کے  
 معاوضے کے طور پر وصول کیا تھا، اور فی الحال ہم اس فرض کی ادائیگی  
 سے قاصر ہیں، اگر خدا نے ہمیں کامیاب کیا، تو ہم پھر واپس آئیں گے اور



معاہدے کی پابندی کریں گے،

حضرت امین الامت کے اس حسن سلوک سے اہل حمص بہت متاثر ہوئے، انھوں نے کہا: محمد اور میوں پر اپنا فہر و غضب نازل کرے اور تمہیں کامیاب واپس لائے، اگر تمہارے بجائے روحی ہوتے تو ایک پیسہ واپس نہ کرتے، بلکہ جاتے وقت جس قدر لوٹ سکتے اور لوٹ لیتے

حضرت امین الامت عام حالات میں

حیرات و دلیری

غیر مسلمانوں کے ساتھ جتنے نرم خواہدہ اور ادارے تھے۔ حق کے معاملے میں اتنی ہی جری اور سخت بھی تھے، جتنا چاہا ایک

بارہ روپیوں نے حضرت امین الامت کے پاس پیغام بھیجا کہ تم اس ملک کے باشندے نہیں ہو۔ تم ہمارے ملک سے نکل جاؤ۔ ورنہ ہم تمہیں نہ صرف یہاں سے بزور نکال دیں گے، بلکہ تمہارے ملک پر بھی حملہ کریں گے۔

حضرت امین الامت نے جواب دیا کہ ہم اس ملک سے ہرگز واپس نہ جائیں گے، اس لئے کہ ساری زمین خدا کی ہے اور سارے انسان خدا کے بندے ہیں خدا ہی تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے

ملک عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، اس لئے ہمارے ہاتھوں

تمہیں ذلیل کر دیا اور ہمیں تمہارے ملک کا وارث بنا دیا۔ اب ہم اس ملک سے جانے والے نہیں، تمہیں ہمارے ملک تک جانے کی زحمت نہ

اٹھانا پڑے گی۔ ہم خود یہاں موجود ہیں تم جب تک ہم سے لڑتے رہو گے انشاء



ہم تمہارا مقابلہ کرتے رہیں گے اور تمہیں ختم کر کے چھوڑیں گے۔  
 یہ کہنے کی ضرورت نہیں، کہہ انجام کارہ شام سے روٹی اقتدار و حکومت کاغذ  
 ہو گیا۔

رضی اللہ عنہ  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
 زمینوں کے ساتھ رفیق و رواداری زمینوں کے حقوق کا خاص

خیال رکھتے تھے اور ان کے ساتھ رفیق و عنایت کیساتھ پیش آتے تھے۔  
 چنانچہ انہوں نے ایک بار حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا:-

وامنع المسلمین بظلمهم  
 مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے اور ان کو ضرر پہنچانے

اور ان کے مال کھانے سے روکو اور ان کے ساتھ

جتنی شرطیں کی گئی ہیں۔ اور ان کو جتنے

حقوق دیئے گئے ہیں۔ ان سب کو

آتیقہم کتاب الخروج  
 پورا کرو۔

لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ زمینوں کے ساتھ اس سے زیادہ

رفیق و رواداری سے پیش آتے تھے چنانچہ آپ نے شام کے عیسائیوں کے

ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس میں یہ الفاظ بھی تھے،

واشترط علیہم حین خلها  
 جب حضرت ابو عبیدہ شام میں داخل ہوئے

علی ان تترك كنالسرهم وبيعهم  
 تو ذمیوں سے اس شرط پر معاہدہ کیا

علی ان لا یجدوا ثوباء بیعة ولا  
 کہ ان کے گرجے اور عبادت خانے

کنیسة وعلی ان علیہم ارشاد  
 اپنی حالت پر چھوڑ دیئے جائیں گے، بشرطیکہ



الضال و بناء القناطر على الاعمال  
 من اموالهم وان يضيفوا من  
 ممتلكاتهم من المسلمين ثلاثة ايام  
 وعلى ان لا يثمتوا مسلما ولا  
 يضربوه ولا يرفعوا في نادى  
 اهل الاسلام صليبا ولا  
 يخرجوا خنزيرا من منازلهم  
 الى اقدية المسلمين وان يوقدوا  
 النيران للخرابة في سبيل الله  
 ولا يبيحوا للمسلمين على عورتهم  
 ولا يضربوا لواقبيهم قبل  
 اذان المسلمين ولا في اوقافهم  
 اذا فهم ولا يخرجوا البرايا  
 في ايام عيدهم ولا يلبسوا  
 السلاح عيدهم ولا يتخذوا  
 في بيوتهم

وہ نئے گرجے تعمیر نہ کریں جو مسلمان رہتے  
 بھول جائیں ان کو راستہ بتائیں اپنے مال  
 سے ہزروں پرپی بانڈھیں جو مسلمان ان کی  
 بستی سے گزریں تین روز تک ان کی بھائی کریں۔  
 کسی مسلمان کو گالی نہ دیں نہ ان کو ماریں، نہ  
 مسلمانوں کی مجلس میں صلیب لگائیں، نہ انکو  
 احاطہ سے سوڑے جائیں بھڑکی راہ میں  
 جنگ کرنے والے مسلمانوں کے لئے راستوں  
 میں آگ لگائیں، اور مسلمانوں کے خلاف  
 غفیہ طور پر خبر رسائی نہ کریں، اذان سے  
 قبل اور اذان کے وقفوں میں ناقوس نہ  
 بجائیں۔

اپنی عیدوں کے دن جھنڈے نہ لگائیں  
 اور نہ ان ہتھیاروں کے دن ہتھیار  
 لگائیں۔ نہ ان کو گھروں میں کہیں

لیکن ڈمیوں نے حضرت ابو عبیدہ سے درخواست کی کہ سال میں یکا

اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کی آبادی میں نئے گرجے نہ بنائے جائیں۔ خود  
 عیسائیوں کو اپنی آبادی میں گرجا بنانے کی اجازت نہ تھی۔ ۱۲ (اسوہ صحیبا جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)



جھنڈوں کے بغیر صلیب لگانے کی اجازت دی جائے تو آپ نے ان کی یہ درخواست منظور فرمائی۔

اس معاہدہ کے بعد مسلمانوں اور رومیوں سے جنگ ہوئی اور اطراف و جوانب کے عیسائیوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی ان کے یہاں رومی پناہ گزین تھے، عیسائیوں نے ان کے بارے میں حضرت ابو عبیدہؓ سے درخواست کی کہ ان کو امن دیا جائے، اور وہ اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کے ساتھ واپس چلے جائیں۔ ان سے کسی طرح کا تعارض نہ کیا جائے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے عیسائیوں کی یہ درخواست منظور فرمائی۔ حضرت ابو عبیدہؓ کی اسی نرمی اور رواداری کا نتیجہ تھا کہ جب رومیوں نے مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں شروع کیں تو اس کی اطلاع خود عیسائیوں نے مسلمانوں کو دی۔ اور جب اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہو گئی تو جن عیسائیوں کے جزیہ کی رقم واپس کر دی گئی تھی۔ انھوں نے دوبارہ اپنی جزیہ کی رقم لا کر حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں حاضر کر دی اور اپنے کو ان کی حفاظت میں دے دیا۔ (کتاب الخراج صفحہ ۱۰۰)

## حضرت ابو عبیدہؓ کی وفات

آدن میں ایک مقام عمورس ہے، حضرت ابو عبیدہؓ مسلمانوں کے ساتھ وہیں مقیم تھے، کہ مسلمان طاعون میں مبتلا ہو گئے، حضرت



عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ حالات کا معائنہ فرمانے کے لئے  
شام تشریف لے گئے۔ مقام سرع میں حضرت ابو عبیدہؓ اور دوسرے  
افسران اسلام نے آپ کا استقبال کیا۔ اس علاقے میں وبا کی شدت  
تھی حضرت عمرؓ نے اپنے رفقاء کے سفر ہاجرین و انصار سے اپنے آگے  
بڑھنے کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا۔

”و آپ خدا کی راہ میں نکلے ہیں اس لئے آپ کا رکناد درست نہیں،  
کچھ لوگ کہتے تھے کہ وبا موت کے مثل ہوتی ہے، اس لئے آپ آگے  
نہ بڑھیں، لیکن کوئی متفقہ رائے نہیں تھی، اس لئے آپ نے ہاجرین  
فتح سے جن میں قریش کے سین رسیدہ اور بجز بہ کار حضرات تھے مشورہ  
طلب کیا۔ انھوں نے بالاتفاق کہا کہ وہی الحال مسلمانوں کو یہاں سے  
منتقل ہو جانا چاہیے۔“ اس بنا پر حضرت عمرؓ نے واپسی کی منادی کرادی  
حضرت ابو عبیدہ کے نزدیک یہ بات جائز نہ تھی، انھوں نے  
یہ منادی سنی تو حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور ناگواری کے لہجے میں  
سوال کیا۔

افراد امن قدر اللہ اے عمر! تقدیر الہی سے بھاگتے ہو؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو عبیدہ کا بہت پاس و لحاظ کرتے  
تھے انھوں نے فرمایا

”کاش! آپ کے بجائے کوئی اور مجھ سے یہ سوال کرتا“

پھر جواب دیا۔



نعم نفر من قدر من الله الى قدا  
الله ارايت لو كان لك ابل  
فهبطت واديا له عدوتان  
احدهما خصبة والاخرى  
جد به اليبس ان رعيت  
الخصبة رعيتها يقدر الله  
وان رعيت الجدية رعيتها  
يقدر الله -

ہاں تقدیر الہی سے تقدیر الہی کی طرف بھاگتا  
ہوں کیا تم نہیں سوچتے کہ اگر تمہارے  
پاس اونٹ ہو اور اس کو لے کر تم کسی  
ایسی وادی میں اترو۔ جس کا ایک  
سر تو سر سبز ہو اور دوسرا خشک میدان  
تو اگر تم سر سبز حصے چراؤ تو کیا یہ تقدیر الہی سے  
نہ ہو گا اور اسی طرح اگر خشک حصے میں چراؤ تو  
کیا یہ بھی تقدیر الہی سے ہی نہ ہو گا ؟

امیر المؤمنین اور امین الامت میں یہ مجتہدانہ گفتگو ہو رہی تھی کہ  
حضرت عبد الرحمن بن عوف آئے اور انھوں نے دونوں بزرگوں  
کی بحث سُن کر یہ حدیث شریف پڑھی -

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
قال اذا سمعتم هذا الویاع  
ببلد فلا تقدوا علیہ و  
اذا وقع ببلد وانتم بہ فلا  
تخرجوا قرابنہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ جب تم سُنو کہ کسی شہر میں  
یہ ویاع بھیلی ہوئی ہے تو اس شہر میں نہ  
جاؤ اور اگر اس شہر میں ویاع بھیلے جس میں تم  
موجود ہو تو اس سے نکال کر نہ بھاگو،

اس حدیث کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمراہیوں  
کے ساتھ مدینہ طیبہ کو کوچ کیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ لشکر گاہ  
میں واپس چلے گئے۔



امیر المؤمنین اور امین الامت میں خط و کتابت حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کو حضرت ابو عبیدہ سے نہایت محبت تھی اور وہ ان کی بے حد قدر و منزلت کرتے تھے، اس لئے حضرت ابو عبیدہ کی طرف سے ان کو سخت تر و تھکا چنانچہ مدینہ منورہ پہنچتے ہی حضرت ابو عبیدہ کے نام حسبِ خط سلام علیک، اما بعد فقد عن صحتی حاجت اسر بیان اشافک فیہا۔

کرنی چاہتا ہوں

حضرت ابو عبیدہ امیر المؤمنین کی غرض سمجھ گئے اور ان کو صاف لکھ دیا یا امیر المؤمنین قد عن صحتی حاجتک الی والی فی جند من المسلمین لا اجد بنفسی رغبۃ فلسبت اسر بید فر افہم

امیر المؤمنین اچھے آپ کی جو ضرورت ہے میرا سمجھ گیا میں مسلمانوں کی فوج میں ہوں اور میرا دل ان سے علیحدہ ہونے کو نہیں چاہتا اس لئے میں ان سے جدا نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمر یہ جواب پڑھ کر بے اختیار رو پڑے یہاں تک کہ صحابہ کو حیرت ہوا کہ حضرت ابو عبیدہ کا انتقال ہو گیا۔ انھوں نے پوچھا: "امیر المؤمنین! کیا ابو عبیدہ کی وفات ہو گئی ہے؟"

حضرت عمر نے فرمایا نہیں۔

اس کے بعد آپ نے حضرت ابو عبیدہ کو دوسرا خط لکھا کہ اس وقت جس مقام میں فوج ہے۔ وہ مرطوب اور تپتی ہے، اس لئے کسی اونچی



جگہ پر منتقل ہو جائے۔ حضرت ابو عبیدہ نے اس حکم پر عمل کیا۔ یہاں آنے کے بعد آپ طاعون میں مبتلا ہو گئے۔

ایک بار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ مسلمان شام میں ہجرت اختیار کریں گے شام اسلام کے علم کے نیچے آجائے گا۔ پھر ایک بیماری پیدا ہوگی، پھوڑے کی طرح جسم کو زخمی کرے گی جو اس میں مرے گا۔ شہید ہوگا۔ اور اس کے اعمال پاک ہو جائیں گے۔ اے

جب مرض نے شدت اختیار کی تو آپ نے حضرت معاذ بن جبل کو بلا کر انھیں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اور لوگوں کو جمع کر کے اسی حدیث کی بنا پر یہ خطبہ دیا

لوگو! یہ وہ بات تھارے پروردگار کی رحمت تمھارے نبی کی دعوت اور تم سے قبل کے نبیوں کی موت ہے اور اب ابو عبیدہ بھی اپنے خدا سے اس سعادت میں حصہ پانے کا متمنی ہے، اے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اگر اس پر عمل کرو گے تو زندگی میں اور مرنے کے بعد ہر حال میں فلاح یاب ہو گے۔ وصیت یہ ہے کہ نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ دیتے رہنا۔ روزے رکھنا سچے و عمرہ کرنا۔ آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنا۔ اپنے افسروں

۱۲ سیر الانصار حالات حضرت معاذ بن جبلؓ بحوالہ مسند امام حنبل ۱۲

۱۳ سیر المہاجرین حالات حضرت ابو عبیدہؓ بحوالہ مسند امام حنبل - ۱۲



مخلصانہ تعلق رکھنا، انہیں فریب نہ دینا۔ دنیا کے دام میں  
 نہ پھنسنا۔ آٹھویں ہزار سال زندہ رہے، لیکن ایک روز اسکا  
 بھی یہی ہوگا۔ جو آج میرا ہے، خدا نے انسان کے لئے موت  
 لازم کر دی ہے، کوئی ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا لوگوں میں  
 سب سے بہتر وہی ہے جو اپنے خدا کا سب سے زیادہ اطاعت  
 گزار ہو۔ اور آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل صالح کرتا ہو،

اتنے میں نماز کا وقت آگیا، ادھر نماز ختم ہوئی ادھر امین امت کی بروہ  
 مبارک ملا، اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی اور خدا کا محبوب بندہ خدا کے جوار  
 رحمت میں پہنچ گیا۔ انا لله وانا الیہ راجعون ۵۸

یہ ہجرت کا اٹھارہ ٹھواں اور حضرت ابو عبیدہ کی عمر کا اٹھارواں سال تھا

امین الامت کی وفات پر حضرت معاذ کا خطبہ <sup>حضرت</sup>

اور حضرت معاذ بن جبل میں بہت محبت تھی۔ اس لئے حضرت معاذ کو  
 حضرت ابو عبیدہ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے امین الامت کی  
 وفات پر مسلمانوں کے سامنے یہ خطبہ دیا۔

لوگو! گناہوں سے توبہ کرو، جو بندہ توبہ کے ساتھ خدا کے  
 حضور میں حاضر ہوتا ہے، خدا اس کو بخش دیتا ہے، قرض  
 کو اپنا قرض اور دینا چاہیے۔ کیونکہ قرض دار قرض کے سبب  
 ماخوذ ہوگا تم میں سے جو مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی سے بخش



رکھتا ہو وہ اس سے صلح کر کے مصافحہ کر لے، کیونکہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ سلام و کلام بند رکھے، یہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔

مسلمانوں! تم بہر ایک ایسے شخص کی جدائی کی مصیبت پڑی ہے جس کے مثل میں نے خدا کے بندوں میں کسی کو نہیں دیکھا وہ سب سے زیادہ درگزر کرنے والے تھے، سب سے زیادہ غل غل غش سے پاک تھے، مسلمانوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے اور ان پر سب سے زیادہ شفقت و مہربانی رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے واسطے رحمت کی دعائیں کرو۔ ان کے جنازے کی نماز پڑھو، بخدا اب ان کا سا کوئی شخص تمہارا سر وار نہ ہوگا۔

آپ کا جنازہ تیار کیا گیا لوگ جمع ہوئے، حضرت معاذ بن جبل نے نماز پڑھا، حضرت عمرو بن العاص اور ضحاک بن قیس قبریں انزے اور نعش مبارک دفن کر دیں۔

حضرت ابو عبیدہ سے حضرت معاذ کا خطاب  
پرو خاک کر نیکی  
بعد حضرت معاذ نے جو شان احترام و محبت میں حضرت ابو عبیدہ سے اس طرح خطاب کیا

ابو عبیدہؓ! آپ پر خدا کی رحمت ہو، اپنی معلومات کے مطابق آج آپ کی تعریف کروں گا، بخدا کوئی بات غلط نہ کہوں گا، کیونکہ میں خدا کے غضب سے ڈرتا ہوں، میری دانست میں



آپ اللہ کو بکثرت یاد کرتے تھے۔ ان لوگوں میں سے تھے جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں اور جب ان سے جہلاد مخالف ہوئے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو اپنے پروردگار کے لئے نماز میں کھڑے ہو کر انہیں گزارتے اور مسجدوں میں پڑھے رہتے ہیں، اور ان میں سے تھے جو خرچ کرنے میں نہ مسرف ہوتے ہیں اور نہ بخیل بلکہ ہر حال میں حد اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔ خدا کی قسم آپ میری دانست میں خدا سے ڈرنے والے اور بندوں کے ساتھ خاکساری سے پیش آنے والے تھے، اور ان لوگوں میں تھے جو یتیموں اور مسکینوں پر رحم کرتے اور جاہلوں اور مغروروں سے بیزار رہتے ہیں۔

**مدفن ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابو عبیدہ کا مدفن غور بیسان میں ہے حضرت معاویہ بن جبل بھی حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ تھے اور آپ کے بعد ہی وہ بھی بتلاکے مرض ہوئے، ان کی وفات کے متعلق "سیر الانصاء" میں ہے۔**

"بیت المقدس اور دمشق کے درمیان غور نامی ایک صوبہ تھا جس میں منجملہ اور شہروں کے بیسان بھی ایک مشہور و معروف شہر تھا۔ جو نہراون کے قریب تھا، اسی بیسان میں حضرت معاویہ نے وفات پائی۔ ابن اثیر کے بیان کے مطابق حضرت ابو عبیدہ بھی اسی دیار پاک میں آسودہ خاک ہیں، لہ



خلیفہ اسلام پر امین امت کی وفات کا اثر  
حضرت معاذ  
ابن جبل نے تہذیب

خط لکھ کر حضرت عمر کو حضرت ابو عبیدہ کی وفات کی اطلاع دی۔  
سلام علیک۔ خدائے واحد و یکتا کی ستائش کے بعد عرض کیا  
کہ آپ اس شخص پر صبر کیجئے۔ جو اللہ کا امین تھا اور جس کے  
دل میں اللہ کی بہت زیادہ عظمت تھی۔ جس کو ہم اولہ آپ اولو  
بہت عزیز رکھتے تھے، یعنی ابو عبیدہ بن الجراح۔ اللہ ان کے  
مقدم و مؤخر سارے گناہ بخش دے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ  
ہم اللہ سے تو اب کے طالب ہیں۔ اسی پر توکل کرتے ہیں۔  
میں ایسی حالت میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں کہ وہاں کا زور ہے ہر  
طرف موت کا بازار گرم ہے جس کی موت ہے وہ مر کر رہے گا۔  
اس کی موت غلطی سے دوسرے پر وارد نہیں ہو سکتی، جو آج  
نہ مرے گا وہ گل مرے گا۔ اللہ ہماری حالت کو جو اس دنیا میں ہے  
اس سے اور بہتر بنا دے، اللہ ہمیں زندہ رکھے یا موت دی  
لیکن آپ کو خاص و عام تمام مسلمانوں کی طرف سے جزا  
خیر عطا فرمائے اپنی رحمت و مغفرت اور رضوان جنت ہو  
بہرہ ور کرے۔ والسلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ  
یہ خط پڑھ کر حضرت عمر بہت روئے۔ آپ کو حضرت ابو عبیدہ  
کی موت کا جتنا صدمہ ہوا اتنا کسی مسلمان کی موت کا صدمہ نہیں ہوا تھا



آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے یہ دلگداز اور جانکاه خبر سنائی۔

## صلیہ

حضرت ابو عبیدہ کا قلبیا۔ بدن و بلا پستلا تھا۔ چہرہ پر بھی گوشہ کم تھا۔ دائرہ بھی گھٹی نہ تھی۔ غزوہ احد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ کے رخسار مبارک میں مغفرت کی دو کڑیاں چھو گئی تھیں۔ ان کے نکالنے میں آپ کے آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔ گویا جب رسول کی پھلی ہوئی سند تھی۔ ۱۷

## اولاد

یزید اور عمیر آپ کے دو صاحبزادے تھے جو آپ کی حیات ہی میں انتقال کر گئے تھے، ان کی ماں کا نام ہند بنت جابر تھا۔

ختم شد

۱۷ فتوح الشام اردی - ۱۲

۱۸ تاریخ النبیین جلد دوم - ۱۲



فاتح شام

سوانح حضرت ابو حمزہ

لائبریری جامعہ پنجاب

۱۰۰

کتاب	فاتح شام	نمبر	۱۰۰
تاریخ	۱۳۰۰	محل	پنجاب
ملاحظات			

کتاب